


دو باتیں

"خبیث"۔

"درخشاں"۔

"برہمچاری"۔

"رقص ابلیس"۔

"آسیب زدہ" ــــــ اور

"دستک" کے بعد

"نِنکا" میرا تازہ ترین ناول ہے جسے مکتبہ القریش کے روح رواں محمد علی قریشی شائع کر رہے ہیں۔ "رقص ابلیس" میں کہانی کے گراف کو میں نے پراسرار' حیرت انگیز ــــ ماورائی قوتوں' دیوی دیوتاؤں کے چمتکار' پنڈت پجاریوں کے جنتر منتر اور مستقبل میں جھانکنے والی ناقابل یقین شیطانی قوتوں سے ہٹ کر ترتیب دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مجھے پڑھنے والے "رقص ابلیس" کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اس لئے کہ جو کچھ میں نے پیش کیا وہ زندگی سے قریب تر تھا۔ اس کے بیشتر کردار ہمارے اور آپ کے گرد آج بھی منڈلاتے نظر آ رہے ہیں۔ حقیقت بہرحال حقیقت ہوتی ہے۔ لیکن برخوردار محمد علی کے ذریعے معلوم ہوا کہ مجھے چاہنے والے مجھے صرف ــــ "انکا" "اقابلا" "غلام روحیں" "طاغوت" "بھنور" "سونا گھاٹ کا پجاری" اور "امربیل" کے تانے بانے میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ جب کہ آٹے میں نمک کے برابر چند افراد میرے بارے میں یہ رائے قائم کئے بیٹھے ہیں کہ "انوار صدیقی" یکسانیت کا شکار ہو گیا ہے۔ سوائے پراسرار کہانیوں کے اور کچھ لکھ ہی نہیں سکتا۔" ــــ اور آپ (میرے بیشتر پڑھنے والوں) کی فرمائش ہے کہ میں صرف پراسرار کہانیاں تخلیق کرتا رہوں۔

مجھے آپ کے درمیان رہنا ہے' آپ کی رائے کا احترام کرنا ہے۔ چنانچہ "نِنکا"

پیش خدمت کر رہا ہوں۔ "نٹکا" کی کہانی کے بارے میں ایک بات عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ کہانی اسی فیصد حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کے کچھ کردار اب بھی بقید حیات ہیں اور کسی نہ کسی انداز میں بہرحال جی رہے ہیں۔ "نٹکا" میں آپ کو وہ سب کچھ ملے گا جو آپ چاہتے ہیں۔ چنار گڑھ کے جس پراسرار قلعے کے گرد یہ کہانی گھومتی ہے وہ آج بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ "نٹکا" اس قدر خبیث' ابن الوقت اور شیطانی قوتوں کا مالک تھا کہ چنار گڑھ کے بزرگ آج بھی اس کا نام سن کر لرز جاتے ہیں۔ کہانی پڑھ کر آپ کو بھی اس کا اندازہ ہو گا۔ میں نے بلاوجہ "کلی پھندنے" لگانے کی کوشش نہیں کی ورنہ گنجائش تھی کہ اس ناول کو مزید طویل اور ضخیم کیا جا سکتا۔

"نٹکا" کی کہانی آج سے کم و بیش انتیس (29) سال قبل اپریل/مئی 1970ء میں "سب رنگ" ڈائجسٹ میں دو قسطوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اسے اردو زبان میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے مشہور زمانہ مصنف محترم ابن صفی نے انتخاب کیا تھا۔ اس کہانی کی اشاعت سب ہی کے لئے منفعت بخش ثابت ہوئی چنانچہ اسے طویل قسطوں کی صورت میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن مصنفہ (بلقیس کنول) نے سختی سے معذرت کر لی۔ اس انکار کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ "نٹکا" ایک زندہ اور جیتی جاگتی خبیث الفطرت شخصیت کی کہانی تھی کچھ "نٹکا" کا خوف اور کچھ دیگر وجوہ تھیں جس کی بنا پر انکار کیا گیا۔ یوں بے شمار حقائق اور ہولناک واقعات سامنے نہ آ سکے لیکن مجھے خوشی ہے کہ محترمہ بلقیس کنول نے نہ صرف مجھے اسے طویل ناول کی شکل میں لکھنے کی اجازت دے دی بلکہ وہ پراسرار واقعات اور ہولناک حالات بھی تفصیل سے کئی نشستوں میں سہم سہم کر اور ڈرتے ڈرتے بیان کر ڈالے جو ان کے دل میں انتیس سال سے بھوبل میں دبی کسی گیلی لکڑی کی طرح دھواں دے رہے تھے۔ میں محترمہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے "نٹکا" کی کہانی کو اپنی مرضی اور اپنے رنگ میں لکھنے کے سلسلے میں آزادی دے دی تھی ۔۔۔ میرے لکھے ہوئے مسودے کو دوبارہ دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی ۔۔۔ ایسا کیوں ہوا ۔۔۔؟ اس کا جواب آپ کو کہانی کا وہ حصہ پڑھ کر ملے گا جس میں "نٹکا" کے پیہم

اصرار کے بعد شرافت حسین نے "خون آلود روئی" حاصل کرنے کا وہ عمل کر ڈالا تھا جو انتہائی ہولناک اور اذیت ناک تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس عمل کا تصور بھی آپ کے لئے قابل برداشت نہ ہو۔

"نٹکا" حاضر خدمت ہے۔ اسے توجہ سے پڑھئے۔ اپنی رائے سے نوازیئے اور میری درخواست پر میرے ناول "رقص ابلیس" کو بھی ایک بار زیر مطالعہ لایئے' مجھے امید ہے آپ کو مایوسی نہیں ہو گی۔ شکریہ

انوار صدیقی

شرافت حسین کا تعلق یوں تو مغرب سے تھا اس لئے کہ ان کی پیدائش ملک سے باہر ہوئی تھی لیکن وہ پوری طرح مشرقی لگتے تھے۔ بے حد زندہ دل اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق تھا اس لئے کبھی کسی چیز کی کمی کا احساس نہیں ہوا۔ والدین نے ان کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے اندر بھی کچھ تبدیلیاں پیدا ہونا قدرتی امر تھا۔

انسان جب گھر کی چہار دیواری سے قدم باہر نکالتا ہے تو ماحول کا اثر بھی ضرور قبول کرتا ہے۔ کھلی فضا میں مختلف دوست و احباب کے ساتھ گھل مل کر اکثر و بیشتر نوجوان والدین کی تربیت میں اپنے ذہنی رجحان کے مطابق کچھ تبدیلیاں کر لیتے ہیں۔ یہی تبدیلیاں ان کے اچھے یا برے مستقبل کے لئے راہیں ہموار کرتی ہیں۔

شرافت حسین کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ کالج کی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ گھر اور باہر کے رکھ رکھاؤ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کالج میں بھانت بھانت کے طالب علم اور طالبات کی موجودگی میں خود کو نمایاں رکھنا اور دوسروں پر برتری حاصل کرنا مشکل کام ہے لیکن شرافت حسین چونکہ دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے لڑکوں کی محفل نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ تندرست اور توانا ہونے کے علاوہ مشرقی اور مغربی حسن کے امتزاج نے جو خوبصورتی عطا کی تھی اس نے انہیں طالبات کی محدود جماعت میں بھی خاصہ مقبول کر رکھا تھا۔ وہ دراز قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مالک تھے۔ طبیعت میں شوخی اور طراری کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس لئے بہت جلد انہوں نے کالج کی رنگین دنیا میں ایک منفرد مقام

حاصل کر لیا۔

بزرگوں کا یہ قول غلط نہیں ہے کہ انسان میں اگر خامیاں نہ ہوں تو وہ فرشتہ بن جائے چنانچہ شرافت حسین میں بھی جہاں بے شمار خوبیاں تھیں وہاں کچھ خامیاں بھی تھیں۔ کالج کے ماحول میں رہ کر انہوں نے دوسروں پر برتری حاصل کرنے کا گر سیکھ لیا تھا۔ انہیں اس بات کا احساس بھی شدت سے تھا کہ دولت میں بڑی طاقت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ دنیا کی ہر آسائش بہ آسانی خرید سکتا ہے۔

کالج اور یونیورسٹی سے فراغت پاکر شرافت حسین نے عملی زندگی میں قدم رکھا تو یہاں بھی دولت نے قدم قدم پر ان کا ساتھ دیا' اس زمانے میں ملازمتوں کے حصول میں علمی قابلیت کے علاوہ خاندانی پس منظر کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ انگریزوں کا دور تھا اس لئے اعلیٰ منصب صرف سفید چمڑی والوں کے لئے وقف تھے۔ دوسرے بڑے عہدوں کو حاصل کرنے کی خاطر مختلف امتحانات ہوتے تھے جس میں قابلیت کو پرکھا جاتا تھا پھر زبانی امتحان میں اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھ لینے کے بعد ہی تقرری کا پروانہ کسی کے حوالے کیا جاتا تھا۔

شرافت حسین کی پیدائش چونکہ بیرون ملک ہوئی تھی اس لئے انگریز عہدیداروں نے ان کے ساتھ روائتی سلوک کیا۔ نائب تحصیلدار کی حیثیت سے تقرری کا پروانہ حوالہ کرتے ہوئے ان کے محکمے کے انگریز افسر اعلیٰ نے بطور خاص انہیں اپنے کمرہ خاص میں بلا کر کہا تھا۔

"شرافٹ حسین۔۔۔ ہم تم کو نائب تحصیلدار کے عہدے کا مبارکباد دیتا۔"

"تھینک یو سر۔۔۔" شرافت حسین نے کھڑے کھڑے جواب دیا۔

"تم بیٹھ سکتا۔۔۔" انگریز افسر نے سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ "تم کو معلوم کہ ہم تم کو کیوں سلیکٹ (Select) کیا اس لئے کہ تم برٹانیہ (برطانیہ) میں پیدا ہوا۔ تمہاری رگوں میں ہمارا وٹن (وطن) کا بلڈ دوڑتا۔ اس کھون کا ہمیشہ کھیال رکھنا۔"

"آل رائٹ سر۔۔۔" شرافت حسین نے اس بار کرسی پر بیٹھ کر جواب دیا۔

"ریمیمبر ون پوائنٹ (ایک بات کا خیال رکھو) تم اپنا کام میں کبھی گفلت نہ کرنا ہم تم کو اور اچھا چانس دے گا۔"

"میں خیال رکھوں گا جناب" شرافت حسین نے انگریز عہدیدار سے مرعوب ہوئے بغیر سنجیدگی سے جواب دیا۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہ ملے۔"

"ون مور پوائنٹ (ایک بات اور) ہم تمہارا پوسٹنگ چنار گڑھ کیا۔" انگریز افسر نے سگار کا کثیف دھواں فضا میں اڑاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم کو معلوم' چنار گڑھ ایک کھوب سورت علاکا ہوتا۔ وہاں ہمارا گورنر جنرل کا کوٹھی بھی ہوتا۔ اس کا ملازم لوگ بھی ہوتا اس لئے تم کو بہت کھیال کرنا ہوگا۔"

"ڈونٹ وری سر۔۔۔ میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" شرافت حسین نے حسب معمول روانی سے انگریزی زبان میں جواب دیا۔

"گڈ۔۔۔" افسر اعلیٰ نے خوشی کا اظہار کیا پھر قدرے معنی خیز انداز میں بے تکلفی سے دریافت کیا۔ "تم سادی بنایا۔۔۔ یا ابھی تک بیچلر (کنوارا) ہوتا۔۔۔"

"میری شادی ہو چکی ہے سر۔۔۔ ایک بچہ بھی ہے۔۔۔"

"گڈ۔۔۔" انگریز افسر نے میز پر رکھے ہوئے پیپر ویٹ سے کھیلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "گو۔۔۔ اینڈ انجوائے یور لائف لیکن ہم تم کو ایک بار پھر ریمائنڈ کراتا۔۔۔ کام محنت سے کرنا۔۔۔ کوئی کمپلینٹ (Complaint) بالکل نہیں مانگتا۔۔۔"

"او۔کے سر۔۔۔" شرافت حسین نے اٹھتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ رخصتی سلام کیا اور پلٹ کر کمرے سے باہر آگئے۔۔۔!



شرافت حسین کے والد اخلاق حسین بیٹے کے نائب تحصیلدار ہونے پر بے انتہا خوش تھے۔ ملال تھا تو صرف اس بات کا شرافت حسین کی پہلی پوسٹنگ چنار گڑھ ہو گئی۔ انہوں نے ایک بار شرافت حسین سے کہا بھی تھا کہ اگر وہ چاہیں تو برٹش حکومت کی خدمات کرنے کی بنیاد پر اس تبادلے کو رکوا بھی سکتے ہیں لیکن شرافت

حسین نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ انہوں نے جواز پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔
"انگریز بہادر سفارشی ملازمین کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے' ایسے افراد کی ترقی بھی مشکل سے ہوتی ہے اور انہیں پسند بھی نہیں کیا جاتا۔۔۔۔۔"

"چنار گڑھ ایک خوبصورت اور پرفضا مقام ہے۔ قدرت نے اس علاقے کو دل کھول کر نوازا ہے لیکن۔۔۔۔۔" اخلاق حسین کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے انہیں اچانک اپنی کسی غلطی کا احساس ہو گیا ہو پھر قبل اس کے کہ شرافت حسین یا کوئی دوسرا گھر والا ان کی خاموشی کی وجہ دریافت کرتا انہوں نے بڑی خوبصورتی سے بات گھماتے ہوئے کہا۔ "چنار گڑھ میں قدیم زمانے کے مندروں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہاں ایک قلعہ بھی ہے جسے ایک روایت کے مطابق گپت خاندان کے بلند مرتبت حکمران چندر گپت ثانی نے تعمیر کرایا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس قلعہ کی تعمیر میں شیر شاہ سوری کا عمل دخل بھی شامل ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ چنار گڑھ کا ذکر ہمایوں اور شیر شاہ سوری کی لڑائیوں میں بھی آتا ہے۔"

"چنار گڑھ کے اس قلعہ سے متعلق اور بھی بہت سی روائتیں مشہور ہیں۔" شرافت حسین نے دبی زبان میں کہا۔ "اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس بوسیدہ قلعہ میں شاہی زمانے کے دفینے اب بھی موجود ہیں۔ اس خزانے کی تلاش میں بے شمار لوگ اپنی مہم جوئی آزما چکے ہیں لیکن کامیابی کسی کے حصے میں نہیں آئی۔ سنا ہے اب انگریزوں نے قلعہ میں عام آدمیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا ہے۔"

"تمہیں یہ شاہی دفینے والی بات کس نے بتائی؟" اخلاق حسین نے چونک کر پوچھا۔

"لوگوں میں اس کے متعلق اکثر چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں۔" شرافت حسین نے سرسری انداز میں جواب دیا۔ "ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے جو شاہی خزانے کی تلاش میں کئی بار مایوسی کا شکار ہو چکا تھا اپنی مہم جوئی کی داستان کو نیلی چھتری کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں کچھ مخصوص

اشارے بھی موجود تھے جو خزانے کی تلاش کرنے والی پارٹیوں کے لئے معاون ثابت ہو سکتے تھے لیکن انگریز حکومت نے اس کتاب کو شائع ہوتے ہی ضبط کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔۔۔۔"

"یہ سب فضول اور من گھڑت قصے کہانیاں ہیں۔" اخلاق حسین نے جلدی سے کہا۔ "کسی مقام کو سیاحوں کے لئے پرکشش بنانے کی خاطر اس قسم کی لغو باتیں جان بوجھ کر پھیلائی جاتی ہیں تاکہ ان کی دلچسپی میں اضافہ ہو۔ حالانکہ ان باتوں کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔۔۔۔۔"

"اگر آپ کا خیال درست ہے تو پھر نیلی چھتری نامی کتاب کو کیوں ضبط کیا گیا؟" اخلاق حسین کی بیگم نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "اس کتاب کے بارے میں تو میں نے بھی سنا ہے۔۔۔"

"سنا ہو گا۔۔۔۔" اخلاق حسین نے آنکھوں کے اشارے سے بیوی کو اس موضوع پر خاموش رہنے کو کہا پھر شرافت حسین کی طرف دیکھ کر بولے۔۔۔۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم کو چنار گڑھ میں بہت محتاط رہ کر اپنے فرائض منصبی انجام دینے ہوں گے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔۔۔؟" شرافت حسین نے معنی خیز نظروں سے باپ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ملازمت کے بعد یہ تمہاری پہلی تقرری ہے۔" اخلاق حسین نے بیٹے کو سمجھانے کی خاطر کہا۔ "دوسری وجہ یہ ہے کہ تحصیل کے کام خاصے پیچیدہ اور دشوار ہوتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ چنار گڑھ میں چونکہ ہندوستان کے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز (Warren Hastings) نے اپنی ذاتی کوٹھی (جو آج بھی موجود ہے) بنوا رکھی ہے اس لئے وہاں کے بیشتر کاموں میں اس کا عمل دخل بھی رہتا ہے۔۔۔۔ تمہاری اطلاع کی خاطر یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ ایک متعصب شخصیت کا مالک ہے اور خاص طور پر ان لوگوں کو بالکل پسند نہیں کرتا جو اس کی آنکھ کے اشارے پر چلنے کے عادی نہ ہوں۔"

"مجھے اس بات کا علم ہے——" شرافت حسین نے کہا۔ "رہا تحصیل کے پیچیدہ اور دشوار مسئلوں کا معاملہ تو میں مکمل چھان بین کے بغیر کوئی ایسا فیصلہ صادر ہی نہ کروں گا جو کسی کے لئے متنازعہ ہو۔"

"میرا ایک مشورہ اور ہے——" اخلاق حسین نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اگر تم فی الحال بیوی اور بچے کو ساتھ نہ لے جاؤ تو مناسب رہے گا۔"

"اس کی کیا وجہ ہے——؟" بیگم اخلاق حسین نے پوچھا۔

"تحصیل کو پوری طرح دیکھنے اور سمجھنے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ کسی نئے افسر کو تو خاص طور پر شروع شروع میں خاصے دورے کرنے پڑتے ہیں اور کام پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کی خاطر دن رات محنت کرنی پڑتی ہے ورنہ اگر ایک بار ماتحت عملے کا جادو چل گیا تو پھر ان ہی کے اشاروں پر عمل کرنا پڑتا ہے——"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ پہلے وہاں جا کر کام کو اچھی طرح سمجھ لوں اور علاقے کو دیکھ لوں۔" شرافت حسین نے باپ کی رائے سے اتفاق کیا۔

"تمہاری روانگی کب ہوگی——؟"

"ایک ہفتے کی مہلت ہے میرے پاس لیکن میرا خیال ہے کہ جتنی جلدی چلا جاؤں اچھا ہے۔"

"میں نے کل شام بنسی مکرجی کو کھانے پر بلایا ہے۔ جانے سے پہلے تمہاری اور ان کی ایک ملاقات ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ مکرجی نے میری کامیابی کی پیش گوئی کی تھی لیکن——"

"نجومیوں اور پنڈت پجاریوں کی بتائی ہوئی باتوں پر مجھے بھی اعتقاد نہیں ہے۔" اخلاق حسین نے بات کاٹ کر کہا۔ "وہی ہوتا ہے جو کاتب تقدیر کو منظور ہوتا ہے مگر بنسی مکرجی میرے دیرینہ دوستوں اور بہی خواہوں میں سے ہیں۔ ان سے ایک بار مل لینے میں بظاہر کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

شرافت حسین نے باپ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' ماں کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئے!!



بنسی مکرجی بنگال سے تعلق رکھنے والے ایک ادھیڑ عمر کے سیدھے سادھے شخص تھے۔ جوتش ودیا' قیافہ شناسی اور جنم کنڈلی کھینچ کر مستقبل کا حال بتانے کے علاوہ کچھ پراسرار علوم اور سفلی کے بارے میں بھی سدھ بدھ رکھتے تھے اور شوقیہ دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر اپنے ان علوم کا مظاہرہ کیا کرتے تھے لیکن ایک واقعہ ایسا مشہور ہوا جس نے ان کو پروفیشنل بنا دیا۔ ان کی شہرت میڈیا کے ذریعہ دور دور تک پھیل گئی اور اس طرح راتوں رات ان کی مانگ میں اس قدر اضافہ ہوا کہ وہ شب و روز مصروف رہنے لگے لیکن ان تمام تر مصروفیات کے باوجود وہ اپنے دوستوں کو نہیں بھولے اور ان کے ساتھ محبت اور خلوص سے ملتے رہے۔

اخلاق حسین سے ان کی دوستی کالج کے زمانے کی تھی لیکن ان کے دل آپس میں ایک دوسرے سے کچھ ایسے ملے کہ وہ جگری دوست بن گئے۔ اسی دوستی کی بنا پر اخلاق حسین نے انہیں کھانے پر مدعو کیا تھا اور بنسی مکرجی نے اپنے دیگر تمام مشاغل اور مصروفیات کو ترک کر کے ان کی دعوت قبول کر لی تھی۔

شرافت حسین نڈر' بے خوف اور بڑے دل گردے کے مالک تھے۔ انہیں خدا کی ذات پر مکمل یقین تھا اس لئے وہ نجومیوں اور پنڈت پجاریوں کے جنتر منتر اور مستقبل کے سو فیصدی سچے حال بتانے والوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ ان کا ذاتی خیال تھا کہ ایک بار جو قسمت میں رقم کر دیا جائے اسے دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ پراسرار علوم سے متعلق وہ قصے کہانیوں کی حد تک دلچسپی ضرور رکھتے تھے لیکن اس سلسلے میں بھی ان کا یہی کہنا تھا کہ ایسی کہانیاں لکھنے والے محض سادہ لوح اور کمزور ذہن کے لوگوں کو حیران کر دینے کی خاطر ایسے ناقابل یقین واقعات کا سہارا لیتے ہیں جس سے پڑھنے والے کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور ان کی کتابیں فروخت ہوتی رہیں۔

چنانچہ اخلاق حسین نے جب دعوت کے بعد شرافت حسین کو اس مخصوص کمرے میں طلب کیا جہاں ان کے اور بنسی مکرجی کے علاوہ کوئی تیسری شخصیت موجود

نہیں تھی تو شرافت حسین نے اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کرنے کی خاطر اپنی بیوی حسنہ بیگم سے منہ بنا کر کہا۔

"نہ جانے والد صاحب کو بنسی مکرجی پر اس قدر اعتقاد کیوں ہے؟"

"مل لینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" حسنہ بیگم نے ایک معقول بات کہی۔ "جو بات آپ کو پسند نہ آئے اسے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیجئے گا۔ لیکن یہ بات بہرحال آپ کو تسلیم کرنی ہوگی کہ مکرجی ہی نے سب سے پہلے آپ کی ملازمت کی پیش گوئی کی تھی اور وہ حرف بحرف درست بھی ثابت ہوئی۔۔۔"

"اس قسم کی پیش گوئیاں میں بھی کر سکتا ہوں۔" شرافت حسین نے جھلا کر کہا۔ "بہت ساری عام باتیں کسی کو بھی اس کے حالات معلوم کرنے کے بعد بتا، جو باتیں سچ ثابت ہوں گی وہ دوسرے کو ضرور متاثر کریں گی' جو غلط ثابت ہوں ان کے لئے تھوڑی سی ذہانت سے کام لے کر کوئی خوبصورت سا بہانہ بنا کر سامنے والے کو مطمئن کر دینا بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔"

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ مکرجی کی شہرت ایک خاص واقعہ سے ہوئی تھی۔" حسنہ بیگم نے شوہر کو مختلف زاویے سے مکرجی سے ملاقات پر رضامند کرنے کی خاطر دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس کی تفصیل بتائیں گے۔"

"وہ بھی محض اتفاق ہی تھا۔" شرافت حسین نے لاپرواہی سے کندھے اچکا کر جواب دیا۔ "مکرجی جس محلے میں رہتے ہیں اسی محلے کے ایک جوان کو قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔"

"اصل قصہ کیا تھا۔۔۔؟" حسنہ بیگم نے دریافت کیا۔

"کسی لڑکی کے چکر کا معاملہ تھا۔" شرافت حسین نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔" محلے کے لوگوں کو یقین تھا کہ پولیس نے صحیح قاتل پر ہاتھ ڈالا ہے۔ پولیس نے کیس پکا کرنے کی خاطر دو گواہ بھی تیار کر لئے تھے اور۔۔۔ اپنی کارکردگی نمایاں کرنے کی خاطر قتل کے اس کیس کو اخباروں کے ذریعے عوام و خواص میں بہت زیادہ پبلسٹی دی تھی۔۔۔ حسن اتفاق سے یہی پبلسٹی پولیس کے بجائے مکرجی کے کام آ

گئی اور وہ راتوں رات عالم فاضل مشہور ہو گئے۔" شرافت حسین کے آخری جملے میں طنز اور مزاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

"میں سمجھی نہیں۔۔۔" حسنہ بیگم نے شوہر کو کریدتے ہوئے پوچھا۔

"جس نوجوان پر قاتل کا شبہ کیا جا رہا تھا اس کے والد نے مکرجی سے ملاقات کر کے اور گڑگڑا کر اپنے بچے کی جان بچانے کی درخواست کی۔ مکرجی نے بقول ان کے ستاروں کی چال ڈھال دیکھ کر بتایا کہ قتل ایک حسین اور آوارہ لڑکی کی خاطر ہوا ہے اور جس نوجوان کو پولیس نے گرفتار کیا ہے وہ بے قصور ہے۔ لڑکے کے والد نے مکرجی کے مشورے پر سماعت کے دوران عدالت کے سامنے اس لڑکی کا نام بطور خاص پیش کیا جو مقتول کے قتل کا سبب بنی تھی۔ ثبوت کے بغیر ہر کسی کو بلاوجہ عدالت کے کٹہرے تک نہیں کھینچا جاتا تھا لیکن قتل کے کیسز میں عام طور پر عدالتیں چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظرانداز نہیں کرتیں۔ مبادا کوئی بے گناہ پھانسی کے پھندے پر لٹک جائے۔ چنانچہ پولیس کے ذریعہ مطلوبہ لڑکی کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ وکیل صفائی نے لڑکی سے سخت الفاظ میں دھواں دھار جرح کی تو اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور اس نے اصل قاتل کا نام لے دیا۔"

"کیا مطلب؟" حسنہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا جس لڑکے کو پولیس نے پہلے قاتل ہونے کے شبہے میں گرفتار کیا تھا وہ بے گناہ تھا۔"

"ہاں۔۔۔ لڑکی کے بیان پر جب دوسرے شخص کو گرفتار کر کے پولیس نے اس کی ٹکٹکی پر ڈنڈے برسائے اور تین روز تک اسے تیز روشنی میں جگائے رکھا تو اس نے اپنا جرم قبول کر لیا۔ دوسرے روز اس کا اعترافی بیان عدالت کے روبرو ہوا اور اس کے بیان کی روشنی میں جب آلہ قتل اور دیگر ضروری اشیاء برآمد کر لی گئیں تو پہلے شخص کو باعزت بری کر دیا گیا اور اس طرح اخبار نے جو خبریں شائع کیں ان میں مکرجی کا نام سرفہرست تھا۔ چنانچہ بقول شخصے مکرجی کو چھپڑ پھاڑ کر شہرت نصیب ہو گئی۔۔۔ اور وہ باقاعدہ دھونی رما کر بیٹھ گئے۔"

"لیکن مکرجی نے بہرحال کسی نہ کسی بنیاد پر ہی اس لڑکی کا نام لیا ہو گا جس کی

خاطر قتل ہوا تھا۔" حسنہ بیگم نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ مکرجی کو پہلے سے معلوم ہو کہ وہ لڑکی آوارہ ہے اور بد چلن ہے۔ چنانچہ انہوں نے لڑکی کے خلاف اپنے دل کا زہر اگل دیا اور بعد میں اتفاق سے وہ کہانی سچ ثابت ہوئی جس کی بنیاد پر پھانسی کا پھندہ ایک کے گلے سے نکال کر دوسرے کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے شخص نے لڑکی کی بے وفائی سے دل برداشتہ ہو کر پھانسی کے پھندے پر لٹک جانے کو ترجیح دی ہو۔"

شرافت حسین کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ ملازم نے دوبارہ آکر اخلاق حسین کا پیغام دیا اور انہیں طوعا" و کرہا" مکرجی کے سامنے جانا پڑا۔

مکرجی ایک صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے۔ سامنے میز پر ایک کاغذ پر غالباً ستاروں کی الٹی سیدھی چال کا نقشہ بنا ہوا تھا اور دو تین عجیب الخلقت تصویریں بھی نظر آ رہی تھیں۔ اخلاق حسین بڑی عقیدت سے مکرجی سے باتوں میں مصروف تھے' شرافت حسین دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے مکرجی کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"مجھے خوشی ہے بالک کہ بھگوان نے تمہاری پرارتھنا قبول کر لی۔" مکرجی نے کچھ دیر رسمی گفتگو کرنے کے بعد سنجیدگی سے مبارکباد پیش کی پھر شرافت حسین کے چہرے کو بغور گھورتے ہوئے پوچھا۔ "چنار گڑھ کے لئے تمہاری روانگی کب ہے ـــــ؟"

"دو ایک روز میں جانے کا ارادہ ہے ـــــ" شرافت حسین نے سرسری طور پر جواب دیا۔

"چنار گڑھ بڑی سندر جگہ ہے پرنتو تمہیں بہت دیکھ بھال کر قدم جمانا ہو گا اس لئے کہ تم کیول (صرف) روشنی میں دیکھنے کے عادی ہو جبکہ میری شکتی گھور اندھیروں میں بھی دور تک دیکھنے کی طاقت رکھتی ہے۔"

"کیا آپ کو میرے سلسلے میں کچھ نظر آ رہا ہے ـــــ؟" شرافت حسین نے بظاہر سنجیدگی سے دریافت کیا لیکن مکرجی ان کے جملے میں چھپا طنز محسوس کر چکے تھے۔ ان کی آنکھوں میں خون کی سرخیاں ابھر کر تیزی سے گڈمڈ ہونے لگیں۔ کشادہ پیشانی پر

ان گنت آڑی ترچھی شکنیں نمودار ہو کر گہری ہوتی چلی گئیں۔ یہ ان کی ناگواری کا انداز تھا۔ اخلاق حسین کو بھی بیٹے کا طرز گفتگو گراں گزرا تھا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس کی واپسی ناممکن تھی اس لئے وہ اپنی جگہ کسمسا کر رہ گئے۔

بنسی مکرجی ایک لمحے تک ہونٹ چباتے رہے۔ شاید وہ اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہے تھے پھر ان کی نظریں خلاؤں میں یوں بھٹکنے لگیں جیسے وہ کچھ تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ کمرے میں چند ساعتوں تک موت کا بھیانک سکوت طاری رہا پھر مکرجی نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"دیوی دیوتاؤں کو شاید یہی منظور ہے ـــــ"

"میں سمجھا نہیں مکرجی ـــــ" شرافت حسین نے قدرے سنبھل کر پوچھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے بالک ـــــ ابھی تو بہت سمے پڑا ہے' دھیرج سے کام لو' آہستہ آہستہ سب کچھ سمجھ میں آنے لگے گا ـــــ" بنسی مکرجی نے عجیب انداز میں مسکرا کر کہا پھر سامنے میز سے اس کاغذ کو اٹھا کر دیکھنے لگے جو انہوں نے شرافت حسین کے کمرے میں داخل ہونے سے پیشتر تیار کیا تھا۔ ان کے چہرے پر بڑی پراسرار سنجیدگی مسلط تھی۔

"اگر خطرے کی کوئی بات ہو تو میں چنار گڑھ سے بچنے کے تبادلے کی کوشش بھی کر سکتا ہوں۔" اخلاق حسین نے دبی زبان میں کہا۔ ان کی نظریں بنسی مکرجی کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"دولت کی اچھا (خواہش) ہر چھوٹے بڑے کو اوش (ضرور) ہوتی ہے۔" بنسی مکرجی نے اخلاق حسین کی بات کا جواب دینے کے بجائے شرافت حسین کو گھورتے ہوئے کہا۔ "پرنتو کبھی کبھی مایا جال میں الجھ کر منش (آدمی) اجالوں کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ انسانوں کی طرح دھرم دھرم میں بھی بیر (عداوت) ہوتا ہے۔ کل کیا ہو گا ـــــ؟ کیول ایشور کے کوئی منش نہیں جانتا ـــــ ہم تو اندھیروں میں تیر چھوڑنے کے عادی ہیں۔"

بنسی مکرجی کی پراسرار باتوں نے جہاں اخلاق حسین کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا وہیں شرافت حسین بھی ایک لمحے کو دم بخود ہو کر رہ گئے۔ انہیں حیرت تھی کہ وہ

جو کچھ دل میں سوچ رہے تھے وہی باتیں مکرجی کی زبان سے ادا ہو رہی تھیں وہ مکرجی کو ٹالنے کی خاطر کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن مکرجی نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر مسکرا کر بولے۔ "جو منش بہت زیادہ چتر اور چالاک بننے کی کوشش کرتا ہے اس کے قدم دوسروں کے مقابلے میں جلدی ڈگمگانے لگتے ہیں۔ ہر چیز کو پرکھنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔۔ ہردے (دل) تو ایک کھلی کتاب کے انوسار (مانند) ہے جسے گیانی دھیانی ہی پڑھ سکتے ہیں۔۔۔ ہر چیز کو کسوٹی پر پرکھنا اچھی عادت ہے لیکن اگر کسوٹی میں ہی کھوٹ ہو تو منش بھٹک جاتا ہے۔"

"کیا آپ کے خیال میں شرافت حسین کو چنار گڑھ میں کچھ مشکلات پیش آنے والی ہیں؟" اخلاق حسین نے پہلو بدل کر بے چینی سے سوال کیا' مکرجی سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی مگر اس وقت مکرجی کے چہرے پر کچھ ایسے ہی تاثرات موجود تھے کہ اخلاق حسین بھی بے تکلفی سے ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پائے۔

"دوستوں کا حساب دل میں ہوتا ہے اخلاق حسین۔" بنسی مکرجی نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "تم کسی بات کی چنتا (فکر) مت کرو' پرارتھنا (دعا) کرو کہ آکاش پر جو گھنگور گھٹائیں گھر کر آ رہی ہیں وہ چھٹ جائیں۔ برکھا ہو گئی تو جگہ جگہ گندگی پھیل جائے گی۔"

"محترم۔" شرافت حسین نے مکرجی کو سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میں اسی کارن (وجہ سے) یہاں آیا تھا پرنتو دیوی دیوتاؤں نے میری زبان پر تالے ڈال دیئے ہیں۔"

"گویا آپ کو میرے بارے میں اب کچھ نہیں کہنا۔۔۔" شرافت حسین نے قدرے الجھتے ہوئے کہا۔

"مکرجی۔۔ اگر آپ کو ہماری کوئی بات بری لگی ہو تو۔۔۔"

"نہیں متر (دوست) نہیں۔۔۔" بنسی مکرجی نے اخلاق حسین کو منع کیا۔ "میرا من تمہاری طرف سے بالکل صاف ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ والد صاحب سے نہیں' مجھ سے ناراض ہیں۔"

شرافت حسین نے سپاٹ آواز میں کہا۔

جواب میں بنسی مکرجی کے ہونٹوں پر ایک بار پھر بڑی پراسرار مسکراہٹ ابھری لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بالک تم گبرو جوان ہو۔۔۔ تمہارے وچار بلند ہیں۔ میری یہی پرارتھنا ہے کہ بھگوان تمہیں ہر آنے والی بلا سے محفوظ رکھے' تمہاری آشائیں سپھل (بار آور) ہوں۔"

"آپ ابھی دیوی اور دیوتاؤں کی بات کر رہے تھے۔" شرافت حسین نے مکرجی کو کریدنے کی کوشش کی۔ "انہیں کیا منظور ہے؟"

بنسی مکرجی نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' ایک لمحے تک خلاء میں گھورتے رہے پھر بولے۔

"بالک میری ایک نصیحت کو گرہ دے لو' اپنی خوشی کی خاطر کبھی دھرتی پر رینگنے والی کسی چیونٹی کو بھی جان بوجھ کر کشٹ (تکلیف) نہ دینا کسی کے جیون سے کھیلنا گھور پاپ ہے۔"

"آپ اشارے کنایوں میں مجھے جو سمجھا رہے ہیں کیا کھل کر اس کی تشریح نہیں کر سکتے۔۔۔؟"

"ایک بات اور دھیان سے سن لو۔" مکرجی نے شرافت حسین کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "منش ہو یا جانور جو بھی گند کھانے کا عادی ہو اس کی چھایہ (پرچھائیں) سے بھی دور رہنا اور بغیر اچھی طرح چھان بین کئے کسی غریب کے پیٹ پر لات نہ مارنا۔۔۔"

"مکرجی۔۔۔" اخلاق حسین نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے پوچھا۔ کیا میں یہ سوچنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ آپ ہم سے کوئی خاص بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

"انسان کے بھوش (قسمت۔ مستقبل) میں کیا لکھا ہے یہ کیول بھگوان کے اور کوئی نہیں جانتا۔" بنسی مکرجی نے بہت غوروخوص کے بعد کہا۔ "جیون میں کٹھنائیاں (مشکلات) قدم قدم پر منش کا پیچھا کرتی ہیں جو نیچے دیکھ کر چلتے ہیں ان کی منزل آسان ہو جاتی ہے جو بلندیوں پر نظر رکھتے ہیں وہ ٹھوکر کھا کر ہی سنبھلتے ہیں۔"

"آپ شرافت حسین کے سلسلے میں اور کیا کہنا پسند کریں گے۔ میرا مقصد ہے کوئی ایسی بات جو اس کے لئے ہمیشہ فائدہ مند ہو۔"

"ستاروں کی چال اپنے خانے بدلتی رہتی ہے۔" مکرجی نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ "ابھی میں کیول اتنا بتا سکتا ہوں کہ چنار گڑھ میں ملازمت کے دوران شرافت حسین کو کچھ دشواریاں ضرور پیش آئیں گی لیکن یہ کوئی اچنبھے (تعجب) کی بات نہیں ہو گی۔ منش جب بھی کسی نئے راستے کی طرف قدم اٹھاتا ہے کچھ کٹھنائیاں تو اسے بھوگنی (برداشت کرنی) پڑتی ہیں۔"

شرافت حسین محسوس کر رہے تھے کہ بنسی مکرجی نے ان کے دل کا حال پڑھ لینے کے بعد اپنی گفتگو کا انداز بدل لیا تھا۔ ان کے تیور بھی کچھ دیر کیلئے خراب ہوگئے تھے پھر شاید اخلاق حسین کی دوستی کا خیال ہی تھا جس کی وجہ سے وہ دوبارہ نارمل ہو گئے۔ شرافت حسین کا دل نہ جانے کیوں گواہی دے رہا تھا کہ مکرجی آئندہ پیش والے حالات کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہیں لیکن جان بوجھ کر زبان کھولنے سے گریز کر رہے تھے۔

ایک دو بار شرافت حسین نے کوشش کی کہ مکرجی کھل کر انہیں ان خطروں اور مشکلات سے آگاہ کر دیں جو کل چنار گڑھ میں ان کو پیش آنے والے تھے لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ مکرجی باتوں میں ٹالنے کی حرکت سے باز نہیں آ رہے ہیں تو وہ خاموشی سے اٹھے والد سے کام کا بہانہ کر کے اجازت طلب کی اور بنسی مکرجی پر ایک اچٹتی نظر ڈالتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔

کمرے سے باہر آتے ہی شرافت حسین نے سکون کا سانس لیا اور مکرجی کی کہی ہوئی باتوں کو بھلانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ جو ان کے ذہن میں وسوسے پیدا کر رہی تھیں۔ خاص طور پر مکرجی کا وہ جملہ —— "دیوی دیوتاؤں نے میری زبان پر تالے ڈال دیئے ہیں۔" —— ان کے دماغ میں رہ رہ کر چبھ رہا تھا ——!!



ننکا کا وجود چنار گڑھ میں رہنے والوں کے لئے کسی پراسرار آسیب سے کم نہیں تھا۔ وہ عجیب الخلقت ہونے کے علاوہ ہمیشہ ایسی سرگرمیوں میں مصروف رہتا جو علاقے کے سیدھے سادھے لوگوں کے لئے کسی معمے سے کم نہیں تھیں۔

وہ دبلا پتلا، لاغر اور نحیف وضع قطع کا مالک ہونے کے علاوہ خاصہ دراز قد واقع ہوا تھا۔ رنگت ایسی سیاہ اور کالی تھی کہ اگر رات کے اندھیرے میں کسی نووارد کی نظر اچانک پڑ جاتی تو وہ بلاشبہ چیخ مار کر دہشت سے بے ہوش ہو جاتا۔ اس کا سر ہمیشہ انڈے کے چھلکے کی مانند گھٹا نظر آتا تھا۔ گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے۔ چہرے کی ہڈیاں یوں ابھری ابھری نظر آتی تھیں جیسے کسی استخوانی ڈھانچے پر زبردستی انسانی گوشت کی استرکاری کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ بڑی بڑی آنکھوں میں خون کی سرخیاں تیرتی نظر آتیں۔ جس کی وجہ سے اس کی شخصیت بڑی ہیبت ناک لگتی تھی۔

ننکا کی ذات کے بارے میں بھی لوگوں کی مختلف رائیں تھیں۔ کچھ کا خیال تھا کہ وہ ذات کا ہندو ہے اور کسی غیر علاقے سے چنار گڑھ میں آکر اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ آباد ہو گیا تھا۔ اکثر لوگ اسے ذات کا چمار بتاتے تھے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں مشہور تھیں۔

ننکا کی ہیبت ناک شخصیت کی طرح اس کا چھوٹا سا مکان بھی جو آبادی سے ذرا ہٹ کر پرانے قلعے کے دامن میں واقع تھا بے حد پراسرار نظر آتا تھا۔ مکان کے اطراف حد بندی کی دیواریں خاصی بلند رکھی گئی تھیں جس پر شیشے کے رنگ برنگے نوکیلے اور تیز دھار ٹکڑے اس قدر سلیقے سے جمائے گئے تھے کہ اگر کوئی پرندہ بھی

اس پر بیٹھنے کی کوشش کرتا تو لہولہان ہو جاتا۔ مکان کے بیرونی در و دیوار کی رنگت کیا تھی یہ راز کسی کو نہیں معلوم تھا اس لئے کہ پورے مکان پر جنگلی نیبو کی کانٹے دار جھاڑیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ اس بات کا سراغ بھی لگانا دشوار تھا کہ دیواریں کچی ہیں یا پکی۔

مکان میں داخلے کا ایک ہی راستہ تھا۔ ایک چھوٹا سا لوہے کا زنگ آلود پھاٹک مگر اتنا تنگ کہ کسی صحت مند آدمی کا گزر بھی مشکل تھا۔ گیٹ پر ہمیشہ ایک وزنی تالا پڑا نظر آتا تھا جسے کبھی مقامی لوگوں نے اپنی نظروں سے کھلتے یا بند ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ ننکا اس مکان میں کس وقت آتا جاتا تھا اس کے بارے میں لوگوں میں ہمیشہ چہ میگوئیاں ہوتی رہتی تھیں۔ یہ مکان چونکہ آبادی سے دور تھا اور تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا اس لئے لوگ روز روشن میں بھی ادھر کا رخ کرنے سے کتراتے تھے۔ جس کی ایک وجہ تو ننکا کی ذات سے منسوب سینکڑوں دہشت ناک پراسرار اور ناقابل یقین کہانیاں تھیں اور دوسرے اس مکان کی اپنی ہیبت بھی تھی جس پر ہمہ وقت بڑی پراسرار اور ہولناک سی ویرانی نظر آتی تھی۔

ننکا کے بارے میں جہاں مقامی لوگوں کی مختلف رائیں تھیں وہاں ایک عام خیال یہ بھی تھا کہ وہ سفلی جیسے گندے، غلیظ اور ناپاک علم کا ماہر ہے۔ اس کی مکروہ شخصیت اور پراسرار حرکتیں بھی کچھ ایسی تھیں کہ وہ پوری تحصیل میں شیطان کی طرح مشہور تھا۔ دن بھر وہ شاذ و نادر ہی کسی کو دکھائی دیتا لیکن رات کی سیاہی پھیلتے ہی اس کی پراسرار سرگرمیاں شروع ہو جاتیں۔ کبھی وہ مرگھٹ پر جہاں ہندوؤں کے مردے جلائے جاتے تھے وہاں آلتی پالتی مارے بیٹھا دیکھا جاتا یا پھر پرانے قبرستان میں کسی ٹوٹی پھوٹی منہدم قبر کے پاس بیٹھا الٹی سیدھی حرکتوں میں مصروف نظر آتا۔

ایک بار کچھ بزرگوں نے ہمت کر کے ننکا سے اس بات کی ڈرتے ڈرتے بازپرس کی تھی کہ وہ ہندو ہو کر مسلمانوں کے قبرستان میں کیا کرنے جاتا ہے؟ حسب روایت ننکا نے ان بزرگوں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کچھ دیر خاموش کھڑا انہیں گھورتا رہا۔ اس وقت اس کی بڑی بڑی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی مانند

سرخ اور خوفناک نظر آ رہی تھیں اور ہونٹ اس طرح متحرک تھے کہ محض مکھیوں کی بھن بھناہٹ جیسی آواز کہیں دور سے آتی سنائی دے رہی تھی--- پھر وہ حقارت سے نظریں پھیر کر منہ ہی منہ میں کچھ بدبداتا ہوا مرگھٹ کی جانب چلا گیا۔

بزرگوں کا خیال تھا کہ ننکا ان کی بازپرس کے بعد قبرستان کا رخ نہیں کرے گا لیکن یہ خیال زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکا۔ ہفتے بھر بعد ننکا نے دوبارہ قبرستان آنا جانا شروع کر دیا۔ بزرگ ایک بار پھر سرجوڑ کر بیٹھے لیکن اس بار کسی نے ننکا سے دوبارہ بازپرس کرنے کی ہمت نہیں کی۔ پھر ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ لوگوں نے ننکا کی سمت نظر اٹھا کر دیکھنا بھی چھوڑ دیا۔

سردیوں کی وہ رات عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی یخ بستہ تھی۔ سرد ہوا کے جھونکوں اور سردی کی شدت نے پوری تحصیل کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ لوگوں نے سرشام ہی سے اپنے گھروں کے کھڑکی اور دروازے بند رکھے تھے۔ اسی رات اتفاق سے تحصیل کے ایک مشہور رئیس احمد خان کا جوان لڑکا جو کچھ عرصے سے بیمار تھا فوت ہو گیا۔ احمد خان کے گھر سے رونے دھونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو پاس پڑوس کے کچھ افراد بھی وہاں جمع ہو گئے۔ لوگوں کا مشورہ تھا کہ میت کو فجر کے بعد دفن کیا جائے لیکن خان صاحب پرانے خیال کے مالک تھے اس لئے وہ میت کو جلد از جلد سپرد خاک کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پرانے ملازم فضل خاں کو قبرستان روانہ کیا تاکہ وہ گورکن کو جا کر قبر تیار کرنے کی تاکید کر آئے اور فجر کی نماز کے ساتھ ہی نماز جنازہ ادا کر کے مردے کو دفنایا جا سکے۔

فضل خان بے حد پھرتیلا، نڈر اور بے خوف آدمی تھا اس لئے مالک کی ہدایت ملتے ہی جسم کو کمبل میں لپیٹ کر اس نے اپنی لاٹھی سنبھالی اور قبرستان جانے کے لئے روانہ ہو گیا۔ قبرستان کا فاصلہ احمد خان کے گھر سے تقریباً ایک میل تھا۔ لیکن مرگھٹ کی طرف سے ہو کر جانے کی صورت میں وہی راستہ گھٹ کر چار ساڑھے چار فرلانگ رہ جاتا تھا۔ سردی کی شدت اور موقع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے فضل خان نے مرگھٹ والے راستے ہی کو ترجیح دی--- یہی اس کی بھول تھی جس کا خمیازہ اسے بعد

میں بھٹکنا پڑا۔

فضل خان اسی علاقے میں پیدا ہوا تھا اس لئے تحصیل کے چپے چپے سے بخوبی واقف تھا۔ تمام راستے اس کے دیکھے بھالے تھے چنانچہ گھپ اندھیرے اور خوفناک تاریکی کے باوجود وہ جانے پہچانے راستے پر تیز تیز قدم اٹھاتا رہا۔ اس وقت فضل خان کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا۔۔۔ گورکن سے مل کر جلد از جلد قبر کی تیاری کی ہدایت دینا۔ شاید یہی وجہ تھی جو ننکا کا تصور اس کے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں ابھرا۔ وہ اپنی دھن میں مست کمبل کو پوری طرح جسم سے لپیٹے لمبے لمبے ڈگ بھر رہا تھا۔ لیکن مرگھٹ کے قریب پہنچ کر وہ اس طرح ٹھٹھک کر رک گیا جیسے کوئی ڈراؤنا اور بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔

وہ آواز کچھ ایسی ہی تھی جیسے کوئی مصیبت کا مارا سسکاری بھر رہا ہو۔ فضل خان اس آواز کو سن کر ہی اچانک رکا تھا۔ تاریکی کے باوجود کچھ فاصلے تک اس کی نظریں دیکھ سکتی تھیں۔ ایک لمحہ وہ اپنی جگہ کھڑا آواز کی سمت کا تعین کرتا رہا پھر اس کے پورے وجود میں خوف اور خطرے کی سرد لہر دوڑ گئی۔ ننکا اور مرگھٹ کا خیال ایک ساتھ فضل خان کے ذہن میں بجلی بن کر کوندا تھا۔ ایک ثانئے کے لئے اس نے سوچا کہ جہاں کھڑا ہے وہیں سے واپس لوٹ جائے لیکن ایک تو قبر کی تیاری کا خیال لاحق تھا اور دوسرے سسکاریوں کی وہ آواز تھی جس نے فضل خان کے قدموں کو جیسے زمین سے جکڑ دیا ہو۔ وہ آواز کی سمت کان لگائے سنتا رہا پھر اس خیال سے کہ شاید کوئی مصیبت کا مارا سردی میں ٹھٹھر کر موت سے آخری جنگ لڑ رہا ہو فضل خان کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو گئی۔ لاٹھی پر مضبوطی سے اپنی گرفت جما کر وہ آہستہ آہستہ آواز کی جانب قدم اٹھانے لگا مگر اس کے بعد اس کی نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ ہر چند کہ دھندلا تھا لیکن فضل خان کے ہوش اڑا دینے کے لئے بہت کافی تھا۔

سفید رنگ کی کوئی پانچ ساڑھے پانچ فٹ کی شے عین مرگھٹ کے درمیان مردوں کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ پر تڑپ رہی تھی اور کسی سیاہ رنگ کی عفریت نے اسے پوری طرح جکڑ رکھا تھا۔ سسکاریوں کی آواز عین اسی جگہ سے ابھر رہی تھی۔

فوری طور پر فضل خان کے ذہن میں ایک ہی خیال ابھرا۔ وہ کوئی سفید فام عورت تھی جسے کسی اجگر نما بڑے سانپ نے پوری طرح اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور عورت خوف اور دہشت سے سسکاریاں بھر رہی تھی۔ اس خیال کے پیش نظر فضل خان کسی ماہر شکاری کی طرح محتاط ہو گیا۔ کمبل اس کے ارادے میں حائل ہو سکتا تھا اس لئے اس نے سردی کی پرواہ کئے بغیر اسے آہستہ سے جسم سے علیحدہ کر کے زمین پر رکھ دیا اور دونوں ہاتھ لاٹھی پر جما کر آگے بڑھنے لگا۔ اب وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ اس کی نظریں پوری طرح متحرک چیزوں پر جمی ہوئی تھیں پھر یکلخت اس کے ذہن کو اس وقت دوسرا جھٹکا لگا جب ایک نسوانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ یہ جھٹکا کسی ننگے تاروں میں دوڑتے ہوئے کرنٹ سے زیادہ شدید اور ہولناک تھا۔

"تو دیوانہ ہو گیا ہے۔۔۔ ہم کو جانے دو' ملازم لوگ ہمارا انتظار کرتا ہو گا' بہت دیر ہو گیا۔" عورت کا لب و لہجہ بدیسی ہی تھا۔" فضل خان کو یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ سفید رنگ کی جو جاندار شے اسے مرگھٹ کی راکھ پر متحرک نظر آئی تھی وہ کوئی سفید فام عورت تھی۔۔۔"

"سندری' ننکا کی بانہوں میں سمٹ جانے کے بعد تمہیں کسی بات کی چنتا نہیں کرنی چاہئے۔"

ننکا کی آواز سنتے ہی فضل خان کی ساری دلیری اور مردانگی سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ وہ دہشت کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ موت کا بھیانک تصور اس کی پلکوں کے نیچے رقص کرنے لگا۔ فضل خان نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن جیسے کسی غیر مرئی قوت نے اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ ننکا کی آواز ابھرتے ہی سسکاریوں کی آواز تھم گئی تھی۔

"تم ہمارا کام کب کرے گا۔" عورت نے کہا۔ "ہنری اب ہمارا اوپر بہت بندی لگاتا۔"

"شانت ہو جاؤ۔۔۔" ننکا نے ایک بار پھر سسکاری بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ اب بہت جلد پرلوک سدھار جائے گا۔"

"گڈ۔۔۔" عورت نے خوشی کا اظہار کیا۔

فضل خان کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ تحصیل میں جب سے انگریز گورنر جنرل کی کوٹھی تعمیر ہوئی تھی سفید نسل کے دوسرے افراد بھی ادھر رہائش اختیار کرنے لگے تھے۔ سیاحوں کی آمدورفت میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی عام تھی کہ ننکا خوبصورت اور جوان لڑکیوں کا رسیا (شوقین) تھا۔ فضل خان ایسی دوچار لڑکیوں سے واقف بھی تھا جو کم حیثیت اور کم ذات ہونے کے باوجود ننکا کے دم خم کی وجہ سے سینہ تان کر اور سر اٹھا کر چلنے کی عادی تھیں لیکن یہ وقت ان باتوں کے سوچنے کا نہیں تھا۔

فضل خان کا پورا جسم سردی کی شدت کے باوجود پسینے سے شرابور ہونے لگا۔ موت کے بھیانک تصور نے اسے لرزہ براندام کر رکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت و جامد ننکا کی بلا ٹل جانے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ لاٹھی پر اس کی گرفت آہستہ آہستہ کمزور پڑ رہی تھی۔ پھر جب وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری تو ننکا اس کی آہٹ پا کر عورت کے جسم کو ایک طرف دھکا دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کیسا آواز تھا۔۔۔؟" عورت نے مدھم لہجے میں سوال کیا۔

ننکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اپنی شعلہ بار نظروں سے اُس سمت دیکھ رہا تھا جدھر فضل خاں موت کی دہشت سے کھڑا کانپ رہا تھا۔ اس کی خوفزدہ نظریں ننکا پر مذکور تھیں جو ننگ دھڑنگ حالت میں کچھ زیادہ مکروہ اور خوفناک نظر آ رہا تھا۔

"خان صاحب۔۔۔" اچانک ننکا نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "تم نے ننکا کے رنگ میں بھنگ گھول کر اچھا نہیں کیا۔۔۔"

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ قب۔۔۔ قبرس۔۔۔ قبرستان جا رہا تھا۔۔۔" فضل خان نے بھینی بھینی آواز میں ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ اسے حیرت تھی کہ ننکا نے گھپ اندھیرے کے باوجود اسے ایک لمحے میں کیسے شناخت کر لیا تھا۔

"میں تمہاری قبرستان جانے کی اچھا (خواہش) ضرور پوری کروں گا فضل

خان۔۔۔" ننکا نے کرخت اور سرد لہجے میں کہا۔ "پرنتو تمہیں بھی میرا ایک کام کرنا ہو گا۔۔۔"

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ تیار ہوں۔" فضل خان نے زندگی کی امید میں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"تم تو بڑے بلوان اور اونچے سروں میں بات کرنے کے عادی تھے۔۔۔" ننکا نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "ایک اشدھ (کم ذات) کے سامنے ہاتھ باندھتے تمہیں لاج نہیں آتی۔۔۔"

"مجھے تمہارے لئے کیا کرنا ہو گا۔" فضل خان نے خون کا گھونٹ پیتے ہوئے نرم آواز میں پوچھا۔

"سمے سمے کی بات ہے مہاراج۔۔۔" ننکا نے فضل خان کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے طنزاً کہا۔ "کل تک تم اس سیوک کو دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیا کرتے تھے اور آج تمہارے من میں دیا کی بھیک کروٹیں لے رہی ہے۔۔۔"

"ہو از دیٹ۔۔۔" عورت نے اپنی برہنگی کی پرواہ کئے بغیر ننکا کو مخاطب کیا۔ "اس کو اپنا کالا علم سے ختم کر دو' یہ زندہ رہا تو ہمارے لئے ڈینجر بن سکتا ہے۔۔۔"

"ڈین جر۔۔۔" ننکا نے حقارت سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ پھر یکلخت بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "بھاگ جاؤ فضل خان۔۔۔ میں تمہیں جانے کی آگیا (حکم) دے رہا ہوں پرنتو تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔۔۔ احمد خان اور اپنے مہان لوگوں سے کہنا کہ وہ ننکا کو تحصیل سے نکال پھینکنے کا وچار (خیال) دل سے نکال دیں ورنہ بھونچال آ جائے گا۔"

"کہہ دوں گا۔۔۔ ضرور کہہ دوں گا۔" فضل خان نے تیزی سے جواب دیا۔

"تمہارا بڑا ابکار (احسان) ہو گا سیوک پر۔" ننکا نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "میرا سندیس اپنے لوگوں تک پہنچانے کے بعد تم قبرستان چلے جانا۔۔۔"

فضل خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ننکا کی بات سن کر اس نے ایک لمحے کی

بھی دیر نہیں کی تیزی سے پلٹ کر گھر کی جانب دوڑ لگا دی۔ نکا کے خوفناک قہقہے او
عورت کے بولنے کی آواز دور تک اس کا تعاقب کرتی رہیں لیکن اس نے پلٹ کر
نہیں دیکھا۔

گھر پہنچ کر وہ دوبارہ احمد خان کے سامنے پیش ہوا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں
اڑ رہی تھیں۔ سانس لمبا لمبا چل رہا تھا۔ آنکھیں خوف اور دہشت کے مارے اپنے
حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ چہرے کی رنگت ہلدی کی مانند زرد نظر آ رہی تھی۔ جسم
بدستور پسینے سے شرابور تھا۔ کمرے میں موجود ہر شخص فضل خان کو تعجب سے دیکھ ر
تھا۔

"وہ۔۔۔۔وہ مل گیا تھا۔۔۔۔" فضل خان نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"وہ کون۔۔۔۔؟"

"نن۔۔۔نن۔۔۔ نکا۔" فضل خان نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"نکا۔" احمد خان دانت پیس کر بولے۔ "یہ کمبخت نکا تمہیں کہاں مل گیا؟"

"مالک نکا کو پتہ چل گیا ہے کہ ہم لوگ اسے تحصیل سے نکالنے کا سوچ رہے
ہیں۔" فضل خان نے کہا پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "آپ لوگ اس خیال کو ذہن سے نکال
دیں ورنہ اس کا کالا علم ہمیں ایک پل بھی چین نہیں لینے دے گا بھونچال آ جائے
گا۔"

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔؟" احمد خان غصے سے جھلا کر بولے۔ "وہ نیچ
ذات ہمارا کیا مقابلہ کرے گا۔"

"آپ نہیں جانتے مالک لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔۔۔ نکا کے
ہاتھ بہت لمبے ہیں، وہ۔۔۔ وہ۔۔۔۔"

فضل خان نے مرگھٹ پر جو کچھ دیکھا تھا اس کی تفصیل بیان کرنا چاہتا تھا مگر
اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی پھر اچانک وہ چکرا کر زمین پر گرا اور اس کے منہ
اور کانوں سے گاڑھا گاڑھا خون رسنے لگا۔ چند لمحوں کے اندر اس نے سب کی
موجودگی میں تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا پھر۔۔۔ کچھ دیر بعد اس کا پورا جسم جلے ہوئے

کوئلے کی مانند سیاہ پڑ گیا تھا۔

جو لوگ کمرے میں موجود تھے وہ پھٹی پھٹی نظروں سے فضل خان کے پراسرار
اور ہولناک انجام کو دیکھ رہے تھے۔ نکا کی شخصیت تحصیل کے مقامی لوگوں کے لئے
ہمیشہ بڑی پراسرار رہی تھی لیکن فضل خان کی دہشت ناک موت کے بعد ان کے دلوں
میں نکا کی جانب سے اور ہیبت بیٹھ گئی۔

احمد خان نے کسی نہ کسی طرح رات گزاری صبح بیٹے کو سپرد خاک کیا۔ کچھ
دنوں تک وہ چپ چپ رہے پھر ایک روز انہوں نے تحصیل سے نقل مکانی کا فیصلہ کر
لیا اور اپنا بوریا بستر سمیٹ کر مع کنبے کے الہ آباد منتقل ہو گئے۔ خان صاحب کی منتقلی
کی خبر تحصیل میں پھیلی تو نہ صرف یہ کہ لوگوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی بلکہ
نکا کے حوصلے بھی بلند ہو گئے۔ اب وہ اکثر بستی کے اندر بھی چکر لگانے لگا تھا۔

بے جا نہ ہو گا اگر یہاں ان پراسرار اور ہولناک واقعات میں سے چند ایک کا
ذکر کر دیا جائے جن کے باعث نکا کو نجس، ناپاک اور سفلی جیسے گندے اور غلیظ علم کا
ماہر سمجھا جانے لگا اور لوگ اس کے سائے سے بھی دور رہنے لگے۔

پہلا واقعہ تحصیل کے منشی فیاض کی بیوی کا تھا جو بے حد حسین اور نوجوان
تھی۔ اس کا نام یوں تو طاہرہ تھا لیکن اپنی ہم جولیوں میں وہ رانی کے نام سے پکاری
جاتی تھی۔ رانی کے بارے میں ایک بات یہ بھی مشہور تھی کہ وہ برٹش رسالے کے
ایک خوبرو حوالدار کے عشق میں مبتلا ہے لیکن رانی کا تعلق چونکہ غریب خاندان سے
تھا اس لئے جب منشی فیاض کا رشتہ آیا تو اس کے گھر والوں نے اسے خوشی خوشی
منظور کر لیا۔ رانی اس شادی پر خوش نہیں تھی۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس کی اور
منشی فیاض کی عمروں میں خاصہ فرق تھا۔ دوسرے نوجوان اور گورے چٹے سفید فام
حولدار کے عشق نے اسے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ منشی فیاض کے ساتھ شادی ہونے کے
بعد وہ کچھ عرصے تو دل پر جبر کر کے اسے برداشت کرتی رہی پھر اس نے چوری چھپے
حولدار سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ منشی فیاض کو ان خفیہ ملاقاتوں کا علم ہوا تو ان کی
غیرت کو جوش آیا۔ ایک دو بار تو انہوں نے رانی کو سخت سست لہجے میں تنبیہہ کی کہ

وہ اپنی بیہودہ حرکتوں سے باز آ جائے پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ رانی ان کے منع کرنے کے باوجود چھپ چھپ کر اپنے عشق کی پینگیں بڑھا رہی ہے تو انہوں نے جلال میں آکر رانی کو بری طرح زدوکوب کیا اور یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اب اس نے حوالدار سے ملنے کی کوشش کی تو وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیں گے لیکن جس روز منشی فیاض نے رانی کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی تھی اس کے تین روز بعد ہی وہ خود اپنے کمرے میں مردہ پائے گئے۔

موت کا علم سب سے پہلے مرحوم کے چھوٹے بھائی کو ہوا۔ اس نے پولیس کو جو بیان دیا اس کے مطابق جب دن چڑھے تک مرحوم اپنی خوابگاہ سے باہر نہیں نکلا تو اسے تشویش لاحق ہوئی۔ اس نے بھائی کو آوازیں دیں۔ خوابگاہ کا دروازہ پیٹا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا پھر جب اس نے بمشکل دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوا تو منشی فیاض اپنے بستر پر مردہ حالت میں پائے گئے۔ پولیس اور چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق منشی فیاض کے جسم کا بیشتر گوشت غائب ہو چکا تھا اور جگہ جگہ جسم کی ہڈیاں جھانک رہی تھیں۔ بدن پر نیل کے گہرے دھبے بھی موجود تھے۔ سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ خواب گاہ کی تمام کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ سوائے ایک روشندان کے ٹوٹے ہوئے شیشے کے تمام چیزیں اصلی حالت میں اپنی اپنی جگہ موجود تھیں۔ لاش کے قریب ایک کوری ہانڈی کے ٹکڑے بھی بکھرے ملے تھے۔ کمرے میں اس قدر تعفن تھا کہ وہاں دو گھڑی رکنا بھی محال تھا۔ دوسری سب سے تعجب خیز بات یہ تھی کہ رانی خوابگاہ میں موجود نہیں تھی۔

منشی فیاض کا بھائی اس حادثے سے اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ بعد میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ مرحوم کی تجہیزو تکفین کے دوسرے روز یہ خبر پوری تحصیل میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ رانی اور برٹش رسالے کا حولدار دونوں فرار ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ منشی فیاض کی موت میں حوالدار کا ہاتھ شامل ہے۔ اکثر لوگوں کا شبہ تھا کہ مرحوم کی پراسرار موت میں ننکا کی خباثت کو بھی دخل حاصل ہے۔ کوری ہانڈی کے ٹکڑے سفلی کے گندے اور غلیظ علم کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

چنانچہ لوگوں نے یہی تصور کیا کہ ننکا نے اپنے سفلی عمل کے ذریعہ منشی فیاض کو ہولناک انجام سے دوچار کر دیا۔ دو ایک لوگوں نے دبی دبی زبان میں یہ اقرار بھی کیا کہ مرحوم کی عبرتناک موت سے ایک روز قبل انہوں نے رات کے اندھیرے میں رانی کو ننکا کے ساتھ راز و نیاز کرتے دیکھا تھا لیکن وہ خوف کی وجہ سے پولیس کو یہ بیان دینے پر آمادہ نہیں تھے۔ چنانچہ کسی ٹھوس ثبوت کی عدم موجودگی میں ننکا کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی ممکن نہیں تھی۔

دوسرا واقعہ بھی کچھ اسی نوعیت کا تھا۔ اس بار تحصیل کی ایک بدنام عورت کی خاطر اس کے ایک ایسے چاہنے والے کو "کوری ہانڈی" کا شکار ہونا پڑا جو آئے دن اس عورت کو پریشان کیا کرتا تھا اور دھونس دھڑلے سے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کا خواہش مند تھا۔ عورت کے تعلقات ننکا سے بھی تھے۔ چنانچہ اس حادثے کے بعد لوگوں کا شبہ بڑی حد تک اس یقین میں بدل گیا کہ ننکا ہی نے اپنے سفلی عمل کی "ناپاک ہانڈی" سے اپنی داشتہ کے چاہنے والے کو اس کی شکایت پر موت کا شکار بنایا تھا۔ اس واقعے سے ساری تحصیل میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ پہلی بار مقامی لوگوں کی بڑی تعداد نے ننکا کے خلاف آواز بلند کی مگر جس عورت کی خاطر قتل ہوا تھا اس کے تعلقات برٹش گورنمنٹ کے چند ایک بڑے افسروں سے بھی تھے لہٰذا اس بار بھی ننکا تحصیل والوں کے عتاب کا نشانہ بننے سے بال بال بچ گیا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ اب ننکا نے بستی میں چکر لگانا تقریباً بند کر دیا تھا لیکن اس کی دہشت بہرحال کسی وبائی مرض کی طرح تحصیل کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی۔

تیسرا واقعہ ایسی نوعیت کا تھا جس نے تحصیل میں بسنے والے مسلمانوں کو خاص طور پر بے حد مشتعل کر دیا۔ اس واقعہ کا تعلق ایک ایسے شخص سے تھا جو تعویذ گنڈے کرنے میں خاصہ مشہور تھا۔ ایک موقع پر اس نے اپنے عقیدت مندوں کی موجودگی میں ننکا کو نہ صرف یہ کہ مغلظات گالیوں سے نوازا بلکہ یہاں تک دعویٰ کر بیٹھا کہ اگر وہ چاہے تو ننکا کو بھی اپنے تعویذ گنڈوں کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ کچھ دل جلوں نے عامل کو اس بات پر اکسایا کہ وہ ننکا کے گندے وجود سے

تحصیل کو پاک کر دے۔ عامل نے حسب معمول ننکا کو ہلاک کرنے کی خاطر ایک بڑی رقم کا مطالبہ کیا جس کی وصولیابی کے بعد اس نے بے حد یقین سے کہا تھا کہ سات روز کے اندر اندر ننکا خارش زدہ کتوں جیسی موت مر جائے گا۔ یہ خبر غالباً کسی طرح ننکا کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ننکا عامل کی بات سن کر بڑے مکروہ انداز میں مسکرایا تھا۔

بستی کے لوگ عامل کی یقین دہانی کے بعد ننکا کی موت کے انتظار میں ایک ایک دن کا شمار کر رہے تھے مگر جو کچھ ہوا وہ ان کی توقع کے برعکس تھا۔ عامل کے کیئے ہوئے دعوے کے ٹھیک سات روز بعد لوگوں نے خود عامل کو اس کی بیٹھک میں مردہ پایا۔ اس بار لاش کے آس پاس کوری ہانڈی کے ٹکڑے نہیں ملے البتہ پرانے صندوق سے آٹے کا بناہوا ایک پتلا ملا جس کی بے ہنگم شکل عامل سے بڑی حد تک ملتی جلتی تھی۔ پتلے کے سر اور سینے کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر سوئیاں چبھی ہوئی ملی تھیں۔ بعد میں جب پولس نے عامل کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرایا تو مرنے والے کے جسم کے اندر سے بھی اتنی ہی سوئیاں سر اور سینے کے علاوہ دوسرے حصوں سے برآمد ہوئیں جتنی آٹے کے بنے ہوئے پتلے سے دریافت کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ایسے حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعات رونما ہوئے جنھوں نے تحصیل میں آباد لوگوں کے دلوں پر ایسی دہشت طاری کر دی کہ وہ کسی اچانک حادثے کے خوف سے ننکا سے دور دور رہنے لگے اور ننکا تحصیل میں کسی شیطان کی طرح مشہور ہو گیا۔ کچھ ضعیف الاعتقاد لوگوں نے ننکا کے بارے میں ڈرتے ڈرتے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ ننکا بذات خود کسی گنہگار مردے کی بدروح ہے جو ابھی تک کسی خاص مقصد کے حصول کی خاطر چنار گڑھ میں بھٹکتی پھر رہی ہے ——!!



شرافت حسین نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر بہت کم مدت میں اپنے دفتری امور پر قابو پا لیا۔ چنار گڑھ آنے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے تحصیل کے چپے چپے کا تفصیلی دورہ کیا۔ پھر دفتر کی طرف توجہ دی۔ تمام ریکارڈ کو چیک کیا اور سختی سے حکم دیا کہ ہر کام کو نہایت محتاط انداز اور کم سے کم وقت میں نپٹانے کی کوشش کی جائے تاکہ عوام کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

شرافت حسین نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ ان سے پیشتر جو نائب تحصیلدار ان کی جگہ تعینات تھا اس نے دو اور دو چار کرنے کی لالچ میں دفتری عملے کو خاصی ڈھیل دے رکھی تھی جس کی وجہ سے کارندوں کے مزاج میں خودمختاری آگئی تھی۔ شرافت حسین نے اس سلسلے میں بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا۔ وہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے کچھ دنوں تک تو عملے کی کھینچا تانی کی پھر اپنے رویئے میں تھوڑی سی لچک پیدا کر دی اس کے علاوہ انہوں نے اپنے عملے کو وہ مراعات بھی دلوائیں جو اس سے پیشتر نہیں ملتی تھیں۔ افسر اور ماتحت کے مابین جو فاصلہ ہونا چاہئے وہ انہوں نے قائم رکھا لیکن جن خطوط پر انہوں نے عملے کے ایک ایک فرد کو اکیلے میں بلا کر ان کی دشواریوں کا جائزہ لیا اور حتی الامکان اس کا تدارک کیا اس نے عملے کو بہت جلد شرافت حسین کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

عاصم بیگ جو تمام عملے کا انچارج تھا اس کو شرافت حسین نے خاص طور پر خود سے بہت قریب رکھا تھا لیکن یہ بات عاصم بیگ بھی سمجھ رہا تھا کہ جس روز اس نے اپنی حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کی وہ بھی شرافت حسین کے عتاب کا شکار ہو جائے

گا۔ بظاہر وہ ایک محنتی اور نیک آدمی تھا۔ تحصیل کا پرانا ملازم تھا اس لئے اپنے کام پر خاصہ عبور رکھتا تھا۔ دفتری امور سے متعلق تمام نشیب و فراز سے واقف تھا۔ عملے کے افراد بھی اسے پسند کرتے تھے۔ تحصیل کے صاحب جائیداد اور معتبر افراد نے بھی کبھی اس کی شکایت نہیں کی تھی لیکن جہاں اس میں بے شمار خوبیاں تھیں وہاں کچھ کمزوریاں بھی تھیں۔

عاصم بیگ وقت کو دیکھ کر چلنے کا عادی تھا۔ نائب تحصیلدار کو خوش رکھنا اس کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ چنانچہ وہ ہر نئے آنے والے نائب تحصیلدار کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر خود کو بھی اسی کے سانچے میں ڈھال لینے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس کی حتی الامکان کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ اپنا ہاتھ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور صاف رکھے لیکن ایک بار وہ نائب تحصیلدار کے عتاب سے بچنے کی خاطر نہ چاہنے کے باوجود مجبوراً ایک ایسی غلطی کر بیٹھا تھا جو کسی کے علم میں تو نہیں آ سکی تھی لیکن خود عاصم بیگ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ جس روز اس کی غلطی افسران بالا کی نظروں میں آ گئی اس روز اس کی بنی بنائی عزت دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔ چنانچہ وہ ہر وقت بے حد محتاط رہنے کا عادی تھا۔۔۔۔ اس کی پوری پوری کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ اپنی کارکردگی سے ہر نئے آنے والے افسر کو پوری طرح مطمئن کرے اور اس کو ٹھیس پہنچا کر شکایت کا کوئی موقع نہ دے۔

چنار گڑھ آنے کے بعد شرافت حسین نے پہلے کام کو ترجیح دی پھر ہر طرف سے مطمئن ہونے کے بعد انہوں نے اپنی بیوی حسنہ اور بچے کو جسے پیار سے ببلو کہا جاتا تھا اسے پاس بلوا لیا اور اپنے کاموں میں پوری تندہی سے مصروف ہو گئے۔ چنار گڑھ میں تعیناتی سے قبل ان کے انگریز افسر نے اپنے دفتر بلا کر کچھ خاص ہدایتیں دی تھیں۔ ان ہدایات کے پیش نظر شرافت حسین نے ریاست میں بسنے والے سفید فام غیر ملکیوں کے ساتھ اپنا رویہ نرم ہی رکھا۔ عاصم بیگ کے تعاون سے انہوں نے خاص طور پر ان بدیسیوں کی فہرست بھی تیار کرا لی تھی جن کا تعلق یا تو ہندوستان کے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کی چنار گڑھ میں واقع ذاتی کوٹھی سے تھا یا کوٹھی میں بسنے

والوں سے ان کے تعلقات بہت زیادہ تھے۔

غرضیکہ ایک سال کی انتھک محنت کے بعد شرافت حسین اپنے حسن سلوک، مردانہ وجاہت اور کارکردگی کے سبب نہ صرف عملے کے افراد میں مقبول ہو چکے تھے بلکہ ریاست میں بھی ہر کوئی ان کو جاننے لگا تھا۔ ان باتوں میں شرافت حسین کی دور اندیشی اور حکمت عملی کو خاص دخل تھا۔

حکومت نے ندی کے بڑے میدان کے عین سامنے والی کوٹھی جو کم و بیش گیارہ کمروں پر مشتمل تھی شرافت حسین کو رہائش کی خاطر دی تھی۔ پہلا تحصیلدار کوٹھی میں عیش کرتا تھا اور دفتر کا عملہ تقریباً دو میل دور اپنے دفتر میں بیٹھا من مانی کیا کرتا تھا۔ شرافت حسین نے نہایت تدبر سے کام لیتے ہوئے اپنی رہائشی کوٹھی کے بائیں جانب والے چار کمرے دفتر کے لئے وقف کر دیئے۔ سامنے والے چار کمرے اپنے مصرف میں رکھے اور عقبی حصے میں واقع تین کمروں کو ملازمین اور اسٹور روم کے لئے رہنے دیا۔ اس حکمت عملی سے جہاں ریاست کے صاحب جائیداد افراد کو آسانیاں میسر ہوئیں وہیں خود شرافت حسین کو بے شمار سہولتیں میسر آ گئی تھیں۔ دفتر ساتھ ہونے سے ایک تو انہیں عملے کی کارکردگی کے بارے میں پل پل کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ اب متعلقہ لوگوں کو دفتر اور نائب تحصیلدار کے گھر کے چکر علیحدہ علیحدہ نہیں لگانے پڑتے تھے۔ ان کا سارا کام ایک ہی عمارت کی چھت تلے نپٹ جاتا تھا۔ اور تیسری سب سے بڑی آسانی یہ تھی کہ شرافت حسین ایک ہی وقت میں دفتر اور گھر دونوں سے قریب ہو گئے۔ اس کے علاوہ شرافت حسین چونکہ پابندی وقت کے عادی تھے اس لئے ان کی دیکھا دیکھی عملے کے افراد بھی وقت کی پابندی کرنے لگے تھے۔

دفتری عملے کے افراد میں ہندو اور مسلم دونوں ہی ذات برادری کے افراد کام کرتے تھے۔ شرافت حسین کا طرز عمل ان سب کے ساتھ یکساں تھا۔ وہ ہر شخص کو ایک نگاہ سے دیکھنے کے عادی تھے۔ البتہ جس کی کارکردگی بہتر ہوتی تھی اس کی تعریف کھل کر کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ ذاتی طور پر بھی وہ بہت محنتی افسر تھے۔ اس

لئے ماتحت عملہ بھی اپنے کاموں میں غفلت نہیں برتتا تھا۔

اس وقت بھی شرافت حسین اپنے دفتر میں بیٹھے ایک جائیداد کی فائل کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یہ جائیداد ایک بدیسی کی تھی۔ فائل میں موجود کاغذات کے مطابق جائیداد کا مالک تمام حکومتی ٹیکس بڑی پابندی سے بھرتا تھا۔ شرافت حسین ایک ایک کاغذ کا بغور مطالعہ کرتے رہے پھر کسی خیال کے تحت انہوں نے گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کیا اور عاصم بیگ کو بلانے کی ہدایت کر کے سگریٹ سلگانے میں مصروف ہو گئے۔ کچھ دیر بعد عاصم بیگ کمرے میں داخل ہوا تو شرافت حسین نے اسے سب سے پہلے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر بولے۔

"میں ابھی مسٹر ہنری کی فائل دیکھ رہا تھا۔ کیا یہ وہی مسٹر ہنری ہیں جو گورنر جنرل کی کوٹھی کے نگران اعلیٰ بھی ہیں؟"

"جی ہاں۔۔۔" عاصم بیگ نے تیزی سے جواب دیا لیکن نہ جانے کیوں وہ اپنی کرسی پر کسمسانے لگا تھا۔

"حیرت ہے۔۔۔" شرافت حسین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہنری کو تو میری اطلاع کے مطابق گورنر جنرل ہاؤس میں بھی رہائش کے لئے ایک پورا انکسی ملی ہوئی ہے پھر ان کو علیحدہ کوٹھی بنوانے کی کیا مصیبت پیش آ گئی تھی۔"

"یہ سوال ان سے کون کر سکتا ہے جناب!" عاصم بیگ نے دبی زبان میں کہا۔

"آپ تو جانتے ہیں کہ تحصیل میں سفید چمڑی والوں کو کتنی سہولتیں میسر ہیں۔"

"کیا یہ کوٹھی خالی پڑی رہتی ہے یا اس میں کوئی رہتا بھی ہے۔۔۔؟"

"مسٹر ہنری نے یہ کوٹھی خاص طور پر اپنی وائف مارٹینا کی خواہش پر تعمیر کرائی تھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" شرافت حسین نے چونک کر پوچھا۔ "کیا مسٹر ہنری اور مارٹینا علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔"

"ان کی مرضی پر منحصر ہے جناب۔۔۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" عاصم بیگ نے جواب دیا پھر سنبھل کر بولے۔ "میں یقین سے کچھ کہہ نہیں سکتا سوائے اس کے کہ

مسٹر ہنری محصولات کی ادائیگی کے معاملے میں پابندی کے قائل ہیں۔۔۔"

"عاصم بیگ۔۔۔" شرافت حسین نے عاصم بیگ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے جناب۔۔۔" عاصم بیگ نے تیزی سے جواب دیا۔ "فائل آپ کے سامنے موجود ہے' آپ چاہیں تو میں رجسٹر اور ضروری رسیدیں بھی پیش کر سکتا ہوں۔۔۔"

"میں فائل اور رجسٹر کی بات نہیں کر رہا مائی ڈیر مسٹر عاصم۔" شرافت حسین نے مسکرا کر بے تکلفی سے کہا۔ "میں آپ سے مسٹر ہنری اور مارٹینا کی نجی زندگی کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں۔"

"انگریزوں کی نجی زندگی تو کھلی کتاب کی مانند ہوتی ہے۔ جناب! مجھ سے بہتر آپ جانتے ہوں گے۔" عاصم بیگ نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ کوٹھی مسٹر ہنری نے خود اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی تھی۔ کوٹھی میں کون رہتا ہے؟ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔"

"کیا مارٹینا اچھے کردار کی مالک نہیں ہے۔۔۔؟" شرافت حسین نے اس بار قدرے مدھم اور معنی خیز انداز میں دریافت کیا۔

"مم۔۔۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب۔" عاصم بیگ کا گڑبڑا جانا قدرتی امر تھا۔ شرافت حسین نے ایک سال کے عرصے میں پہلے کبھی اتنی بے تکلفی سے بات نہیں کی تھی۔

"آپ کو مارٹینا کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے یا آپ کچھ بتانا نہیں چاہتے۔۔۔؟" شرافت حسین نے چبھتا ہوا انداز اختیار کیا۔

"مم۔۔۔ مجھے' کچھ نہیں معلوم جناب۔۔۔"

"ننکا کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔۔۔؟"

ننکا کا نام شرافت حسین کی زبانی سن کر عاصم بیگ کا دل بڑی شدت سے دھڑکنے لگا۔ ان کے چہرے پر خوف اور دہشت کے مارے پسینے کے قطرے جھلملانے

لگے۔ انہیں علم تھا کہ ننکا پراسرار اور شیطانی قوتوں کا مالک ہے اور ریاست کے کئی گھروں میں چوری چھپے ہونے والی باتیں بھی حیرت انگیز طور پر اس کے علم میں آجاتی تھیں۔

عاصم بیگ نے اپنی نظروں سے تو نہیں دیکھا تھا لیکن دوسروں کی زبان اڑتی پڑتی یہ خبران کے کانوں تک بھی پہنچی تھی کہ ننکا نے دوسری عورتوں کی طرح مارٹینا کو بھی اپنے ہوس کے جال میں پھانس رکھا ہے چنانچہ مارٹینا کے بعد شرافت حسین نے ننکا کا ذکر چھیڑا تو عاصم بیگ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ تعویذ گنڈے کرنے والے عامل کی پراسرار موت کے بعد سے لوگ اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی گھبرانے لگے تھے۔

"کیا بات ہے مسٹر عاصم۔۔۔" شرافت حسین نے مسکراتے ہوئے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا آپ بھی ننکا کو کوئی گندی بلا یا بھوت پریت سمجھتے ہیں۔۔۔؟"

"میں آپ کو بھی یہی مشورہ دوں گا کہ آپ اس منحوس کا خیال ذہن سے نکال دیں۔" عاصم بیگ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "وہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ آپ نے مقامی لوگوں سے اس کے بارے میں تھوڑا بہت ضرور سن رکھا ہو گا۔ انتہائی گندا، پلید اور عجیب الخلقت شخصیت کا مالک ہے۔ ریاست کے لوگ بھی اسے پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتے۔ اس کا نام لیتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔۔۔"

شرافت حسین جواب میں کچھ کہنا چاہتے تھے کہ چپراسی نے اندر داخل ہو کر کسی عابد حسین کے نام کی پرچی ان کے سامنے رکھ دی۔ شرافت حسین نے پرچی پر نظر ڈالی پھر عاصم بیگ سے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہ عابد حسین کون ہیں۔۔۔؟"

"میں اگر غلطی پر نہیں ہوں تو عابد حسین صاحب ہمارے قریب والی مسجد کے موذن ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی کام کی غرض سے تشریف لائے ہوں۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" شرافت حسین نے چپراسی سے کہا۔ "جن صاحب نے پرچی دی ہے انہیں اندر بلا لو۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" عاصم بیگ نے اٹھتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ پھر شرافت حسین کا جواب سنے بغیر ہی تیزی سے قدم بڑھاتے کمرے سے باہر نکل گئے۔ ننکا کے ذکر نے ہی ان کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

عاصم بیگ کے جانے کے بعد جو صاحب اندر داخل ہوئے انہیں دیکھ کر شرافت حسین احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس لئے کہ وہ صورت آشنا تھے۔ شرافت حسین اور ان کی ایک دو سرسری ملاقاتیں اس قریب والی مسجد ہی میں ہوئی تھیں جہاں عابد حسین موذن کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ اس وقت تنہا نہیں تھے ان کے ساتھ پندرہ سولہ سال کا ایک لڑکا بھی تھا جو صورت شکل ہی سے انتہائی مصیبت زدہ اور مفلوک الحال لگ رہا تھا۔ اس کے بدن پر نظر آنے والے میلے کپڑے بھی اس کی غربت کی ترجمانی کر رہے تھے۔

"تشریف رکھئے عابد حسین صاحب۔۔۔" شرافت حسین نے عابد حسین کو بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر ان سے مصافحہ کر کے خود بھی بیٹھتے ہوئے بولے۔ "اور فرمائیے۔۔۔ کیسے زحمت کی۔۔۔؟"

"اس بچے کو آپ کی خدمت کے لئے لایا ہوں۔" عابد حسین نے لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بڑی نوازش آپ کی لیکن مجھے تو پہلے ہی سرکار کی جانب سے ڈرائیور، خانسامہ، چوکیدار اور اوپر کا کام کرنے کے لئے ملازمین ملے ہوئے ہیں۔۔۔"

"یہ یتیم اور مسکین بچہ ہے۔ میرے محترم۔" عابد حسین نے بڑی عاجزی سے لڑکے کی سفارش کی۔ "اسے اپنے والدین کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں ہے۔ ایک ہفتے پہلے کہیں سے بھٹکتا بھٹکتا میرے پاس پہنچ گیا۔ کئی روز کا بھوکا لگ رہا تھا، میں نے ترس کھا کر کھانا دے دیا۔ جب سے میرے دروازے پر ہی پڑا رہتا ہے۔ میں اپنی قلیل تنخواہ میں اس کا بوجھ برداشت کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ اگر ترس کھا کر اپنے گھر میں جگہ دے دیں تو یہ بغیر تنخواہ کے دو وقت کی روٹی ملنے پر بھی آپ کے بیوی بچوں کی خدمت کرتا رہے گا۔ بصورت دیگر مجھے اسے کسی یتیم خانے کے حوالے کرنا

پڑے گا۔"

شرافت حسین نے لڑکے کی طرف غور سے دیکھا جو سر جھکائے مسمی صورت بنائے اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کا منتظر تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاموش التجا تھی۔ شرافت حسین کو اس کی بے بسی اور بے کسی پر رحم آگیا۔ فوری طور پر ان کے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ خدمت گزار (سرکاری ملازم جو عمر میں بڑا تھا) کے مقابلے میں وہ لڑکا گھر کے اندرونی کام کاج کے لئے مناسب رہے گا چنانچہ انہوں نے براہ راست لڑکے سے سوال کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے——"

"ہسپتال والے مجھے بستو کے نام سے پکارتے تھے۔" لڑکے نے سہمے انداز میں جو دیا۔ "ہو سکتا ہے یہی میرا نام ہو۔"

"تم ہسپتال کیوں گئے تھے——؟" شرافت حسین نے لڑکے کے جواب سے متاثر ہو کر دریافت کیا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے جناب——" لڑکے نے اس بار رندھی ہوئی آواز میں بسورتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ میرے ماں باپ کہاں ہیں—— ہیں بھی یا نہیں؟ صرف اتنا یاد ہے کہ جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال کے بستر پر پڑا تھا۔"

"میرے یہاں کام کرو گے——؟" شرافت نے مسکرا کر شفقت کا اظہار کیا۔

"آپ جو کہیں گے—— وہی کروں گا۔" لڑکے نے ہاتھ جوڑ کر درد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

شرافت حسین نے دفتر کے ایک کارندے کو طلب کر کے کچھ روپے جیب سے نکال کر دیئے اور انگریزی میں ہدایت دی کہ وہ اس لڑکے کو لے جا کر اس کا حلیہ وغیرہ درست کرائے اور پہننے کی خاطر ایک دو مناسب تیار شدہ جوڑے بھی خرید لے۔

"خدا آپ کو کسی بے یارو مددگار اور یتیم و یسیر کی مدد کرنے پر اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔" عابد حسین نے بستو کے جانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر شرافت حسین کے حق میں دعا کی پھر بولے۔ "میرا خیال ہے کہ یہ بچہ یا تو اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے یا

کسی اندوہناک حادثے کا شکار ہو کر اپنے والدین سے بچھڑ گیا ہے——"

"دونوں ہی صورتوں میں آپ اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ لڑکا آپ کی وساطت سے مجھ تک پہنچا ہے۔ میں نے اسے کہیں سے اغواء نہیں کرایا——" شرافت حسین نے اپنی بذلہ سنجی کا ثبوت پیش کیا تو عابد حسین بھی زیر لب مسکرا دیئے۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے—— چاء یا ٹھنڈا۔"

"فی الحال میں اجازت چاہوں گا۔" عابد حسین نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے جس انداز میں میری بات رکھ لی میں اس کے لئے آپ کا بیحد شکر گزار ہوں۔"

"میں آپ سے ایک بات اور دریافت کرنا چاہوں گا——"

"فرمائیے——" عابد حسین نے بڑی انکساری کا اظہار کیا۔ آپ جیسے خدا ترس انسان کے لئے اگر میں کسی کام آسکا تو یہ بھی میرے لئے سعادت ہو گی۔"

"پہلے وعدہ کیجئے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے——"

"آپ کا کیا اندازہ ہے——؟ کیا میں آپ کی خدمت سے گریز کروں گا——؟" عابد حسین نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"بات اندازے کی نہیں بلکہ ایک ممکنہ شبہے کی ہے——"

"شبہ——" عابد حسین چونکے۔ "میں جناب کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"دراصل میں آپ سے نکا کے بارے میں——"

"لاحول ولاقوۃ——" عابد حسین نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "آپ بھی کس ملعون، نابکار اور کافر کا ذکر لے بیٹھے۔ میرا مشورہ ہے کہ خدا سے توبہ کیجئے اور نکا کے سائے سے بھی دور رہنے کی کوشش کیجئے۔ وہ کوئی انسان نہیں—— کسی ہندو مردے کی گنہگار بھٹکتی ہوئی بدروح ہے جسے شاید جہنم کی آگ نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا—— لعنت بھیجتے رہا کیجئے اس کم ذات کے نام پر اور استغفار پڑھا کیجئے—— خدا ہم سب کو اس کے گندے اور غلیظ عمل سے اپنے حفظ و امان میں رکھے——"

عابد حسین اپنا جملہ مکمل کرتے ہوئے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے تو

شرافت حسین کچھ دیر تک خاموش بیٹھے بڑی سنجیدگی سے خلاؤں میں گھورتے رہے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی اہم گتھی کے سلسلے میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ پھر وہ اس طرح چونکے تھے جیسے کوئی جرم کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہوں۔ انہوں نے تیزی سے نظریں گھما کر اطراف کا جائزہ لیا۔ کمرے میں اس وقت ان کے سوا کوئی دوسرا شخص موجود نہیں تھا۔

شرافت حسین نے جیب سے رومال نکال کر پیشانی پر ابھر آنے والے پسینے کے قطروں کو صاف کیا پھر جلدی سے ایک اور فائل اٹھا کر اس کی ورق گردانی میں مشغول ہو گئے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے دل کی دھڑکنیں پوری طرح ان کے قابو میں نہیں آ سکی تھیں۔ ان کے ذہن میں بدستور کوئی خیال اپنی جڑیں مضبوط کر رہا تھا۔



وہ رات خاصی تیرہ و تاریک اور بلاخیز تھی۔ بارش اور طوفانی ہواؤں نے چنار گڑھ کے باسیوں کو سرشام سے ہی اپنے اپنے گھروں میں دروازے کھڑکیاں بند کر کے بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہوا کے جھکڑ اس طرح شور مچاتے پھر رہے تھے جیسے پوری ریاست پر خطرناک بلاؤں اور بدروحوں نے یلغار کر دی ہو۔

اس وقت رات کے گیارہ کا عمل تھا۔ ننکا اپنی ہیبت ناک رہائش گاہ کے ایک کمرے میں منڈل کے درمیان آلتی پالتی مارے آنکھ سختی سے بند کئے بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی نظر آ رہی تھی۔ باقی حصوں پر بھبھوت ملا ہوا تھا۔ ماتھے اور پیشانی پر اس نے سفید اور سرخ رنگوں سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رکھی تھیں۔ منڈل میں اس کے قدموں کے قریب ایک سال خوردہ انسانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔

کمرے میں صرف ایک دیا روشن تھا جس کی لو کی کپکپاہٹ درودیوار پر بڑے ہولناک اور دہشت ناک مناظر کو جنم دے رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے سے ننکا اسی حالت میں کسی بے جان مجسمے کی مانند آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ صرف اس کے ہونٹ متحرک تھے جن کی جنبش کبھی سست رفتار ہو جاتی اور کبھی شدت اختیار کر لیتی۔ اس کا

انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت کسی جنتر منتر کا ورد کر رہا تھا۔ اس کے سیاہ جسم پر سفید اور سرخ لکیروں کے علاوہ جلی ہوئی راکھ نے اس کی شخصیت کو پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ مکروہ اور ہولناک بنا دیا تھا۔

وہ پوری طرح اپنے گیان دھیان یا کسی گندے عمل میں مکمل طور پر غرق تھا۔ بتدریج اس کے ہونٹوں کی جنبش طوفانی شکل اختیار کرنے لگی۔ اب اس کے بدبدانے کی مدھم مدھم آواز بھی کمرے کے پراسرار ماحول میں آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی۔ پھر یکلخت اس کے ہونٹ ساکت ہو گئے۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں جو کسی دہکتے ہوئے الاؤ کی طرح خوفناک اور روشن نظر آ رہی تھیں۔ اس کی نگاہوں کا مرکز وہی انسانی کھوپڑی تھی جو اس کے سامنے منڈل کے اندر رکھی ہوئی تھی۔ تادیر وہ کھوپڑی کو ٹکٹکی باندھے گھورتا رہا پھر اس کے غلیظ ہونٹوں پر ایک مکروہ مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی۔ اس نے بدستور کھوپڑی کو گھورتے ہوئے بڑے پیار بھرے انداز میں کہا۔

"آج پورے پانچ سال بعد پھر وہی بھیانک رات آ گئی جب میں نے پورے تن من دھن سے جمنا کو اپنے من کی رانی بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پرنتو تو ننکا کے راستے کی دیوار بن گئی تھی۔ ننکا کی آواز میں حقارت کا پہلو اچانک بڑی شدت سے اجاگر ہوا۔ تجھے یاد ہے نا شوالی تو نے جمنا کے لئے کیا سپنے بنے تھے ـــــ تو جمنا کو کرم چندر کے چرنوں میں ڈال کر تیرتھ یاترا جانے کا سوچ رہی تھی ـــــ کیول اس لئے کہ کرم چندر کے پاس مایا تھی ـــــ اس حرام کے تخم نے تجھے کسی ویشیا کے شریر کے انوسار دام چکا کر خرید لیا تھا ـــــ تیرے منہ میں اس سمے کرم چندر کی زبان بول رہی تھی ـــــ تو نے ننکا کو اشدھ اور بھکاری کہہ کر دھتکار دیا تھا ـــــ دھن کی خاطر تو نے ننکا کے سودوں کو لات ماری تھی ـــــ یاد ہے تجھے شوالی تو نے ننکا کو چمار کہہ کر اس کا اپمان (بے عزتی) کیا تھا ـــــ"

ننکا کے چہرے پر خوفناک بلاؤں کا رقص تیز ہو گیا۔ اس نے حقارت سے چیخ کر کھوپڑی کو مخاطب کیا۔ "کہاں گئے تیرے سپنے ـــــ کدھر کھو گیا تیرا من بھاتا کرم

چندر۔۔۔۔ خود تیرا انت (خاتمہ) کتنا بھیانک ہوا۔ تیری تریاہٹ نے سب کچھ ناس کر دیا۔۔۔ تو نے نکا کا اپمان کیا تھا۔۔۔۔ تو بھول گئی تھی پاپن کہ نکا کی شکتی اپرم پار ہے۔ تو نے نکا کے قہر کو آواز دی تھی اور۔۔۔۔ نکا نے جوش میں آکر اپنی شکتی کے بل بوتے پر سب کچھ جلا کر بھسم کر دیا۔۔۔۔ تیری کارن سندر' کومل اور ہرنیوں کی طرح چنچل جمنا بھی تیرے گھمنڈ کے بھینٹ چڑھ گئی۔۔۔۔ سب کچھ جل بھن کر راکھ ہو گیا پرنتو نکا نے جمنا کے شریر (جسم) کی ہڈیوں کو سمیٹ لیا تھا۔۔۔۔ وہ ہڈیاں بے جان ہیں مگر نکا کی مہان شکتی اپنی جمنا کو دوبارہ جیون دان کر سکتی ہے۔۔۔۔ آج میں تجھے دکھاؤں گا کہ شریر اور آتما کا بندھن کتنا اٹوٹ اور انمول ہوتا ہے۔۔۔۔ آج میں تیری آتما کو بھی ہمیشہ کے لئے آزاد کرتا ہوں پرنتو وہ اسی دھرتی پر بھٹکتی رہے گی۔۔۔ کسی پل چین نہیں آئے گا تجھے' سدا بیاکل رہے گی۔ یہ نکا کا شراپ (بددعا) ہے۔۔۔۔"

نکا نے تیزی سے اٹھ کر کھوپڑی کو نفرت سے ٹھوکر ماری پھر "جے کالی" اور "جے بجرنگ بلی" کا نعرہ لگاتا ہوا گھر سے نکل کر قبرستان کی جانب تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں میلے کپڑے کی ایک پوٹلی دبا رکھی تھی۔ قبرستان سے نکا کے گھر کا فاصلہ چار فرلانگ سے کچھ اوپر تھا۔ وہ گھپ اندھیرے اور طوفانی رات [illegible]ے دھڑک سینہ تانے قدم مارتا ہوا قبرستان تک پہنچ گیا پھر وہ قبرستان کے [illegible]وں کے درمیان جا کر ایک ایسی منہدم قبر کے سامنے رک گیا جس [illegible] بھرا ہوا تھا۔

[illegible]ے پاس رک کر اس نے دائیں بائیں دیکھا' ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہوا کے جھکڑ درختوں سے ٹکرا کر بڑی کریہہ اور وحشت ناک آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ نکا چند ثانیے تک خاموش کھڑا ماحول کا جائزہ لیتا رہا پھر اطمینان سے زمین پر بیٹھ کر اس نے ٹوٹی ہوئی بوسیدہ قبر کے جھاڑیوں کو نکال نکال کر ایک طرف رکھنا شروع کر دیا۔ جھاڑیوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد اس نے قبر کے اندر سے کسی مردے کی ہڈیوں کو نکالا پھر ان ہڈیوں کو زمین پر ترتیب دینے لگا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو شاید اس بھیانک رات میں گھر سے باہر نکلنے سے بھی گریز کرتا لیکن وہ قبرستان

میں بیٹھا مردہ ہڈیوں کو کسی انسانی پنجر کی شکل دیتے وقت بھی بڑا بے خوف اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔

ہڈیوں کو ترتیب دینے کے بعد اس نے زمین پر رکھی ہوئی پوٹلی کھولی۔ اس میں سے ایک چمکتی ہوئی بندیا نکال کر کھوپڑی کی پیشانی پر لگائی پھر کانچ کی چوڑیاں نکال کر ہاتھوں کی بے جان ہڈیوں میں پہنانے لگا۔ اس کام کو انجام دینے کے بعد اس نے پوٹلی سے ایک سرخ رنگ کا کپڑا نکال کر ہڈیوں کے اوپر ڈالا اور آخر میں ایک چھوٹی سی ڈبیا سے سیندور نکال کر اس طرح کھوپڑی کے بیچ اس طرح لگایا جیسے کسی دلہن کی مانگ میں سیندور بھر کر اسے سہاگن بنا رہا ہو۔۔۔۔ اس کے بعد وہ ایک بار پھر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بدبدانے لگا۔

طوفانی رات میں قبرستان کے پرہول ویرانے میں بیٹھا ہوا وہ خود بھی کسی شیطانی وجود کی طرح پراسرار اور بھیانک نظر آ رہا تھا۔ آنکھیں بند کیے خاصی دیر تک وہ کسی آزمودہ منتر کا جاپ کرتا رہا پھر اس وقت اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں جب کسی کے کراہنے اور اکھڑی اکھڑی سانسوں کی ملی جلی مدھم مدھم آوازیں ابھرنی شروع ہوئیں۔

"مجھے وشواش تھا کہ میری کٹھن تپسیا مجھے نراش (مایوس) نہیں کرے گی۔" نکا نے پرجوش مگر سرگوشی جیسے انداز میں کہا' اس کی آنکھوں میں شعلوں کا رقص جاری تھا۔ وہ پورے انہماک سے ہڈیوں کے بے جان پنجرہ کو گھورتا رہا پھر اس نے کھوپڑی کے اوپر جھکتے ہوئے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"جمنا۔۔۔ میرے سپنوں کی رانی۔۔۔۔ کیا تو اپنے پریمی کی آواز سن رہی ہے؟"

نکا تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنے جملے کو دہراتا رہا۔ اکھڑی اکھڑی سانس اور کراہنے کی آوازیں بدستور سنائی دے رہی تھیں لیکن نکا کو اپنے سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا جس کی وجہ سے اس چہرے پر نظر آنے والی مکروہ خباثتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ دہکتی ہوئی انگارہ جیسی آنکھوں میں تاریک اور ہیبت ناک انسانی ہیولے ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے تھے۔

"جمنا۔۔۔ کیا تجھے میری آواز نہیں سنائی دے رہی۔۔۔۔؟" اس بار نکا کے

لہجے میں سفاکی اور کرختگی تھی۔ وہ کھوپڑی پر کسی سنگلاخ چٹان کی طرح جھکا کہہ رہا تھا۔ "کالی کے اس سیوک نے کبھی نراش ہونا نہیں سیکھا۔ میں نے دیوی اور دیوتاؤں کو راضی کرنے کے کارن جو بلیدان دیئے ہیں ان کی فہرست بہت طویل ہے۔۔۔ کٹھن تپسیا کے بعد میں نے جو شکتی پراپت کی ہے وہ ریاست کے باسیوں کے علاوہ تو بھی جانتی ہے۔۔۔ میں تیری بھٹکتی آتما کی آہٹ پا رہا ہوں پرنتو تو نے مجھے دھوکا دینے کے لئے چپ سادھ رکھی ہے۔۔۔ نکا سے چھل کپٹ (مکروفریب) کرے گی تو میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ تیری آتما بھی ہمیشہ بیاکل رہے گی۔۔۔"

نکا کی آواز میں ایسا جادو تھا کہ بے جان ہڈیاں کھڑکھڑانے لگیں۔ کراہنے کی آوازیں کچھ اور تیز ہو گئیں پھر ایک نسوانی آواز کھوپڑی کے اندر گونجتی سنائی دی۔

"مجھے پریشان مت کر۔۔۔ میں بنتی کرتی ہوں۔۔۔ میری آتما کو اپنی شکتی کے قید سے آزاد کر دے۔"

"میں وچن دیتا ہوں کہ تیری آتما کو آزاد کر دوں گا پرنتو مجھے میرے کچھ سوالوں کا جواب دینا ہو گا۔" نکا نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"پہلے بھی تو میری آتما کو آواز دیتا رہا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن میرے پاس تیرے سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔۔۔"

"ایک بار اور دھیان سے سوچ لے میرے سپنوں کی رانی۔۔۔" نکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "آج میں نے تیری کٹھور دل ماں کو اپنی شکتی کے منڈل سے نکال دیا ہے۔۔۔ تو بھی میرے سوالوں کا جواب دے کر مکتی (نجات) حاصل کر سکتی ہے۔ انکار کرے گی تو نکا تجھے ہر سال آج ہی کی رات اسی طرح۔۔۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔" کھوپڑی سے کراہتی ہوئی آواز ابھری۔ "اگر تو میرا سچا پریمی ہے تو میری آتما کو آکاش پر واپس جانے دے' میں تجھ سے دیا کی بھیک مانگتی ہوں۔۔۔"

"جمنا۔۔۔" نکا کے لہجے میں قہر جاگ اٹھا۔ "تو شاید بھول رہی ہے کہ ابھی مادھو لال زندہ ہے' میرا ایک اشارہ۔۔۔"

"بھگوان کے لئے میرے پتا کو مت مارنا۔۔۔ وہ نردوش ہے۔" کھوپڑی میں سسکیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

"مکتی چاہتی ہے تو کیول ایک ہی طریقہ ہے۔" نکا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"تو مجھے قلعہ کے خزانے کا راز بتا دے۔ میں تیری آتما کو آزاد کر دوں گا۔۔۔"

فوری طور پر کھوپڑی سے کوئی آواز نہیں ابھری' نکا کے ہونٹ دوبارہ متحرک ہو گئے۔ وہ جمنا کی روح پر پوری طرح قابو پانے کی خاطر پھر کسی منتر کے بول پڑھ رہا تھا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں بدستور کھوپڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا اس کی وحشت بڑھتی جا رہی تھی۔

"خزانہ ابھی تک پرانے قلعہ میں دفن ہے۔" کھوپڑی سے جمنا کی کربناک آواز سنائی دی۔ اسے حاصل کرنے کی خاطر تجھے اپنی جان جوکھم میں ڈالنی پڑے گی۔۔۔ قدم قدم پر خطروں سے کھیلنا ہو گا۔"

"میں تیار ہوں۔" نکا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "کیا تجھے خبر ہے کہ خزانہ کہاں دفن ہے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ خزانے پر کالی کے سیوک پہرہ دے رہے ہیں۔ میری آتما وہاں تک نہیں جا سکتی۔۔۔"

"پھر۔۔۔" نکا نے تیزی سے سوال کیا۔ "وہاں تک پہنچنے کے لئے مجھے کیا اپائے (ترکیب) کرنا ہو گا۔"

"تجھے کالی کے پوتر چرنوں میں کسی بالک کی بلی دینی ہو گی۔" جمنا کی آواز نے جواب دیا۔ "اس کے سیوکوں کو رام کرنے کی خاطر جیو دانی (جان دینے والا عمل) کے بغیر تو سپھل (کامیاب) نہیں ہو سکتا۔"

"اور کوئی خاص بات۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" کچھ توقف کے بعد مردہ کھوپڑی سے جمنا کی سپاٹ آواز ابھری۔۔۔ "جیو دانی عمل کرنے کی خاطر تجھے دوسری ذات کے کسی ایسے منش کی کھوج کرنی ہو گی جو پوتر آتما کا مالک ہو جس نے جیون میں کبھی گند نہ کھائی ہو۔ کوئی گھور پاپ نہ کیا

ہو--- بھوانی کی ایک شرط اور بھی ہے---"

"وہ کیا---؟"

"تو جس منش کو خزانے میں اپنا بھاگی دار (حصہ دار) بنائے گا اس کو اپنے کسی پلید جنتر منتر سے قابو نہیں کرے گا۔ دھن حاصل کرنے میں اس کی اپنی اچھا (خواہش) ہونی بھی ضروری ہے۔" جمنا کی سال خوردہ کھوپڑی نے کہا۔ "ایک بات اور دھیان سے سن لے اگر ایک بار تو خزانے تک پہنچنے میں ناکام ہو گیا تو پھر میری آتما تیرے کسی کام نہیں آ سکے گی--- اب تو اپنے وعدے کے انوسار مجھے آکاش پر واپس جانے کی اجازت دے---"

"ننکا اتنا مورکھ نہیں ہے جمنا رانی کہ خزانہ حاصل کئے بغیر تیری آتما کو آزاد کر دے---" ننکا کے ہونٹوں پر عیارانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے بڑی سرعت سے کھوپڑی کے اوپر لگا ہوا سیندور صاف کرتے ہوئے کہا۔ "تجھے میری کامیابی تک اسی دھرتی پر رہنا ہو گا۔"

مردہ کھوپڑی سے اچانک ایسی کربناک اور گھٹی گھٹی آوازیں ابھرنی شروع ہوئیں جیسے کوئی زندہ عورت شدید اذیت سے دوچار ہو لیکن ننکا نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ہڈیوں کو تیزی سے بے ترتیب کر کے اس نے دوبارہ منہدم قبر میں واپس ڈالا۔ اوپر سے جھاڑ جھنکار کو پہلی جیسی حالت میں بکھیرا پھر باقی سامان سمیٹ کر واپسی کے راستے پر چل دیا وہ اپنی دھن میں اتنا مگن تھا کہ شاید اس شخص کو بھی نہیں دیکھ سکا جو اس کے قبرستان سے باہر نکلتے ہی ایک تناور درخت کی آڑ سے نکل کر لمبے لمبے قدم اٹھاتا بستی کے مخالف سمت جانے والے راستے پر روانہ ہو گیا تھا۔



شرافت حسین ننکا کے نام یا اس کے سفلی عمل کے کارناموں سے بے خبر نہیں تھے۔ ایک سال کے عرصے میں وہ مختلف لوگوں سے ننکا کی پراسرار شخصیت کے بارے بے شمار واقعات اور حادثات کی تفصیل سن چکے تھے۔ انہوں نے لوگوں کی سنی سنائی باتوں سے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ننکا شاید کوئی مافوق الفطرت ہستی ہے۔ ذاتی طور پر وہ بھوت پریت اور بد روح کے بارے میں یقین نہیں رکھتے تھے لیکن کچھ ذمہ دار افراد نے بھی ننکا کے بارے میں ایسے واقعات بیان کئے تھے جنہیں وہ جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ اکثر کتابوں میں بھی انہوں نے سفلی اور مختلف پراسرار علوم کے بارے کہانیاں پڑھی تھیں مگر کبھی سنجیدگی سے ان کی صحت پر غور نہیں کیا تھا۔

چنار گڑھ میں تعیناتی کے بعد انہوں نے ننکا کو محض ایک بار غور سے دیکھا تھا۔ اس روز وہ کسی جائیداد کے معائنے کے بعد گھر واپس آ رہے تھے جب ان کی نظر اتفاقاً ننکا کی جانب اٹھ گئی جو ندی کے کنارے ایک نوجوان عورت کے ساتھ بیٹھا ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔

"کون ہے یہ شخص---؟" شرافت حسین نے اپنے ملازم سے جو دورے کے وقت ان کے ہمراہ تھا دریافت کیا۔

"یہ--- یہ ننکا ہے جناب۔" ملازم نے خوفزدہ انداز میں آہستہ سے جواب دیا۔ "ریاست کے لوگ اس کے سائے سے بھی دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں---"

"اس کے ساتھ جو عورت ہے کیا وہ اس کی بیوی ہے---؟" شرافت حسین نے ملازم کے دوسرے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں صاحب——" ملازم نے اس بار دبی زبان میں کہا۔ "شادی تو شاید اس کے باپ نے بھی کبھی نہ کی ہو گی—— رہا اس عورت کا معاملہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ بدکردار ہے۔ ننکا کے ساتھ اس کے بڑے پرانے اور گہرے تعلقات ہیں۔"

شرافت حسین نے ملازم کے بیان پر کوئی تنقید نہیں کی۔ وہ ننکا کو دیکھنے میں مصروف تھے کہ اچانک ننکا چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بس ایک لمحے کے لئے دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں پھر ننکا جلدی سے نگاہیں جھکا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا درختوں کے جھنڈ کی طرف جا کر شرافت حسین کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عورت بدستور اپنی جگہ بیٹھی معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"حیرت انگیز بات ہے جناب——" ملازم نے اپنے تعجب کا اظہار کیا۔ "ننکا جیسا خبیث اور کمینی خصلت کا مالک کسی بڑے سے بڑے افسر کو بھی دیکھ کر کبھی نگاہیں نیچی نہیں کرتا۔ انگریزوں کے سامنے بھی سینہ تان کر اور گردن اٹھا کر چلنے کا عادی ہے لیکن آپ کو دیکھ کر——"

"باتیں کم کیا کرو——" شرافت حسین نے ملازم کو سرزنش کی پھر گھر واپس آ گئے۔

شرافت حسین فرشتہ نہیں انسان تھے۔ ان میں جہاں لاکھوں خوبیاں تھیں وہاں کچھ خامیاں بھی تھیں۔ دولت کی ہوس اور راتوں رات بڑا آدمی بننے کی خواہش انہیں عام لوگوں کی طرح کبھی نہیں ہوئی اس لئے کہ وہ بذات خود کھاتے پیتے اور دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن یہ انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے کہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔ چنانچہ جب سے شرافت حسین نے پرانے قلعے میں مدفون خزانے کے بارے میں سنا تھا ان کے اندر بھی ایک تجسس پیدا ہو گیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق ننکا خاص طور پر اسی خزانے کی تلاش میں ایک عرصے سے قلعے کے اردگرد منڈلا رہا تھا لیکن وہ سفلی اور دوسرے پلید علوم کا عامل ہونے کے باوجود ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

شرافت حسین بھی اسی شاہی خزانے کے سلسلے میں ننکا سے کسی نہ کسی طور مراسم پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن ابھی تک کوئی ایسا موقع ہاتھ نہیں آیا تھا۔ وہ چاہتے تو ننکا کو کسی چپراسی کے ذریعے اپنے دفتر میں بھی کسی جائیداد کی تفتیش کی آڑ لے کر طلب کر سکتے تھے لیکن یہ طریقہ کار انہیں موزوں نظر نہیں آیا۔ عابد حسین سے بستو کے سلسلے میں ملاقات کے وقت بھی انہوں نے ننکا کے بارے میں کریدنے کی کوشش کی تھی—— عابد حسین بھی دوسروں کی طرح انہیں ننکا سے دور رہنے کا مشورہ دے کر کانوں کو ہاتھ لگاتے چلے گئے تھے لیکن شرافت حسین کی دلچسپی ننکا میں کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گئی تھی۔

اس روز چھٹی کا دن تھا۔ موسم خاصہ خوشگوار تھا۔ شرافت حسین اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اس کی بیوی حسنہ اور بیٹا ببلو بھی وہیں موجود تھے۔ حسنہ بیگم شوہر کے قریب ہی صوفے پر براجمان تھیں جبکہ ببلو قالین پر بیٹھا بستو کے ساتھ اپنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔

بستو نے بہت جلد حسنہ بیگم اور ببلو کے دل میں گھر بنا لیا تھا۔ شرافت حسین بھی اس کی کارکردگی سے بہت خوش تھے۔ انہوں نے بستو کی کوئی باقاعدہ تنخواہ نہیں مقرر کی تھی لیکن گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے اس کا خیال رکھتے تھے۔ کبھی کبھی جیب خرچ کے نام پر معقول رقم بھی دے دیا کرتے تھے مگر اس روز بستو نے شرافت حسین کو بھی حیرت زدہ کر دیا جب اس نے ببلو کی سالگرہ کے موقع پر قلابازیاں کھانے والا بن مانس تحفے میں دیا تھا۔ بستو نے دوسرے قیمتی تحفوں کے مقابلے میں بستو کے بن مانس کو زیادہ پسند کیا تھا۔

شرافت حسین اپنے والد ہی کی طرح بچوں کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط رہنے کے عادی تھے۔ چنانچہ مہمانوں کے جانے کے بعد انہوں نے بستو کو علیحدگی میں بلا کر بڑی خوبصورتی سے تحفے کے بارے میں استفسار کیا۔

"بھئی تمہارا سرکس کے تماشے دکھانے والا بن مانس تو ببلو کو بہت پسند آیا——"

"یہ میری خوش قسمتی ہے صاحب ورنہ ببلو میاں کو تو بہت سارے قیمتی تحفے بھی ملے تھے——" بستو نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

"کچھ بھی ہو—— میں تمہارے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔" شرافت حسین نے بستو کو سراہتے ہوئے کہا پھر دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا قیمت ہو گی اس بن مانس کی——؟"

"آپ نے مجھے سہارا دے کر جو احسان کیا ہے صاحب اس کے بدلے میں آپ کے ساتھ کوئی دغا بازی یا فریب کروں—— یہ میں کبھی بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا——" بستو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ مجھے جیب خرچ کے لئے جو پیسے دیتے رہے ہیں اسی کو جمع کر کے میں نے ببلو میاں کے لئے تحفہ خریدا تھا——"

شرافت حسین کو بستو کی ذہانت پر نہ صرف حیرت ہوئی بلکہ شرمندہ بھی ہونا پڑا۔ بستو نے ان کے دل کی بات بھانپ کر بڑی معصومیت سے اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"میں تم سے بہت خوش ہوں——" شرافت حسین نے نہایت دور اندیشی سے بات بناتے ہوئے کہا پھر جیب سے کچھ نوٹ نکال کر بستو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "یہ تمہاری ببلو سے محبت کا انعام ہے—— رکھ لو۔"

"نہیں صاحب—— محبت کا کوئی انعام نہیں ہوتا۔" بستو نے نوٹوں کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ "محبت کا جواب تو صرف محبت سے دیا جاتا ہے—— مجھے آپ کی اور بیگم صاحبہ کی محبت اور پیار کے سوا کوئی دوسرا انعام نہیں چاہئے۔"

"اچھا تو پھر تمہیں میری ایک بات ماننی ہو گی۔" شرافت حسین نے بستو کے جواب سے لاجواب ہو کر نوٹ واپس جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "تم آج سے مجھے صاحب نہیں کہو گے——"

"اور کیا کہوں——؟"

"انکل——" شرافت حسین نے پیار سے بستو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اسی مناسبت سے بیگم صاحبہ کو آنٹی کہہ کر مخاطب کرنا——

بستو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ محبت کے کسی اندرونی جذبے سے سرشار ہو کر بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اس روز سے شرافت حسین اور حسنہ بیگم نے بستو کو ملازم نہیں بلکہ گھر کا ایک ذمہ دار فرد سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

اس وقت بھی شرافت حسین کافی کی چسکیاں لینے کے ساتھ ساتھ بستو کو بڑی اپنائیت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جب حسنہ بیگم نے انہیں مخاطب کیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دنوں کے لئے الہ آباد ہو آؤں۔"

"خیریت——" شرافت حسین نے چونک کر بیوی کی طرف دیکھا۔ "یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو الہ آباد کی کیسے سوجھ گئی۔"

کل ابا جان کا فون آیا تھا—— امی کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔"

"اوہ—— پھر تو مجھے بھی آپ کے ساتھ چلنا چاہئے لیکن تحصیل کے کام——"

"آپ پریشان نہ ہوں۔" حسنہ بیگم نے کہا۔ "میں آپ کی نمائندگی کر دوں گی—— ہاں اگر امی کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو پھر آپ ایک دو روز کی رخصت لے کر آ جایئے گا——"

"ٹھیک ہے۔ آپ کل ہی بستو کو ساتھ لے کر چلی جائیں۔ میں ابھی آپ کی روانگی کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔"

دوسرے روز حسنہ بیگم الہ آباد روانہ ہو گئیں تو شرافت حسین نے تنہائی کے احساس سے بچنے کی خاطر دورے کا پروگرام بنا ڈالا۔ اس بار انہوں نے اپنے پروگرام کو خفیہ رکھا تھا تاکہ اگر کہیں کوئی بے قاعدگی ہو تو اسے اچانک چیک کیا جا سکے لیکن عین وقت پر حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کی کہ وہ اپنے پروگرام پر عمل نہ کر سکے۔

دفتر کے ختم ہونے کے بعد انہوں نے ڈرائیور کو بلا کر تاکید کی تھی کہ وہ گاڑی تیار رکھے۔ خود انہوں نے کچھ دیر آرام کیا پھر تیار ہو کر جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ گھریلو خادم نے انہیں بتایا کہ ایک شخص ان سے ملنے کی خاطر آیا ہے۔

"کیا نام ہے——؟" شرافت حسین نے سرسری طور پر معلوم کیا۔

"وہ۔۔۔۔ وہ ننکا ہے صاحب۔۔۔" خادم نے دبی زبان میں کہا۔ "کسی جائیداد کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

ننکا کا نام سن کر شرافت حسین چونکے۔ ان کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ لیکن انہوں نے خادم پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ سپاٹ آواز میں بولے۔

"ننکا سے کہو کہ اگر وہ جائیداد کے سلسلے میں کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو کل دفتر میں آکر عاصم بیگ سے ملے اور اپنے کاغذات مع درخواست کے داخل دفتر کرے۔ اس وقت میں کہیں ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

"حضور۔۔۔ اگر آپ اس سے مل لیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔" خادم نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر نفرت اور بیزاری کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ننکا سے حقارت کرنے کے باوجود اس بات کا خواہاں تھا کہ اس سے مل لیا جائے۔ شرافت حسین خادم کے چہرے پر متضاد کیفیتوں کا جائزہ لیتے رہے پھر سپاٹ لہجے میں بولے۔

"کیا دوسروں کی طرح تم بھی ننکا سے خوفزدہ ہو۔۔۔؟"

"آپ اس کی حرام زدگیوں سے واقف نہیں ہیں صاحب۔۔۔" خادم نے بڑی بے بسی سے کہا۔ "اگر میں نے واپس جانے کو کہا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اسے میری شرارت سمجھ کر میری جان کا دشمن بن جائے۔۔۔"

"اگر تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہے تو میں تحصیل کے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے کہہ کر تمہاری حفاظت کا بندوبست کرا سکتا ہوں۔" شرافت حسین نے اوپری دل سے کہا۔

"میں ہاتھ جوڑتا ہوں صاحب۔۔۔" خادم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ "آپ میری خاطر ننکا سے مل لیجئے۔۔۔ میں ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا۔۔۔"

شرافت حسین کے ہاتھ جو سنہری موقع آ گیا تھا وہ اسے خود بھی گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ خادم پر احسان جتانے کی خاطر دیدہ و دانستہ برا سا منہ بنا کر بولے۔

"ٹھیک ہے' ننکا کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ اور ڈرائیور سے کہو کہ وہ گھر جا سکتا

ہے۔ میں نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔"

خادم نے تشکرانہ نظروں سے شرافت حسین کو دیکھا پھر الٹے قدموں باہر چلا گیا۔ خادم کے جانے کے کچھ دیر بعد وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو ننکا اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ ایک طرف کھڑا تھا۔ شرافت حسین پر نظر پڑتے ہی اس نے بڑی سعادت مندی سے ہاتھ جوڑ لئے تھے۔ اس کے جسم پر اس وقت گہرے سیاہ رنگ کی دھوتی نظر آ رہی تھی۔ سینہ برہنہ تھا جس پر سیاہ لمبے لمبے بال کسی خودرو جھاڑی کے مانند آپس میں الجھے الجھے نظر آ رہے تھے۔ سر انڈے کے چھلکے کی طرح منڈا ہوا تھا۔ بظاہر اس نے بڑی مسکین صورت بنا رکھی تھی لیکن اس کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں اس وقت بھی شیطانی قوتیں رقص کرتی نظر آ رہی تھیں۔

شرافت حسین پوری توجہ سے ننکا کے عجیب الخلقت وجود کو دیکھتے رہے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں کچھ مڑے تڑے کاغذات دبا رکھے تھے۔ شرافت حسین نے کاغذات لے کر ان کا مطالعہ کیا تو چونکے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ کسی ایسی جائیداد سے متعلق تھے جس کے دو تین دعویدار پہلے سے موجود تھے اور ایک عرصہ سے ان کے درمیان جائیداد کے حصول کے لئے رسہ کشی جاری تھی۔ ننکا ایک نئے دعویدار کی صورت میں سامنے آیا تو شرافت حسین کچھ جھلا سے گئے۔ ٹھوس آواز میں بولے۔

"اب تک تم کہاں سوئے ہوئے تھے۔۔۔؟"

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا سرکار۔" ننکا نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ تم جس جائیداد کے لئے کاغذات داخل کرنے آئے ہو اس کے دو تین دعویدار پہلے ہی سے موجود ہیں۔"

"میرے کاغذات گم ہو گئے تھے سرکار اس لئے دیر سویر ہو گئی۔" ننکا نے اپنی کھردری آواز میں کہا۔ "آپ مالک ہیں' دو چار شبد میرے لئے لکھ دیں گے تو سیوک کا بھلا ہو جائے گا۔۔۔"

شرافت حسین دلچسپ نظروں سے ننکا کو دیکھتے رہے جو شاید لچھے دار باتیں کرنے میں بھی ماہر تھا۔ جو کاغذات اس نے پیش کئے تھے وہ بھی بظاہر جعلی نظر آ رہے

تھے لیکن شرافت حسین نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ وہ اپنی بالادستی کو برقرار رکھتے ہوئے ننکا سے تعلقات بڑھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھیر کر بولے۔

"میں نے تحصیل کے لوگوں سے تمہارے بارے میں کئی قصے کہانیاں سن رکھی ہیں۔ کیا لوگوں کا یہ خیال درست ہے کہ تم کچھ پراسرار قوتوں کے مالک ہو۔۔۔؟"

جواب میں ننکا کی نگاہوں میں شیطانی قوتوں کا رقص تیز ہو گیا۔ اس کے پتلے پتلے بے ہنگم اور غلیظ ہونٹوں پر ایک مکروہ مسکراہٹ ابھر آئی۔۔۔ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"لوگ تو دیوی دیوتاؤں کے پوتر نام پر بھی گند اچھالنے سے نہیں چوکتے سرکار۔۔۔ میں تو کیول ایک غریب منش ہوں۔"

"تم شاید انکساری سے کام لے رہے ہو۔۔۔" شرافت حسین نے سنجیدگی سے کہا پھر بغیر کسی تمہید کے بڑی راز داری سے بولے۔ "میرے دفتر سے ایک بہت اہم فائل گم ہو گئی ہے جس کا ملنا اشد ضروری ہے۔۔۔ تم اس سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو۔۔۔؟"

"آپ ننکا کو اپنا سیوک ہی سمجھئے سرکار۔۔۔" ننکا نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "پرنتو آپ کو اس فائل کی چنتا (فکر) کیوں ستا رہی ہے۔۔۔ وہ تو آپ کے یہاں آنے سے پہلے ہی گم ہو گئی تھی۔۔۔"

"آئی سی۔۔۔" شرافت حسین نے چونک کر ننکا کو ایک بار پھر بہت غور سے دیکھا۔ "گویا تم فائل چرانے والے کا پتا چلا سکتے ہو۔"

"آپ آگیا (حکم) کریں سرکار۔۔۔ سیوک آپ کو نراش نہیں کرے گا۔" ننکا کے لہجے میں بڑا اعتماد اور گھمنڈ شامل تھا۔

"معاً" شرافت حسین کے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔۔۔ ننکا جن جعلی کاغذات کا سہارا لے کر ان کے پاس آیا تھا وہ محض فریب تھا۔۔۔ ایک بہانہ تھا جس کی بدولت وہ ان سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن کیوں؟ اسے ان سے کیا لالچ درپیش تھی۔۔۔؟ اگر ننکا گم شدہ فائل تلاش کرنے میں اپنی پراسرار قوتوں کو

بروئے کار لا سکتا تھا تو ان ہی شیطانی قوتوں کے ذریعے وہ اپنی جائیداد کے دوسرے دعویداروں کو بھی راستے سے ہٹا سکتا تھا۔۔۔

"کن وچاروں میں گم ہیں سرکار۔" ننکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "زیادہ چھان بین کرنے سے منش کبھی کبھی بھٹک بھی جاتا ہے۔"

"تم نے ابھی جائیداد کے جو کاغذات مجھے دکھائے تھے وہ۔۔۔"

"جعلی ہیں سرکار۔۔۔" ننکا نے شرافت حسین کے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ایسا جادو تھا کہ شرافت حسین کے دل کی دھڑکنیں ڈانوا ڈول ہونے لگیں، ننکا نے اپنی بات جاری رکھی۔ "آپ کے شبھ چرنوں تک پہنچنے کے لئے سیوک نے ڈھونگ رچایا تھا۔۔۔"

"اوہ۔۔۔" شرافت حسین نے سحر زدہ انداز میں کہا۔ "تم دل کی باتیں بھی جان لیتے ہو۔۔۔"

"آپ کی کرپا ہے سرکار۔۔۔ ورنہ میں نیچ ذات بھلا کس قابل ہوں۔۔۔"

"ننکا۔۔۔" شرافت حسین نے ننکا کی پراسرار قوتوں کو محسوس کیا تو کھل کر بات کی۔ "کیا تم جانتے ہو کہ پرانے قلعے میں کوئی شاہی دفینہ بھی موجود ہے جس کو حاصل کرنے کی خاطر اب تک کئی افراد ناکام ہو چکے ہیں۔ اسی خزانے کی وجہ سے سرکار نے وہاں عام لوگوں کا داخلہ بند کر دیا ہے۔۔۔"

"سیوک اور بھی بہت کچھ جانتا ہے سرکار لیکن یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔۔۔ میں آج رات بارہ بجے مرگھٹ کے قریب ہنومان کے پرانے مندر کے پاس آپ کا انتظار کروں گا۔۔۔" ننکا نے اپنے جسم کو تھوڑا سا آگے جھکا کر بڑی مدھم آواز میں سرگوشی کی۔ پھر اس سے پیشتر کہ شرافت حسین اس کی بات کا کوئی جواب دیتے وہ تیزی سے پلٹا اور کسی چھلاوے کی طرح لمبے لمبے ڈگ بھرتا ڈرائنگ روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔۔۔



پولیس چوکی کا انگریز انچارج اس وقت اپنے کمرہ خاص میں بیٹھا شراب چسکیاں لینے میں مصروف تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس طوفانی رات میں جب آوارہ بھی گلیوں میں بھونکتے پھرنے کے بجائے کونے کھدرے میں دبکے بیٹھے ہوں پولیس چوکی کا رخ کوئی نہیں اختیار کرے گا لیکن اس کا یہ اندازہ اس وقت غلط ثا ہوا جب ایک سنگین بردار سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر اسے مادھو لال کی آ اطلاع دی تھی۔

"اسے میرے پاس بھیج دو اور اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ جب تک میرے کمرے میں رہے کوئی تیسرا آدمی ادھر نہ آنے پائے۔"

سپاہی سیلوٹ کر کے چلا گیا تو تھانہ انچارج جس کا نام مارٹن ڈگلس تھا سنبھل بیٹھ گیا۔ گلاس میں بچی کچی شراب اس نے ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتا تھی۔ مادھو لال کا نام سن کر اس کے چہرے پر خوشی یا نفرت کا کوئی تاثر نہیں ا لیکن اس کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی گردش ضرور تیز ہو گئی تھی۔

مارٹن ڈگلس گورنر جنرل کی کوٹھی کے نگران اعلیٰ ہنری کا خاص آدمی تھا لئے اسے دوسروں پر فوقیت دے کر تھانہ انچارج بنایا گیا تھا۔ مارٹن اپنی ترقی پر بے خوش تھا۔ چنار گڑھ میں اس کی تعیناتی بھی ہنری کے اشارے پر ہوئی تھی۔ مارٹ ترقی کا راز اس کی خوبصورت اور نوجوان بیوی تھی لیکن مارٹن کو شاید اس کا علم تھا۔ وہ اپنی ترقی کو اپنی اہلیت ہی سمجھ رہا تھا۔ چنار گڑھ میں چارج سنبھالنے کے ہنری نے اسے کئی بار گورنر جنرل ہاؤس طلب کیا تھا جو مارٹن کے لئے کسی بڑے ا

سے کم نہیں تھا۔ ہنری کے اشارے پر مارٹن کئی ایسے کام کر چکا تھا جو یا تو قانون کے دائرہ اختیار سے باہر تھے یا پھر کوئی مجرم ہی ان کاموں میں ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ ان کاموں کی وجہ سے مارٹن اور ہنری کے درمیان خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دونوں ہی سفید چمڑی کے مالک تھے اور ہندوستان کو اپنے باپ دادا کی جاگیر سمجھ کر دونوں ہاتھ سے لوٹ رہے تھے۔

ہنری کی پشت پناہی کی وجہ سے مارٹن نے تحصیل کے اندرونی معاملات پر بڑی جلدی اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ ماتحت افسران اور سپاہیوں کی نفری بھی مارٹن کی ترقی پر اپنے ساتھ ہونے والی حق تلفی سے دل برداشتہ تھی لیکن وہ چونکہ ہنری کی طاقت سے واقف تھے اس لئے کسی نے احتجاج کرنے کی ہمت نہیں کی اور دل پر جبر کر کے مارٹن کے ساتھ کام نبھا رہے تھے۔ مارٹن ہر اعتبار سے ایک نااہل آفیسر تھا لیکن اتفاق سے ایک پارٹی میں ہنری اور مارٹن کی حسین بیوی کی ملاقات ہوئی پھر وہ اپنے شوہر کے لئے ترقی کا زینہ بن گئی۔ خود ہنری کو بھی اس بات کا علم بہت بعد میں ہوا تھا کہ جس عورت کو وہ کسی بڑے خاندان سے سمجھ رہا تھا وہ ایک چھوٹے درجے کے پولیس افسر کی بیوی تھی پھر اس خیال سے کہ کہیں اس کے تعلقات کی وجہ سے دوسروں کو ہنری کی شخصیت پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے اس نے مارٹن کے عہدے میں ترقی کرا دی تھی۔

بہرحال حالات نے ہنری اور مارٹن کو ایک دوسرے کی ضرورت بنا دیا تھا۔ مارٹن یوں تو کسی بڑے عہدے کے لائق نہیں تھا لیکن شاطرانہ معاملات میں اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کرنے کا عادی تھا۔ چنانچہ اس نے ہنری کے لئے اپنی ذاتی حیثیت میں جو کام انجام دیئے تھے اس کے کچھ ثبوت بھی اپنے پاس محفوظ کر لئے تھے تاکہ بوقت ضرورت انہیں ہنری کو "رام کرنے" کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ دوسری جانب ہنری بھی کیل کانٹوں سے پوری طرح لیس تھا۔ وہ جس وقت چاہتا محض ایک اشارے سے مارٹن کے غرور کو خاک میں ملا سکتا تھا۔ گورنر جنرل کا ایک قابل اعتماد کارندہ ہونے کی وجہ سے اس کے اختیارات بہت وسیع تھے جسے کوئی معمولی

درجے کا افسر چیلنج نہیں کر سکتا تھا لیکن اس روز ہنری کے ذہن کو شدید جھٹکا پہنچا جب اسے خاص ذرائع سے اس بات کا علم ہوا کہ اس کی بیوی مارٹینا جو ہر اعتبار سے معاشرے میں ایک بلند مقام کی حامل تھی تحصیل کے سب سے زیادہ گندے اور ناپسندیدہ شخص کے ساتھ جنسی معاملات کی تمام حدود پھلانگ چکی ہے۔

ننکا کی پراسرار شخصیت کے بارے میں ہنری کو بھی تفصیل کے ساتھ ساری خبریں ملتی رہتی تھیں لیکن وہ اس بات سے خوفزدہ تھا کہ اگر اس نے کھل کر ننکا کے مقابلے پر آنے کی کوشش کی تو اس کی زندگی بھی دوسروں کی طرح خطرے میں پڑ سکتی تھی چنانچہ اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور مارٹینا پر کچھ پابندیاں عائد کرنی شروع کر دیں۔ دبی زبان میں اس نے مارٹینا کو اس بات کا بھی اشارہ دیا تھا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے کسی ہم رتبہ شخص کے ساتھ تعلقات بڑھا سکتی ہے لیکن ننکا سے اسے دور رہنا پڑے گا۔ مارٹینا نے بڑی دیدہ دلیری سے ننکا کے ساتھ اپنے کسی راہ و رسم کی تردید کی لیکن وہ چھپ چھپ کر برابر اس سے ملتی رہی۔ ننکا اسے اپنی پراسرار طاقتوں کے علاوہ ایک مرد کی حیثیت سے بھی کچھ زیادہ ہی بھا گیا تھا۔ اس نے ننکا سے اس بات کی شکایت بھی کی تھی کہ ہنری ان دونوں کے تعلقات کے درمیان دیوار بن کر حائل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔

ہنری کو جب اس بات کی بھنک ملی کہ مارٹینا اپنے مقام سے گرتی جا رہی ہے تو اس نے ننکا کو راستے سے ہٹانے کی خاطر ایک اور جال تیار کیا۔ مارٹن کو طلب کر کے اس نے پہلی بار گھٹیا سیاست کے مدنظر قدرے درشت لہجے میں کہا۔

"مجھے معتبر ذرائع سے یہ رپورٹیں مل رہی ہیں کہ ریاست میں ننکا کی وجہ سے خوف و ہراس کی سنگین صورت لوگوں میں بے چینی پیدا کر رہی ہے۔ اگر یہ بات گورنر جنرل کے کانوں تک پہنچ گئی تو تمہاری ملازمت بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ تمہیں کوئی تدبیر فوری طور پر اختیار کرنی پڑے گی۔"

"اگر آپ اشارہ دیں تو میں کوئی ہنگامی صورت پیدا کر کے ننکا کو پولیس مقابلے میں ہمیشہ کے لئے ختم کرا دوں۔" مارٹن نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں۔۔۔" ہنری نے کسی فوری خیال کے پیش نظر جواب دیا۔ "میں تمہیں ہنگامی حالات پیدا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ امن و امان کی صورت خراب ہونے سے کچھ دوسری سیاسی قوتیں بھی سر ابھار سکتی ہیں جو ہماری پالیسی کے خلاف ہو گا۔"

"ننکا کے بارے میں ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت بھی نہیں ہے جس کی بنا پر اس کی گرفتاری عمل میں لائی جا سکے۔" مارٹن نے عذر پیش کیا۔ "ریاست کے لوگ اس قدر خوف زدہ ہیں کہ کوئی شخص اس کے خلاف گواہی دینے کو آمادہ نہیں ہوتا۔"

"ایک راستہ ہے۔۔۔ مگر تمہیں بڑی عقل مندی اور خاموشی سے کام کرنا ہو گا۔" ہنری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ریاست میں ایک شخص ایسا ہے جو ہماری مشکل آسان کر سکتا ہے۔"

"وہ کون۔۔۔؟"

"مادھو لال۔۔۔" ہنری نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "ننکا نے اس کا گھر جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ اس کی بیوی اور بیٹی دونوں کام آ گئے تھے لیکن مادھو لال کسی طرح بچ گیا۔ بعد میں اس نے گورنر جنرل کے نام ایک ذاتی شکایت روانہ کی تھی جو میرے ہاتھ لگ گئی۔ مادھو لال کی اس شکایت کے مطابق ننکا اس کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا جبکہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ۔۔۔ کرم چندر نامی ایک بزنس مین سے طے کر چکا تھا۔۔۔ ننکا نے مادھو لال کے گھر کو آگ لگانے کے ساتھ ساتھ کرم چندر کو بھی ٹھکانے لگا دیا تھا۔۔۔ تم مادھو لال کو اعتماد میں لے کر ننکا کے خلاف مواد اکٹھا کر سکتے ہو۔۔۔"

"کیا مادھو لال نے پولیس میں باقاعدہ کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی تھی؟"

"نہیں۔۔۔" ہنری نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "اس نے گورنر جنرل کو بھیجنے والی درخواست میں اس بات کا ذکر بھی کیا تھا کہ ننکا غالباً بلیک میجک یا اور کسی ایسی پراسرار طاقت کا مالک ہے جس کی وجہ سے لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔"

مارٹن کو ذاتی طور پر بھی ننکا کے بارے میں اس کی غیر مرئی قوتوں کا علم تھا

لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ کچھ دیر تک ہنری کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے کے بعد اس نے خفیہ طور پر مادھو لال سے ملاقات کی۔ مادھو لال پہلے تو سامنے آنے سے انکار کرتا رہا پھر جب مارٹن نے ہر طرح سے اس کے تحفظ اور پوری راز داری کا یقین دلا دیا تو وہ بادل ناخواستہ تیار ہو گیا۔۔۔ اور اب جب ایک سنتری نے اتنی رات گئے مارٹن کو مادھو لال کی آمد کی اطلاع دی تو وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ شراب کی بوتل اور گلاس اس نے سپاہی کے کمرے سے نکلتے ہی سامنے سے ہٹا دیئے تھے۔۔۔ مادھو لال کمرے میں داخل ہوا تو اس کا لباس بارش کے پانی اور گرد و غبار کی وجہ سے بے حد خراب ہو رہا تھا لیکن وہ اس وقت خاصہ مضطرب اور پرجوش دکھائی دے رہا تھا۔

"بیٹھو۔۔۔" مارٹن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میں اس سمے بیٹھنے کے ارادے سے نہیں آیا سرکار۔" مادھو لال نے پھولی پھولی سانسوں کے درمیان کہا۔ "آپ کو ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہو گا۔۔۔"

"کہاں۔۔۔؟" مارٹن نے اس کی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے مختصراً دریافت کیا۔

"قبرستان۔۔۔" مادھو لال نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر جواب دیا۔ "میں آپ کو وہ ٹوٹی پھوٹی قبر دکھانا چاہتا ہوں جہاں میری جمنا کی گلی سڑی ہڈیاں آج بھی اس دشٹ (ظالم۔ کمینہ) کے حکم پر کھڑکھڑانے لگتی ہیں۔۔۔"

"مادھو لال۔۔۔ تم ہوش میں تو ہو۔۔۔؟" مارٹن نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں سرکار۔۔۔" مادھو لال نے ہاتھ باندھ کر رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس پاپی اور کٹھور دل ننکا کو جمنا کی آتما سے باتیں کرتے سنا ہے۔ میری سپتری (بیٹی) کی آتما ابھی تک اس کے قبضے میں ہے۔۔۔"

مادھو لال نے مارٹن کے استفسار پر پوری تفصیل بیان کی تو مارٹن اپنی کرسی پر کسمسا کر رہ گیا۔ مادھو لال نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ ناقابل یقین تھا لیکن ہنری نے

اسے جو ہدایت دے رکھی تھی اس کی وجہ سے وہ مادھول لال کو جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا۔

"میری بات کا وشواس کریں سرکار۔۔۔" مادھو لال جذباتی ہونے لگا۔ "اس حرامی نے میری جمنا کی ہڈیوں کو دلہن کا روپ دے کر اس کی آتما سے سب کچھ اگلوا لیا اور پھر مٹی اور جھاڑ جھنکار میں دبا کر چلا گیا۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" مارٹن نے کچھ سوچ کر کہا۔ "تم باہر جا کر گیٹ پر بیٹھو میں تیار ہو کر آتا ہوں۔"

مادھو لال کمرے سے چلا گیا تو مارٹن نے اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنا شروع کر دیا۔ اسے مادھو لال کی ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔ دوسری شکل میں اگر وہ اس کی کہانی پر یقین بھی کر لیتا تو محض چند ہڈیوں کو کسی پرانی اور ٹوٹی پھوٹی قبر سے برآمد کر لینے کے بعد بھی وہ ننکا کو کسی قانونی گرفت میں نہیں لے سکتا تھا۔ خاصی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد اس نے وقتی طور پر یہی فیصلہ کیا کہ مادھو لال کی تسلی کی خاطر اس کے ساتھ قبرستان جا کر مذکورہ قبر کو دیکھ لے۔ باقی ضابطے کی کارروائی بعد میں کسی منصوبہ بندی کے بعد بھی عمل میں لائی جا سکتی تھی لیکن اپنے کمرے سے نکلنے کے بعد اس نے جو منظر دیکھا اس نے خود اس کے جسم کے رونگٹے بھی کھڑے کر دیئے۔

مادھو لال پولیس چوکی کے گیٹ کے ساتھ چاروں خانے چت پڑا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل کر باہر آ گئی تھیں۔۔۔ گلے پر نیل کے گہرے دھبے صاف نظر آ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے غیر معمولی طاقت سے مادھو لال کا گلا گھونٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

لاش کے گرد نائٹ ڈیوٹی کا پورا عملہ گھیرا ڈالے ہکا بکا کھڑا تھا۔ مادھو لال اتنی خاموشی سے اپنے بھیانک انجام کو پہنچا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔

مارٹن بوکھلایا ہوا اپنے کمرے کی جانب واپس لپکا فوری طور پر اس نے فون پر ہنری سے رابطہ قائم کر کے اسے حالات سے باخبر کیا پھر دوسری جانب سے ملنے والی

ہدایت کے مطابق اس نے انتہائی خاموشی سے مادھو لال کی لاش کو پتھر سے باندھ کر ندی میں پھینکوا دیا۔ عملے کے افراد کو بڑی سختی سے اس بات کی تاکید کی گئی تھی کہ وہ تھانے میں مرنے والے کے بارے میں اپنی اپنی زبانیں بند رکھیں۔



ہنری اس وقت اپنی خوابگاہ میں بڑی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ مارٹن سے ملنے والی اطلاع نے اس کی نیند اڑا دی تھی۔ اسے یقین تھا کہ مادھو لال کی پراسرار موت میں بھی شیطانی قوتوں کو دخل حاصل ہو گا۔ ہنری کو مادھو لال کی موت کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی اس بات کی تھی کہ ممکن ہے ننکا کو اس بات کا بھی علم ہو گیا ہو کہ مارٹن نے جو کچھ کیا تھا وہ ہنری سے ملنے والی ہدایت کے بعد کیا تھا۔ ایسی صورت میں ننکا کی توجہ ہنری کی طرف بھی مبذول ہو سکتی تھی اور وہ بھی ننکا کی خباثتوں کا نشانہ بن سکتا تھا۔

ہنری کے ذہن میں ابھرنے والے وسوسے اسے پریشان کر رہے تھے۔ اس نے پریشانی کے دباؤ کو کم کرنے کی خاطر الماری کھول کر شراب اور گلاس نکال کر اپنے لئے ایک لمبا پیگ تیار کیا اور دو تین گھونٹ میں ہی پی گیا۔ شراب نوشی کے دوران اس کی نظریں بار بار مارٹینا کی جانب بھی اٹھ رہی تھیں جو ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس کچھ دیر پیشتر ہنری کے ساتھ ہی نرم و گرم بستر پر اس کے آغوش میں محو خواب تھی۔ اب بھی وہ ہنری کی پریشانی سے بے خبر گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا ڈریسنگ گاؤن بے ترتیب ہو رہا تھا جس کے اوٹ سے اس کا خوبصورت اور حسین جسم جھانک رہا تھا لیکن اس وقت ہنری اس خوبصورت اور گداز جسم کے نشیب و فراز کو دیکھ کر کچھ اور الجھ گیا۔ یہ احساس کسی زہریلے تیر کی طرح اس کے وجود میں چبھنے لگا کہ اس وقت وہ جس گندی اور ناپاک شخصیت کی وجہ سے اپنی پریشانی کو شراب میں غرق کر رہا تھا وہی ناپسندیدہ اور غلیظ شخصیت مارٹینا کے حسین جسم سے وابستہ تھی۔ خوابگاہ میں روشن بلیو رنگ کے نائٹ بلب نے اس کے جسم کو اس وقت اور ہوش ربا بنا رکھا تھا۔۔۔!!

ہنری نے نفرت سے اپنی نگاہیں مارٹینا کی سمت سے پھیر لیں پھر دو تین بڑے

پیگ پینے کے بعد ہی اس کی وحشتوں میں کچھ کمی آئی لیکن ننکا کسی زہریلے کن کھجورے کی مانند اس وقت بھی اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ ننکا کا وجود اب ہنری کے لئے ناقابل برداشت ہو چکا تھا۔

وہ وسیع اختیارات کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں کی ایک معمولی سی جنبش بھی ریاست کے کسی بڑے سے بڑے فرد کی موت کا سبب بن سکتی تھی۔ مارٹن کے علاوہ دوسرے اعلیٰ عہدیدار بھی اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ہاتھ باندھے ہر وقت اس کے آگے پیچھے منڈلایا کرتے تھے۔ ننکا کو راستے سے ہٹانے کی خاطر وہ کسی کو بھی اکسا سکتا تھا لیکن مادھو لال کی موت جن حالات میں واقع ہوئی تھی اس نے ہنری کو بھی کسی قدر خوفزدہ کر دیا تھا۔

ننکا کو اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے یقیناً اس جال کا علم ہو گیا تھا جو مادھو لال کے روپ میں اس پر پھینکا جانے والا تھا۔ اس نے اپنے سفلی عمل کے ذریعے اسے پولیس چوکی کے اندر عبرتناک موت سے دوچار کر دیا۔ تھانے کے بیشتر عملے نے مادھو لال کی موت کے ہولناک منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ہنری کے حکم پر مارٹن نے انہیں زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی لیکن بہرحال وہ چشم دید گواہ تھے۔ ان میں سے اگر ایک بھی باغی بن کر زبان کھول دیتا تو مارٹن عتاب میں آ جاتا اور پھر ہو سکتا تھا کہ مارٹن بھی خود کو عتاب سے بچانے کی خاطر آخری حربے کے طور پر ہنری کا نام زبان تک لے آتا۔۔۔ ایسی صورت میں ہنری کی بنی بنائی ساکھ اور ساری عزت اور شہرت خاک میں مل جاتی۔۔۔ ان تمام اندیشوں سے نبٹنے کی صرف ایک ہی صورت تھی۔۔۔ "کسی بھی طرح ننکا کو موت سے ہمکنار کر دیا جاتا۔"

ننکا کی متوقع موت کے خیال کے ساتھ ہی ہنری کی نظریں دوبارہ مارٹینا کی طرف اٹھیں جو نہ صرف خوبصورت، حسین اور گداز جسم کی مالک تھی بلکہ ننکا سے اس کے مراسم بھی تھے۔ اگر وہ ہنری کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتی تو بڑی آسانی سے کی شراب میں سریع الاثر زہر کے دو قطرے ڈال کر ننکا کے منحوس اور مکروہ وجود کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا سکتی تھی۔ انگریزی تاریخ کے بے شمار صفحات ایسے

واقعات سے بھرے پڑے تھے لیکن ہنری کو امید نہیں تھی کہ مارٹینا اس کی زندگی بچانے کی خاطر نکا کی موت کو ترجیح دے گی۔

ہنری کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کی چنگاریاں چٹخنے لگیں۔ اس نے مارٹینا کی بے وفائی کے نام پر شراب کا ایک اور گلاس حلق میں انڈیل لیا۔ اس کے ذہن میں ایسے متعدد نام ابھرنے لگے جو کسی آڑے وقت میں اس کا ساتھ دے سکتے تھے۔ وہ ان ناموں کی طویل فہرست پر کسی منجھے ہوئے سیاست داں کی طرح غور کرتا رہا پھر اچانک اس کے ذہن میں بلونت کمار کا نام گردش کرنے لگا۔۔۔۔

بلونت کمار سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے پر فائز تھا۔ نڈر اور بے خوف ہونے کے علاوہ بے حد چلتا پرزہ تھا۔ اپنے عہدے اور کرسی کی طاقت سے فائدہ اٹھانے میں بھی ماہر تھا لیکن ایک قتل کی واردات میں ملوث ہو کر معطل ہو گیا تھا۔ مقتول کے ورثاء نے جو صاحب حیثیت لوگ تھے اس پر بھری عدالت میں یہ الزام لگایا تھا کہ اس نے قاتلوں کو منہ مانگی قیمت حاصل کرنے کے بعد جان بوجھ کر فرار ہونے کا موقع فراہم کیا تھا۔ بلونت کمار ان دنوں معطل تھا اور اپنے بچاؤ کی خاطر ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

ہنری نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر مارٹینا کے حسین جسم پر ایک نگاہ ڈالتا ہوا خوابگاہ سے نکل کر اپنی اسٹڈی میں آ گیا۔ اسٹڈی کا دروازہ اندر سے بند کیا پھر اپنے خاص فون کا رسیور اٹھا کر بلونت کمار کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری جانب سے فون کی گھنٹی کی مسلسل آواز سنائی دیتی رہی لیکن کسی نے فون سننے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ یا تو وہ لوگ گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے یا پھر جان بوجھ کر معاملات کے پیش نظر کال رسیور کرنے سے گریز کیا گیا تھا۔ ہنری نے لائن منقطع کر کے دوبارہ نمبر ملائے مگر دوسری بار بھی اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے جھلائے ہوئے انداز میں "باسٹرڈ" کہہ کر اپنے غصے کو قدرے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔ اسٹڈی کھول کر باہر آیا اور ہونٹ چباتا ہوا خوابگاہ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

اس کا ذہن اس وقت شراب کے گہرے اثر کے تحت کچھ زیادہ ہی پراگندہ ہو رہا تھا۔

اس خیال سے کہ مارٹینا اس کی پریشانی سے آگاہ نہ ہونے پائے ہنری نے خوابگاہ کے دروازے کو بہ آہستگی کھول کر اندر قدم رکھا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مارٹینا اپنے بستر پر کچھ عجیب انداز میں بیٹھی کھلی آنکھوں سے مارٹن کو گھور رہی تھی۔ ان آنکھوں میں بے کیفی اور کسلمندی نظر آ رہی تھی۔ وہ خمار اور مستی موجود نہیں تھی جو پہلی ہی نظر میں دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیا کرتی تھی۔ ہنری کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ جاگتے میں بھی سو رہی ہو۔۔۔۔ اس کا خوبصورت جسم کسی سنگ تراش کے خوبصورت مجسمے کی مانند بے حس و حرکت دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ۔" ہنری نے اپنے دل پر جبر کر کے مسکرانے کی کوشش کی۔ "تم تو ہمیشہ بہت بے خبری کی نیند سونے کی عادی تھیں پھر آج بے وقت کیسے جاگ گئیں۔۔۔۔"

"ہنری۔۔۔۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری آن بان اور شان کا سورج جو فی الوقت پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے ہمیشہ کے لئے غروب ہو جائے۔۔۔۔؟"

ہنری نے مارٹینا کے گداز ہونٹوں کو حرکت کرتے دیکھا لیکن جو آواز اس کے کان سن رہے تھے وہ مارٹینا کی ہرگز نہیں تھی۔ ایک لمحے کے لئے ہنری کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ خوف کی ایک لہر بڑی تیزی سے اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے مدھم اور سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"کون ہو تم۔۔۔۔؟"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔۔۔۔؟" اس بار مارٹینا کے ہونٹوں سے ایک نئی آواز بلند ہوئی۔ "کیا چنار گڑھ سے تمہارا دل بھر چکا ہے؟"

"تم کیا چاہتے ہو۔۔۔۔؟" ہنری کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس کے ذہن میں نکا کا پراسرار نام خطرے کی سرخ بتی بن کر تیزی سے جلنا بجھنا شروع ہو گیا

تھا۔

"اب جب تمہارے من میں میرا دھیان آگیا ہے تو میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔" اس بار مردانہ آواز سنائی دی۔ "مکتی چاہتے ہو تو میرے بارے میں وچار کرنا چھوڑ دو۔۔۔ تمہارے پاس زندہ رہنے کا کیول یہی ایک راستہ ہے۔ زیادہ چلتر' چالاک اور چنڈال بننے کے سپنے دیکھو گے تو تمہارا انت (انجام) مادھو لال سے زیادہ خطرناک اور بھیانک ہو گا۔

ہنری نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نادیدہ قوت کے خوف کے احساس نے اس کے مضبوط اعصاب کو بری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے مارٹینا کو دیکھتا رہا۔ جس کے اندر کوئی اور روح سما چکی تھی۔

"خود بھی کھاؤ پیو۔۔۔ عیش کرو اور دوسروں کو بھی موج مستی کرنے دو۔ راستے میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرو گے تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔۔۔"

"کیا۔۔۔ کیا میں اس وقت نکا کی آواز سن رہا ہوں؟" ہنری نے ہمت کر کے دریافت کیا۔

"نام کی بات چھوڑ دو مہاراج کام کی بات کرو۔" اس بار ابھرنے والی مردانہ آواز میں گہرا طنز اور حقارت شامل تھی۔ "تم کسی دوسرے کی پتنی کے سندر شریر سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہو تو پھر یہ ادھیکار اپنی پتنی کو کیوں نہیں دیتے؟ تم تو سفید چمڑی کے مالک ہو تمہارے دھرم میں تو الٹا سیدھا سب چلتا ہے۔۔۔ پاپ اور پن کی باتیں تمہارے جیسے دو منہے سانپ کو شوبھا نہیں دیتیں۔۔۔ شریر کے سمبندھ میں گورا کالا نہیں چلتا۔۔۔ من منٰ سے مل جائے تو سب پن بن جاتا ہے۔۔۔ متر بن کر رہو گے تو تمہارے جیون کے رنگ اور نکھریں گے۔۔۔ دشمنی مول لو گے تو تمہارے شریر کی ہڈیاں بھی کسی کو نہیں ملیں گی۔ ایک بات گرہ سے باندھ لو تماری سندر پتنی میری شرن میں ہے اس سے بگاڑ کرو گے تو گھاٹے میں رہو گے۔"

"مم۔۔۔ میں تمہاری دوستی قبول کرتا ہوں۔۔۔" ہنری نے اپنی پالیسی کے

تحت جلدی سے کہا۔

"پرنتو تم اپنی پتنی کے کارن اپنی بدنامی سے ڈرتے بھی ہو۔۔۔ کیوں؟"

ہنری اس سوال پر اچھل پڑا۔ وہ بات جو اس کے دل میں آئی تھی وہی مارٹینا کی زبان سے مرد کی آواز میں سنائی دی تو ہنری کے دل کی دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔

"میں جا رہا ہوں سرکار پرنتو یاد رکھنا۔۔۔ میرا راستہ دوبارہ کھوٹا کرنے کا وچار کبھی بھول کر بھی من میں نہ لانا۔"

"کیا تم دوست کی حیثیت سے میرے کام آتے رہو گے۔۔۔؟" ہنری نے موقع پرست سیاست داں کی طرح تیزی سے سوال کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

مارٹینا نے کسمسا کر ایک طویل انگڑائی لی پھر آنکھیں بند کر کے دوبارہ بستر پر دراز ہو گئی۔ ہنری کی نظریں بدستور اس کے جسم پر مرکوز تھیں۔



شرافت حسین بڑے دل گردے کے مالک تھے لیکن ننکا سے ملاقات کے بعد وہ کچھ مضطرب اور پریشان ہوگئے تھے۔ ننکا سے ان کی ملاقات زیادہ طویل نہیں ہوئی لیکن شرافت حسین نے اس بات کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ وہ نہایت مضبوط اعصاب اور پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں عمل تنویم کی وہ تمام خاصیتیں بھرپور انداز میں موجود تھیں جو کسی شخص کو بھی پل بھر میں ہپناٹائز کر سکتی تھیں۔ جائیداد کے کاغذات کے معاملے میں بھی ننکا نے جس دیدہ دلیری سے بعد میں جعلی ہونے کا اعتراف کیا تھا وہ بھی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ کسی سے خوفزدہ ہونے کا عادی نہیں تھا۔ اس کو اپنے اوپر مکمل اعتماد تھا اور اسی خود اعتمادی نے اسے نڈر اور بے خوف بنا دیا تھا۔

ننکا کے جانے کے بعد بھی شرافت حسین اس کے بارے میں سوچتے رہے۔ ننکا ان کے دل و دماغ پر کسی بوجھ کی طرح طاری تھا۔ انہوں نے متعدد بار اس کے خیال کو ذہن سے جھٹکنا چاہا لیکن ہر بار ننکا کا تصور کسی آسیب کی طرح دوبارہ ان پر مسلط ہو جاتا۔ آرام کی غرض سے وہ کچھ دیر تک اپنی خوابگاہ میں جا کر لیٹے رہے۔ شاہی دفینے کو حاصل کرنے کی خواہش ان کے دل میں رہ رہ کر کروٹیں بدل رہی تھی لیکن محض اس دفینے کی تلاش کی خاطر وہ اپنی ساکھ اور ملازمت کو داؤ پر نہیں لگا سکتے تھے۔ ننکا جیسے شیطان صفت آدمی کے قول و فعل پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود ایک سوال رہ رہ کر ان کے ذہن میں ابھر رہا تھا۔۔۔ "ننکا نے جعلی کاغذات کا سہارا لے کر ان سے ملاقات کی کوشش کیوں کی تھی؟ اس ملاقات کے پس منظر میں

وہ ان سے کس بات کا طلب گار تھا۔۔۔"

رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ چہل قدمی کے ارادے سے بیرونی احاطے میں بنے لان پر آئے تو وہ خادم دوبارہ ان کے سامنے آگیا جس نے ننکا کی آمد کی اطلاع دی تھی اور اس سے ملاقات کا اصرار کیا تھا۔ شرافت حسین نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا تو وہ دبی زبان میں بولا۔

"مجھے کچھ دنوں کی چھٹی درکار ہے صاحب۔ میں اپنے گاؤں جانا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ۔۔۔؟"

"میرے چچا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ چاچی بوڑھی ہے وہ پوری طرح سے ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی۔"

"دوپہر تک تو تم نے رخصت حاصل کرنے کی کوئی بات نہیں کی تھی۔" شرافت حسین نے خادم کو گھورا۔ نہ جانے کیوں ان کا دل گواہی دے رہا تھا کہ خادم کی چھٹی مانگنے کی وجہ وہ نہیں جو وہ بیان کر رہا تھا۔

"مجھے یاد نہیں رہا تھا صاحب ورنہ۔۔۔"

"ستو کو الہ آباد سے واپس آ جانے دو پھر میں تمہاری درخواست پر غور کروں گا۔" شرافت حسین نے خادم کی بات کاٹ کر کہا۔

"آپ دفتر کے کسی چپراسی سے بھی کام چلا سکتے ہیں صاحب۔" خادم نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میرا فوری جانا بہت ضروری ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم ننکا سے بہت زیادہ خائف ہو۔۔۔؟" شرافت حسین نے اس کی دکھتی رگ کو ٹٹولنے کی کوشش کی تو خادم کے چہرے پر خوف اور دہشت کے ملے جلے تاثرات ابھرنے لگے۔

"زندگی ہر شخص کو عزیز ہوتی ہے صاحب۔۔۔" خادم نے مدھم آواز میں کہا۔

"کیا ننکا نے جاتے وقت تم سے کچھ کہا تھا۔۔۔؟"

"نہیں سرکار۔۔۔ لیکن اس نے جن نظروں سے مجھے دیکھا تھا وہی میرے لئے بہت ہیں۔" خادم نے جواب دیا۔ "میں موت سے نہیں ڈرتا' دس بارہ آدمیوں کے

درمیان گھر جاؤں تب بھی فرار کا راستہ تلاش کرنے کے بجائے ان سے آخری دم تک جان پر کھیل کر مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن شیطانی اور گندی طاقتوں سے لڑنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔۔۔"

"گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔۔۔؟"

"آپ پڑھے لکھے سمجھدار آدمی ہیں صاحب' میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گا۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے تمہارے پاس کہ ننکا اگر تم کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو وقتی طور پر تمہارے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد وہ تمہیں بعد میں معاف کر دے گا؟" شرافت حسین نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

ننکا کے سلسلے میں کسی بات کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی سرکار لیکن انسان اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی نہ کوئی تدبیر تو ضرور اختیار کرتا ہے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ کل صبح دفتر میں اپنی درخواست پیش کرنا۔"

خادم کی باتیں سن کر شرافت حسین کے اضطراب میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اسی نے اصرار کر کے ننکا کو شرافت حسین سے ملنے کی درخواست کی تھی اور اب وہی ننکا سے فرار حاصل کرنے کی خاطر چھٹی حاصل کر کے اس کی نظروں سے دور جانا چاہتا تھا۔

شرافت حسین کچھ دیر لان میں چہل قدمی کرنے کے بعد اپنی خوابگاہ میں آ گئے پھر یہ طے کر لینے کے بعد کہ انہیں ننکا سے کھلے عام نہیں ملنا چاہئے انہوں نے لباس تبدیل کیا اور سونے کے ارادے سے لیٹ گئے۔ عام طور پر وہ دس بجے تک سو جانے کے عادی تھے مگر اس وقت رات کے گیارہ سے اوپر کا عمل تھا اور نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ننکا کا تصور ان کے اور نیند کے درمیان حائل ہو رہا تھا۔ ان کے اندر ایک عجیب سی کشمکش جاری تھی۔ وہ ننکا سے اس رات نہ ملنے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن کوئی غیر مرئی قوت تھی جو بار بار انہیں اس ملاقات کے لئے اکسا رہی تھی۔

کلاک نے رات کے بارہ بجائے تو شرافت حسین نے غیر اختیاری طور پر بستر

چھوڑ دیا۔ جلدی جلدی لباس تبدیل کیا پھر کوٹھی کے عقبی دروازے سے نکل کر اس راستے پر قدم اٹھانے لگے جو مرگھٹ کی سمت جاتا تھا۔ ان کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ خواب بیداری کی کیفیت سے دوچار ہوں۔ مرگھٹ کا فاصلہ ان کی کوٹھی سے زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ پندرہ منٹ بعد وہاں پہنچ گئے لیکن ہنومان کے پرانے اور اجاڑ مندر کے پاس پہنچ کر وہ اس طرح چونکے جیسے کسی نے کچی نیند میں جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا ہو۔ قرب و جوار کا جائزہ لینے کے بعد ان کے اعصاب کو ایک جھٹکا سا لگا۔ نہ چاہنے کے باوجود وہ اس وقت عین اسی مقام پر کھڑے تھے جہاں ننکا نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔ شاید وہ ننکا کی پراسرار طاقت ہی کا کرشمہ تھا جو ان کے ذہن کی سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں سلب کر کے انہیں ہنومان کے پرانے مندر تک گھسیٹ لایا تھا۔

شرافت حسین کا جسم پسینے سے شرابور ہونے لگا۔ گھپ اندھیرے میں وہ آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اچانک ہنومان کے پرانے مندر کے دروازے خوفناک آواز میں چرچرائے تو شرافت حسین خوف و دہشت کے مارے اچھل پڑے۔ دھڑکتے ہوئے دل سے پلٹ کر دیکھا تو ننکا کا پراسرار وجود تاریکی میں کسی آسیب کی طرح لہراتا بل کھاتا ان کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"کون ہے۔۔۔؟" شرافت حسین نے بوکھلائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں ننکا ہوں سرکار۔۔۔ آپ کا سیوک۔ آپ کے چرنوں کی دھول۔" ننکا لپکتا ہوا قریب آ کر کھردری آواز میں بولا۔ اندھیرے میں اس کی خون آلود روشن آنکھیں پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی بھیانک اور خوفناک لگ رہی تھیں۔

"ننکا۔۔۔" شرافت حسین نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ مناسب ہو گا کہ تم نے جس مقصد کے لئے یہاں ملنے کی خواہش کی تھی وہ کم سے کم الفاظ میں بیان کر ڈالو۔"

"آپ مجھے کچھ بیاکل نظر آ رہے ہیں سرکار۔۔۔" ننکا نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔ "کس بات کی چنتا ستا رہی ہے؟"

"میں اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ کوئی تیسرا شخص مجھے اور تمہیں اس ویرانے میں راز و نیاز کرتے دیکھے۔"

"اسی کارن تو میں نے آپ کو اتنی رات گئے یہاں بلایا تھا۔" نکا نے یقین دلاتے ہوئے جواب دیا۔ "بے فکر ہو جائیے سرکار اس سے یہاں کوئی پنچھی بھی بسیرا کرنے نہیں آتا اور پھر جب میں آپ کے ساتھ ہوں تو کوئی جنگلی درندہ بھی ادھر آنے کی بھول نہیں کرے گا۔ جیون بڑی انمول چیز کا نام ہے —— جان بوجھ کر کون موت سے کھیلنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"پھر بھی ہمارے لئے احتیاط ضروری ہے ——" شرافت حسین نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولے۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ہمارے دفتر کی گم شدہ فائل کا پتہ چلا لو گے ——؟"

"آپ سیوک کو موقع تو دیں سرکار۔" نکا نے سرگوشی کی۔ "ایک گم شدہ فائل کیا آپ کی اور بھی ساری منوں کا منائیں (خواہشات) پوری ہوں گی —— کوئی اچھا ادھوری نہیں رہے گی۔"

"کیا مطلب ——؟"

"میں پرانے قلعے کے اس شاہی خزانے کی بات کر رہا ہوں سرکار جس نے آپ کے من میں بھی کھل بلی مچا رکھی ہے ——" نکا کا لہجہ معنی خیز تھا۔

شاہی دفینے کا نام سن کر شرافت حسین چونکے۔ "نکا کو ان کے دل کی بات کس طرح معلوم ہو گئی۔" یہ سوچ کر انہیں حیرت ہوئی وہ نکا کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"میں نے تم سے خزانے کا ذکر ضرور کیا تھا لیکن ——"

"چھوڑیئے بھی سرکار —— جب آپ یہاں تک چل کر آئے ہیں تو پھر کھل کر متروں (دوستوں) جیسی بات کریں۔" نکا اپنے غلیظ ہونٹوں پر مکروہ سی مسکراہٹ بکھیر کر بڑی راز داری سے بولا۔ "ریاست کے باسیوں کا یہ خیال غلط نہیں ہے کہ میں نے دیوی دیوتاؤں کے نام پر کٹھن تپسیا اور جاپ کر کے کچھ شکتی بھی پراپت کر لی

ہے —— مجھے اس بات کا پتہ بھی اپنی شکتی سے چلا ہے کہ آپ کے من میں بھی شاہی خزانے کو حاصل کرنے کی تڑپ موجود ہے۔ پرنتو نکا سے دوستی کا ہاتھ ملائے بغیر آپ اس دھن کو نہیں پا سکیں گے جس کے کارن اب تک سینکڑوں منش اور بڑے بڑے بلوان زور لگا چکے ہیں ——"

شرافت حسین گنگ سے ہو گئے۔ نکا اتنی آسانی سے دوسروں کے دلوں کے بھید بھی جان سکتا ہے یہ بات ان کے لئے کچھ کم حیرت انگیز نہیں تھی۔ کچھ دیر وہ اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے رہے۔ انہیں بڑی شدت سے اپنی اور نکا کی حیثیتوں کے نمایاں فرق کا احساس ہو رہا تھا۔ نکا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے بعد تحصیل کے لوگوں کی نظروں میں آ کر وہ ان کی چہ میگوئیوں کا سبب بھی بن سکتے تھے۔ ان کی شہرت کو دھچکہ بھی پہنچ سکتا تھا مگر شاہی دفینے کی لالچ انہیں نکا کی شخصیت میں دلچسپی لینے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ تھوڑے توقف کے بعد کسی آخری نتیجے پر پہنچ کر بولے۔

"کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ قلعے میں شاہی خزانہ ابھی تک موجود ہو گا ——؟"

"اوش ہو گا ——" نکا نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "میں نے اس کے کارن بڑے پاپڑ بیلے ہیں سرکار۔ وشواس نہ ہوتا تو آپ کے قریب آنے کی کوشش بھی کبھی نہ کرتا۔"

"اور کیا تمہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ ہم دونوں مل کر اسے حاصل کر سکتے ہیں؟" شرافت حسین نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"آپ تو پڑھے لکھے آدمی ہیں سرکار۔" نکا نے ہلکا سا طنز کیا۔ "اگر مجھے اس بات کا وشواس ہوتا کہ میں آپ کے بغیر کروڑوں کا دھن حاصل کر لوں گا تو پھر مجھے آپ کو بھاگی دار بنانے کی کیا ضرورت تھی ——؟"

بات معقول تھی۔ شرافت حسین سے ملاقات کی خاطر نکا نے جو بہانہ تراشا تھا اس کے پس منظر میں اس کی کسی نہ کسی خواہش کو ضرور دخل رہا ہو گا۔ نکا نے کھل

کر اس کا اظہار کیا تو شرافت حسین کے جسم میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ "ننکا م
شکتی اور سفلی کے عمل کا ماہر ہونے کے باوجود میرے بغیر شاہی دفینے تک نہیں
سکتا۔ شرافت حسین کے ذہن میں یہ خیال ابھرا تو خزانے کو حاصل کرنے کی خوا
اور شدید ہو گئی۔ انہوں نے ننکا کو مزید کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"کیا تم نے اپنی طاقت کے ذریعے اس بات کا بھی سراغ لگا لیا ہے کہ شا
دفینہ قلعے کے کس حصے میں اور کہاں مدفون ہے؟"

"اسی کارن تو میں آپ سے گٹھ جوڑ کر رہا ہوں سرکار۔" ننکا نے چاروں طرف
دیکھتے ہوئے بڑی آہستگی سے کہا۔

"کیا مطلب ---؟" شرافت حسین چونکے۔

"آپ کو ایک عمل کرنا ہو گا جو میں نہیں کر سکتا۔" ننکا نے سرگوشی کی۔ "اگر
آپ اس عمل میں کامیاب ہو گئے تو ہم دنیا کے کسی حصے میں بھی دفن خزانے کا پتا
چلا سکتے ہیں۔ آپ کے دفتر کی گمشدہ فائل بھی مل جائے گی اس کے علاوہ ہم جس
بات کو معلوم کرنا چاہیں گے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"کیا تم وہ عمل بذات خود نہیں کر سکتے؟" شرافت حسین نے ننکا کو مشکوک
نظروں سے گھورا۔

"مجھے امید تھی کہ آپ یہ سوال ضرور پوچھیں گے۔" ننکا ایک ٹھنڈی اور
طویل سانس لے کر بولا۔ "بات دراصل یہ ہے سرکار کہ آپ کا یہ سیوک سفلی کا ماہر
ہے اور آپ کو یہ بات ضرور معلوم ہو گی کہ سفلی کرنے والے کو گند اور غلیظ غذا بھی
کھانی پڑتی ہے۔ جو عمل ہمیں اب کرنا ہے وہ دوسرے طریقے کا ہے جسے میں نہیں کر
سکتا --- آپ ہمت کریں تو کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن کیا میرے علاوہ کوئی تیسرا آدمی ---؟"

"ایسا ممکن ہوتا تو میں آپ کے بجائے اس تیسرے آدمی کو زیادہ آسانی سے
رام کر سکتا تھا۔" ننکا نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "میں نے اپنے کالے علم کے زور
سے یہ بات معلوم کی ہے کہ وہ عمل صرف آپ کر سکتے ہیں۔"

"کیا کرنا ہو گا مجھے ---؟" شرافت حسین نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے
ہوئے کہا۔

"ننکا نے اتنی کچی گولیاں بھی نہیں کھیلیں ہیں سرکار کہ دوستی پکی کئے بغیر
کروڑوں کے دھن کا راز کسی اور کو بتا دے۔"

"میں سمجھا نہیں ---" اس بار شرافت حسین نے ننکا کو تیز نظروں سے گھورا۔
"تم کیا کہنا چاہ رہے ہو ---؟"

"ہم دونوں کو اس عمل سے پہلے ایک دوسرے کو وشواس دلانا ہو گا کہ کوئی
ایک دوسرے سے مکروفریب نہیں کرے گا۔" ننکا نے بے حد کھردرے انداز میں کہا
پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں آپ کا سیوک' آپ کے چرنوں کی دھول ہوں سرکار لیکن
ہمیں دوستی کے بندھن میں بندھنے کے کارن اپنے اپنے دھرم کی کسی بڑی پستک یا
دیوی دیوتاؤں کی سوگند کھا کر اس بات کا وچن دینا ہو گا کہ ہم کسی بھی حالت میں ایک
دوسرے کو دھوکا نہیں دیں گے اور عمل میں کامیاب ہونے کے بعد آدھے آدھے کے
بھاگی دار ہوں گے۔"

شرافت حسین نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی غیرمذہب کے ساتھ
بڑی چیز کی قسم کھا کر حصہ دار بننے سے ہچکچا رہے تھے لیکن شاہی دفینے کا لالچ ایسا تھا
کہ وہ اندر سے ڈھل مل یقین بھی ہو رہے تھے۔ ان کے ذہن میں یہ نکتہ بار بار ابھر
رہا تھا کہ وہ اس وقت ننکا سے مخاطب تھے جو پوری تحصیل میں اپنی کالی طاقتوں کی وجہ
سے کسی شیطان کی طرح مشہور تھا۔ لوگ اس کے سائے سے بھی کتراتے تھے۔ انہیں
یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ جو شخص گندی اور غلیظ چیزیں کھا سکتا ہے وہ کسی
وقت اپنے وعدوں سے منحرف بھی ہو سکتا ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود خزانے کا
لالچ انہیں ننکا سے دوستی پر اکسا رہا تھا۔

ننکا کی سرخ سرخ پراسرار آنکھیں شرافت حسین کے چہرے پر مرکوز تھیں پھر
شاید وہ ان آنکھوں کا سحر ہی تھا جس نے شرافت حسین کو تسخیر کر لیا۔ انہوں نے
ڈرتے ڈرتے بڑی چیز کی قسم کھا کر وعدہ کر لیا کہ وہ خزانے کے حصول میں ننکا کے

ساتھ کوئی دھوکا یا فریب نہیں کریں گے۔ بعد میں ننکا نے بھی دیوی دیوتاؤں کی ا
چوڑی قسمیں کھا کر شرافت حسین کو یقین دلایا کہ وہ ان کے ساتھ کبھی دغا یا فری
سے کام نہیں لے گا۔ پھر دونوں نے ہاتھ ملایا اور ضروری عہد و پیمان کرتے رہے۔

"اب بتاؤ مجھے کیا عمل کرنا ہو گا۔۔۔؟" شرافت حسین نے وقت کا اندا
لگاتے ہوئے بے چینی سے دریافت کیا۔

جواب میں ننکا کے مکروہ ہونٹوں پر ایک غلیظ مسکراہٹ ابھری پھر وہ شراف
حسین کے کچھ اور قریب ہو کر اس عمل کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا جس
گزرنے کے بعد وہ شاہی دفینے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ شراف
حسین نے عمل کی تفصیل سنی تو دم بخود رہ گئے۔ ان کا دل پوری شدت سے دھڑ
لگا۔ ننکا نے جو عمل بتایا تھا خوف اور دہشت کی سرد لہران کے پورے وجود پر طار
تھی اور وہ ننکا کو یوں سہمی سہمی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جیسے کوئی معمول اپ
عامل کو دیکھتا ہے۔

شرافت حسین خاصی دیر تک گم صم کھڑے ننکا کی سحر آلود نگاہوں میں دیکھ
رہے پھر انہوں نے چونک کر خوفزدہ نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ انہیں یکلخت ی
خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں کوئی تیسرا شخص قریب کھڑا ان کی باتیں تو نہیں سن رہا۔ خوف
اور دہشت کے مارے ان کے سارے جسم کے رونگٹے الف ہو رہے تھے۔ تنفس کی
رفتار بتدریج تیز ہو رہی تھی۔

"دھیرج سرکار۔۔۔ دھیرج۔۔۔" ننکا نے شرافت حسین کی دگرگوں حالت کا
اندازہ لگاتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا۔ "ابھی سے اگر آپ نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھو
دیئے تو آگے چل کر کیا ہو گا۔۔۔ چنتا کس بات کی ہے سرکار۔۔۔؟ ننکا جو آپ کے
ساتھ ہے۔"

"کیا اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔۔۔؟" شرافت حسین نے
ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خوفزدہ آواز میں ننکا کو مخاطب کیا۔

"کیول یہی ایک راستہ ہے سرکار جس پر اب آپ کو عمل کرنا ہو گا۔" اس بار

ننکا نے بڑی پراسرار سنجیدگی سے تحکمانہ انداز اختیار کیا۔" ایک بات اور کان کھول کر
سن لیجئے۔ "اب اگر آپ نے قدم پیچھے ہٹائے تو آپ کو اپنی کسی بہت عزیز چیز سے
ہاتھ دھونا پڑے گا۔"

شرافت حسین بے بسی کے عالم میں تھوک نگل کر رہ گئے۔۔۔ ننکا کے بتائے
ہوئے عمل کے مطابق شرافت حسین کو ایک ہوش مند مگر کمسن بچے کو اپنی حویلی نما
سرکاری کوٹھی کے کسی ویران کمرے میں اس وقت تک قید رکھنا تھا جب تک وہ
قریب المرگ نہ ہو جاتا۔۔۔ ننکا نے اس بات کی بھی بڑی سختی سے تاکید کی تھی کہ
جس کمرے میں بچے کو بند رکھا جائے وہاں سورج کی ایک مدھم سی کرن بھی داخل نہ
ہو سکے۔ صرف بجلی کے سرخ رنگ کی مدھم روشنی بوقت ضرورت کی جا سکتی تھی۔
اس کے علاوہ ننکا نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس معصوم بچے کو
صرف ایسی میٹھی چیزیں زیادہ سے زیادہ مقدار میں کھلائی جائیں جس سے اس کی پیاس
کی شدت میں اضافہ ہو مگر اسے پانی کی ایک ایک بوند سے بھی محروم رکھا جائے۔
نمک اور نمکین چیزیں بھی نہ دی جائیں۔۔۔ پھر جب بچہ پیاس کی شدت سے دم
توڑنے لگے تو کسی تیز شکاری چھری یا چاقو سے اسے ذبح کیا جائے اور اس کے دل کو
چیر کر اس کے خون سے پاک اور صاف روئی کی جتنی مقدار ممکن ہو تر کر لی جائے۔
بعد کا عمل ننکا نے اس خون آلود روئی کے حصول کے بعد بتانے کا وعدہ کیا تھا۔

"ننکا۔۔۔" شرافت حسین نے بڑی مشکلوں سے زبان کھولنے کی کوشش کی۔
"تم جانتے ہو کہ میں شادی شدہ ہوں میرے بیوی بچے فی الحال الہ آباد گئے ہوئے ہیں
لیکن ایک دو دن میں واپس آ جائیں گے۔ ان کی موجودگی میں۔۔۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں سرکار۔ پرنتو اب پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ
نہیں ہے۔۔۔ آپ نے بڑی چیز کی سوگند کھائی ہے۔ اس سوگند کو توڑنے کی صورت
میں آپ کو اپنی پتنی یا بالک سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔۔۔" ننکا نے ٹھوس آواز میں
ایک ایک لفظ کو جما جما کر کہا۔ "منش تو ایک سندری کے پریم روگ میں الجھ کر بڑے
سے بڑا بلیدان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے شاہی خزانہ تو سینکڑوں ناریوں کے کومل شریر

سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔۔۔ زیادہ سوچ وچار مت کیجئے سرکار اگر شبھ گھڑی بیت گئی تو ننکا کی کالی شکتی بھی آپ کی کوئی سہائتا نہیں کر سکے گی۔ آپ کو اپنی پتنی یا بالک میں سے کسی ایک کو اپنی سوگند کے کارن بھینٹ دینا ہو گا۔"

"تم کہیں مجھے ڈرانے کی خاطر تو ایسی ہولناک باتیں نہیں کر رہے ہو۔۔۔؟" شرافت حسین نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ پھر بولے۔ "ایک بات تم بھی ذہن نشین کر لو اگر اب میری بیوی یا بچے کو کوئی نقصان پہنچا تو تم بھی نہ بچ سکو گے۔"

"چھی چھی۔۔۔ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں سرکار۔" ننکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں کالی اور درگا کی سوگند کھا کر آپ کو وچن دے چکا ہوں کہ آپ کے ساتھ کوئی دھوکا یا فریب نہیں کروں گا۔۔۔"

"بچہ کہاں سے دستیاب ہو گا۔۔۔؟" شرافت حسین نے کچھ توقف کے بعد سہمے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"وہ آپ کا سیوک فراہم کر دے گا۔" ننکا جلدی سے بولا۔ "اس بات کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ وہ بچہ اپنی تحصیل کا نہیں ہو گا۔ میں اسے کسی قریبی بستی یا گاؤں سے اٹھا لاؤں گا۔۔۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ اس بچے کو میں اپنی ہی کوٹھی میں رکھوں۔" شرافت حسین نے وضاحت طلب کی۔ "کسی اور محفوظ جگہ پر نہیں رکھا جا سکتا۔۔۔؟"

"جگہ کی کوئی قید نہیں سرکار۔۔۔ لیکن اگر بچہ کسی وجہ سے ہاتھ سے نکل گیا تو سارا کھیل الٹ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ یہ ذمہ داری میری ہو گی۔۔۔"

"مجھے پورا وشواس ہے سرکار کہ آپ ضرور سپھل ہوں گے اور اس کے بعد مایا دیوی ہماری مٹھی میں ہو گی۔" ننکا بڑے اعتماد سے بولا۔

شرافت حسین رات کے تین بجے تک مندر کے قریب رات کے پرہول اندھیرے میں کھڑے ننکا سے راز و نیاز کرتے رہے پھر گھر واپس آ گئے۔ اپنی کوٹھی میں داخل ہونے کی خاطر انہوں نے ایک بار پھر عقبی راستے کو ترجیح دی تاکہ چوکیدار کی

نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔

اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر شرافت حسین نے قدرے اطمینان کا سانس لیا۔ جلدی جلدی لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹے مگر اس رات نیند ان کی بوجھل آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ تمام رات وہ بستر پر بے چینی سے کروٹیں بدلتے رہے۔ کئی بار ان کے ذہن نے مشورہ دیا کہ وہ ننکا کی باتوں کو یکسر فراموش کر کے اس خطرناک عمل سے کنارہ کشی اختیار کر لیں لیکن پھر بیوی اور بچے کے خیال سے ان کا دل دھڑکنے لگتا۔۔۔

ہو سکتا تھا کہ ننکا نے انہیں محض خوفزدہ کرنے کی خاطر عمل نہ کرنے کی صورت میں خطرناک نتائج کا ایک فرضی رخ دکھانے کی کوشش کی ہو لیکن اس کے باوجود شرافت حسین پوری طرح ننکا کے سحر میں گرفتار ہو چکے تھے۔ کچھ ننکا کی شیطانی قوتوں کا خوف تھا اور کچھ خزانے کے حصول کی خواہش جس نے انہیں ذہنی کشمکش میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ ٹھوس ارادوں کے مالک ہونے کے باوجود غیر متوازن صورتحال کے تانے بانوں میں الجھ کر بے بسی کا شکار ہو گئے تھے اور اس وقت کو برا بھلا کہہ رہے تھے جب خادم کے اصرار پر وہ ننکا سے ملاقات کے لئے آمادہ ہوئے تھے۔ اس ملاقات میں ان کی ذاتی خواہش کو بھی دخل تھا جسے خادم کے اصرار نے بھڑکا دیا تھا۔

ننکا نے جو عمل بتایا تھا اس کے ممکنہ بھیانک نتائج کے مختلف سنگین پہلو شرافت حسین کے ذہن کو رہ رہ کر پریشان کر رہے تھے۔ ان کی کیفیت کسی ایسے شخص سے مختلف نہیں تھی جو اپنی منزل کی طرف بڑھتے بڑھتے راستے میں اچانک کسی دلدل میں پھنس گیا ہو۔ اس دلدل سے نکلنے کی خاطر وہ جتنی ذہنی جمناسٹک کر رہے تھے اتنا ہی الجھتے جا رہے تھے۔ آنے والے لمحوں کے ہولناک پہلوؤں نے انہیں اعصابی طور پر بری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا پھر اس کشمکش میں کب ان کی آنکھ لگی اور کب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوئے انہیں اس کا مطلق علم نہ ہو سکا۔۔۔!



ننکا کی آواز مارٹینا کے منہ سے سن لینے کے بعد ہنری کے سارے کس بل نکل گئے۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا' اس کے ذہن میں چنگاریاں چیخ رہی تھیں۔ ننکا کی پراسرار قوتوں نے صرف مارٹینا سے جسمانی رشتہ نہیں جوڑا تھا' اس کی روح پر بھی پوری طرح قابض ہو گیا تھا۔ یہ بات ہنری کے لئے خطرے کے الارم سے کم نہیں تھی۔

وقتی طور پر دوسرے انگریز افسروں کی طرح ہنری بھی مصلحت سے کام لے کر خاموش ہو گیا تھا لیکن اس کا ذہن اب بھی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اسے سب سے زیادہ خدشہ اس بات کا تھا کہ ننکا جب چاہے گا مارٹینا کے جسم پر اپنا پراسرار اور ناپاک تسلط قائم کر کے اس کی آنکھوں سے ہنری کے ایک ایک عمل کا جائزہ لے سکتا ہے۔ اس کی باتوں کو سن سکتا ہے اور پھر ہنری کی دشمن کش پالیسی سے آگاہ ہونے کے بعد تحصیل کے لوگوں کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی خاطر ہنری کی خفیہ اور خطرناک چالوں سے بھی قبل از وقت خبردار کر سکتا ہے۔

ہنری نے اپنی ذہانت اور چالبازیوں سے جو مقام سالہا سال کی کوششوں کے بعد حاصل کیا تھا وہ اسے پل بھر میں ہاتھ سے نکلتے محسوس کر کے تلملا اٹھا۔۔۔ ننکا نے مارٹینا کی زبانی جو کچھ کہا تھا وہ کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ ہنری بھی دوسرے انگریزوں کی طرح "کھاؤ پیو اور عیش کرو۔" کا قائل تھا۔ یہ موقع اسے گورنر جنرل کے قریب رہنے کی وجہ سے حاصل تھا۔ چنار گڑھ کے چپے چپے میں اس کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ دور دراز کے علاقے سے بڑے بڑے افسران محض گورنر جنرل سے ملاقات کی غرض سے

آتے تھے اور ہنری کی خوشامد کرتے تھے لیکن ننکا کے اچانک درمیان میں آ جانے سے اس کی بنی بنائی ساکھ خطرے میں پڑتی نظر آ رہی تھی۔

ہنری اس وقت مارٹینا کے خوبصورت اور گداز جسم کے توبہ شکن نشیب و فراز کو بڑی حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پہلے اسے ننکا اور مارٹینا کے درمیان ناجائز تعلقات پر اعتراض تھا۔ وہ خود دوسری حسین عورتوں پر اپنا پورا پورا حق سمجھتا تھا لیکن اپنی بیوی کو کسی اور کی آغوش میں دیکھنا ہنری کے لئے سوہان روح سے کم نہیں تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس کے جسم کی ایک ایک رگ میں خالص انگریزی خون دوڑ رہا تھا۔ ممکن تھا کہ اس کی ماں نے بھی اس کے باپ سے چوری چھپے کسی اور سے تعلقات قائم کر لئے ہوں لیکن وہ تیسرا خون بھی کسی انگریز ہی کا رہا ہو گا۔ ہنری کو اپنے خون پر فخر تھا لیکن مارٹینا کے خون میں ایک غلیظ اور ناپاک ہندوستانی کے خون کی آمیزش اسے پسند نہیں تھی۔

دوسرے انگریزوں کی طرح ہنری بھی اس فن سے بخوبی واقف تھا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہونے لگیں تو وقتی طور پر پالیسی تبدیل کر کے سچویشن کو قابو میں کیا جا سکتا ہے۔ اپنے مطلب کی خاطر کسی کے سامنے عارضی طور پر گھٹنے ٹیک دینا بھی اس کے لئے کوئی شرمناک فعل نہیں تھا' محکوم بن کر حاکم کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا اور پھر اپنی حاکیت قائم کرنا یہی اس نے اپنے آباؤ اجداد اور اپنی قوم سے سیکھا تھا۔

خاصی دیر تک وہ اپنی جگہ خاموش کھڑا مارٹینا کو گھورتا رہا اور خون کے گھونٹ حلق کے نیچے اتارتا رہا پھر اس نے اپنی پالیسی کو تبدیل کرنے کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر مارٹینا کو ننکا کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کا موقع دے کر وہ اپنے ڈگمگاتے قدموں کو کسی اور پالیسی سے دوبارہ جما سکتا تھا۔ ننکا کی پراسرار کالی طاقتوں سے ٹکر لینا اس کے بس کی بات نہیں تھی اس لئے اس نے فوری طور پر ننکا اور مارٹینا کے تعلقات سے چشم پوشی روا رکھنے کا پروگرام مرتب کر لیا۔ اسی خیال کے پیش نظر اس نے ایک نئی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ننکا کو دوستی کی دعوت دی تھی لیکن ننکا نے اس کی بات کو نظرانداز کر کے اسے باور کرانے

کی کوشش کی تھی کہ مارٹینا اس کی حفاظت میں ہے اور اگر ہنری نے اس کے درمیان کوئی خلیج پیدا کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام مادھو لال سے بھی زیادہ بھیانک ہو گا۔۔۔ اسی جملے کی باز گشت ہنری کو کسی نئی پالیسی اختیار کرنے پر اکسا رہی تھی۔ وہ براہ راست ننکا سے مفاہمت کرنے پر مجبور تھا لیکن اس کی خباثتوں کو کھلی چھٹی دے کر اس کی حاکمیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ ایک لمحے کو اس کے ذہن میں یہ بھی آیا کہ وہ مارٹینا کو طلاق دے کر ہمیشہ کے لئے آزاد کر دے لیکن اسے فوراً ہی خود اپنے خیال کی تردید کرنی پڑی۔ طلاق کے بعد اگر مارٹینا چنار گڑھ میں رہ کر ننکا کے ساتھ تعلقات برقرار رکھتی تو اس میں بھی ہنری کی سبکی تھی۔

ہنری کسی زخمی اور خونخوار درندے کی مانند اپنے ہونٹ چباتا رہا پھر اس کے ذہن میں ایک خیال بڑی تیزی سے ابھرا۔۔۔ "لوہے کو کاٹنے کی خاطر لوہے کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔" اس خیال کے ساتھ ہی ہنری کے ذہن میں "بابا رحیم" کا نام بجلی بن کر کوندا۔

"بابا رحیم۔۔۔" ایک صوفی بزرگ تھے جو پرانے قلعے کے دامن میں ایک نیم پختہ مکان میں رہتے تھے۔ ان کے حلقہ عقیدت میں ریاست کے با اثر لوگ بھی تھے اور عام افراد بھی بابا رحیم کی روحانی قوتوں سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔ ہنری کو اس بات کا علم اپنے معتبر لوگوں کے ذریعے بخوبی ہو چکا تھا کہ ننکا جو چنار گڑھ میں "کالے بخار" کے نام سے مشہور تھا وہ بھی خود کو بابا رحیم کے آستانے سے دور ہی رکھتا تھا۔ ریاست کے عام لوگوں نے بھی کبھی ننکا کو بابا رحیم کے مکان کے قریب پھٹکتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی مشہور تھی کہ ریاست کے لوگوں کے اصرار کے باوجود ابھی تک بابا رحیم نے بھی ننکا کی سرزنش کی خاطر کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ وہ لوگوں کی داد فریاد سنتے پھر آسمان کی سمت نظر اٹھا کر کہتے۔

"وہی دونوں جہاں کا مالک ہے۔ مشرق اور مغرب کا بے تاج بادشاہ۔۔۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔۔۔ کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔۔۔ وہ سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہے۔۔۔ ہماری جانیں بھی اسی کے رحم و کرم کی محتاج ہیں۔۔۔

اس کی کتاب پر عمل کرو۔۔۔ نجات کا راستہ وہی ہے جو اس نے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔۔۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔۔۔ جو مانگنا ہے اسی سے مانگو۔۔۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔ باقی سب فریب ہے۔۔۔ دھوکا ہے۔"

جس مکان میں بابا رحیم کا آستانہ قائم تھا وہ سرکاری زمین تھی جس پر کسی مکان یا دوسری تعمیرات کی اجازت نہیں تھی لیکن ایک دن اچانک ریاست کے لوگوں نے وہاں ایک نیم پختہ مکان کھڑا دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ اس مکان کے بارے میں ریاست کے طول و عرض میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بات انگریز سرکار تک پہنچی تو بلڈوزر حرکت میں آگئے کس نے اور کب اس مکان کو تعمیر کرایا۔۔۔؟ یہ بات کسی کے علم میں نہیں تھی۔۔۔ حیرت اور تعجب کی ایک بات یہ بھی تھی کہ اس مکان میں کوئی بندہ بشر بھی نہیں رہتا تھا۔۔۔ کسی نے اس کے سلسلے میں کوئی دعویٰ بھی نہیں کیا۔۔۔ بہرحال سرکاری مشینری حرکت میں آگئی۔۔۔ مکان کو زمین بوس کر دیا گیا اور اس کے تمام ملبے کو بحق سرکار ضبط کر لیا گیا مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے ریاست کے لوگوں کے علاوہ سرکاری مشینری کو بھی انگشت بدنداں کر دیا۔

بابا رحیم کے اس آستانے کو سرکاری حکم پر پندرہ روز کے اندر سات بار توڑا گیا اور اس کا ملبہ اٹھوایا گیا لیکن ہر بار سخت پہرے اور کڑی نگرانی کے باوجود وہ مکان حیرت انگیز طور پر دوبارہ اپنی جگہ تعمیر نظر آنے لگتا پھر ریاست کے بزرگوں نے ہنری سے ملاقات کی اور ہنری نے ان کے بے حد اصرار کے بعد اس مکان کو اس شرط پر قائم رہنے دیا کہ وہاں اگر کسی دوسری جگہ کو گھیر کر تعمیر کی کوشش کی گئی تو وہ اس مکان کو بھی ڈھیر کرا دے گا۔ ہنری کے اس حکم کے بعد اچانک اس مکان میں ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا گیا جس کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اس کی عمر ستر سال سے بھی زیادہ تھی لیکن وہ قابل رشک صحت کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں سے صلح و آشتی کے رنگ چھلکتے تھے۔ وہ بہت نرم سخن اور خوش گفتار شخصیت کا مالک تھا۔ اس کے پاس صرف ایک کام تھا یا تو خدا کے سامنے ہر وقت سربسجود رہ کر گڑگڑاتا اور آہ و زاری کرتا یا پھر مکان کے قریب نیم کے تناور درخت سے ٹیک لگائے

بیٹھے تسبیح پڑھنا --- وہ کون تھا ---؟ کہاں سے آیا تھا ---؟ یہ بات بھی کسی کے علم میں نہیں تھی --- پھر آہستہ آہستہ اس کے اردگرد عقیدت مندوں کا ہجوم اکٹھا ہونا شروع ہوا تو صرف اتنا معلوم ہوا کہ اس کا نام رحیم شاہ ہے۔ لوگوں نے احتراماً اسے "بابا رحیم" کہنا شروع کر دیا۔ کچھ دنوں تک ریاست کے لوگوں نے عقیدت و احترام کا سلسلہ جاری رکھا پھر اپنی ضعیف الاعتقادی کے پیش نظر تعویذ گنڈوں کا مطالبہ شروع کر دیا۔ بابا رحیم کا ایک ہی جواب ہوتا۔ "خدا سے لو لگاؤ اور جو کچھ مانگنا ہے اسی سے مانگو۔" چنانچہ ضرورت مندوں کا ہجوم کائی کی طرح چھٹتا گیا۔ جو سچے پرستار تھے اور صرف بزرگوں کے قرب اور صحبت سے فیض یاب ہونے کے عادی تھے صرف وہی باقی رہ گئے --- بابا رحیم نے ان کی ملاقات کے لئے بھی تھوڑا وقت مقرر کر رکھا تھا تاکہ ان کی اپنی ریاضت اور عبادت میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔

غرضیکہ کے بابا رحیم کا نام بھی ریاست کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل گیا۔ ایک بار ہنری نے بھی سیاسی اعتبار سے بابا رحیم کے آستانے پر بظاہر بڑی عقیدت سے حاضری دی تھی مگر مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ کہیں بابا رحیم کی شکل میں کوئی غیر ملکی جاسوس انگریز حکومت کے خلاف پروپیگنڈا کرنے یا بغاوت پھیلانے کی غرض سے تو نہیں آیا --- ہنری کا اندازہ غلط ثابت ہوا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس کے بعد اسے بابا رحیم کے بارے میں کچھ ایسی اطلاعات بھی ملتی رہیں کہ وہ کوئی "پہنچا ہوا پیر مرد" ہے جو اپنی روحانی قوتوں سے دوسروں کے مصائب و آلام دور کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے اور نکا بھی ان کے سائے سے دور رہتا ہے۔

ہنری نے بابا رحیم کے کرشموں اور موجزوں کی اطلاع پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اس وقت جب نکا نے اس کے اعصاب پر ضرب لگائی تو اسے یکلخت بابا رحیم کا خیال آگیا --- "لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔" والی مقال ہنری کے ذہن میں ابھری تو امید کی ایک آخری کرن نے اسے بابا رحیم کے آستانے پر حاضری دینے پر مجبور کر دیا لیکن وہ بابا رحیم سے اس قدر خاموشی اور راز داری سے ملنا چاہتا تھا کہ کسی کو مطلق بھنک نہ مل سکے ---!



بابا رحیم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اٹھے اور حسب معمول دیوار سے ٹیک لگا کر تسبیح پڑھنے بیٹھ گئے۔ ان کے جسم پر سفید اجلا لباس تھا جس پر کئی جگہ پیوند لگے تھے۔ کمرے میں ایک طرف چٹائی کا بستر لگا تھا۔ پانی کا ایک گھڑا رکھا تھا اور ایک سمت میلی سی دری بچھی ہوئی تھی۔ دری اور چٹائی کے درمیان ٹین کا ایک ٹوٹا صندوق نظر آتا تھا لیکن بابا رحیم کی شخصیت ان تمام شے سے افضل اور نمایاں تھی۔ ان کی آنکھوں میں نور ہی نور تھا۔ چہرے سے صبر اور استقامت عیاں تھے۔

اس وقت کوئی وظیفہ پڑھنے میں مصروف تھے۔ خاصی دیر تک وہ استغراق کی کیفیت سے دوچار تسبیح کے دانوں پر انگلی گھماتے رہے پھر آہستہ آہستہ ان کی ٹھوڑی سینے سے لگ گئی۔ یہ مراقبے کی کیفیت تھی جو تادیر قائم رہی۔ مشرقی گوشے میں ایک چھوٹی سے لالٹین روشن تھی جس کی مدھم روشنی میں بابا رحیم کا وجود خاصہ نمایاں لگ رہا تھا۔ وہ اپنے وظیفے میں پوری طرح غرق آنکھیں بند کئے خدا سے لو لگائے عالم لاہوت کی سیر کر رہے تھے۔ یہ روزمرہ کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد وہ کئی گھنٹے اسی انداز میں بیٹھے رہتے۔ اکثر رات بیت جاتی لیکن ان کے استغراق میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ جذب کی حالت میں وہ کہیں سے کہیں پہنچے ہوتے تھے۔ اس وقت وہ تقریباً ایک گھنٹے تک اسی کیفیت سے دو چار رہے پھر یکلخت تسبیح پر ان کی گردش کرتی ہوئی انگلی تھم گئی۔ انہوں نے سر اٹھا کر کمرے میں چاروں طرف دیکھا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ وہاں کسی اور کی موجودگی محسوس کر رہے ہوں۔ ان کی نظریں کمرے کا طواف کرتی ہوئی میلی دری پر جا کر تھم گئیں۔ ہونٹوں پر ایک دل آویز تبسم ابھر آیا۔ لبوں کی جنبش ہوئی اور بابا رحیم کی نرم آواز کمرے میں آہستہ سے ابھری۔

"تم نے آج پھر بڑی رازداری سے میرے پاس آنے کی کوشش کی لیکن مجھے تمہاری موجودگی کا احساس ہو گیا ہے۔"

بابا رحیم کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میلی دری پر ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آنے لگا۔ وہ بڑے ادب و احترام سے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کی عمر تیس اور

پینتیس کے پیٹے میں نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر گھنی موچھیں تھیں اور فرنچ کٹ
ڈاڑھی نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر نرمی اور کرختگی کے ملے جلے تاثرات بھی نمایاں
تھے۔ سر کے بال گہرے سیاہ اور پشت کی جانب گردن تک بڑھے ہوئے تھے۔

"کافی عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لئے چلا آیا۔ اگر میری وجہ سے
کوئی زحمت ہو تو۔۔۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا ابو القاسم کہ تم میرے لئے ایک اچھے رفیق ہو
اور میں تم کو پسند کرتا ہوں۔" بابا رحیم نے شفقت بھرے انداز میں کہا۔ پھر دیوار کے
پاس سے ہٹ کر چٹائی پر آ گئے "اور سناؤ۔۔۔ کیسی گزر رہی ہے۔۔۔؟"

"آپ کی محبت اور کرم نوازی ہے۔۔۔"

"کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" بابا رحیم نے کچھ توقف کے بعد سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔" ابو القاسم نے جس کا تعلق اجنا کے نیک
اور عبادت گزار جتھے سے تھا زیر لب مسکرا کر کہا۔ "آپ کے نیاز حاصل ہوتے ہیں تو
آنکھوں میں ٹھنڈک اور دل میں تراوٹ کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے بزرگوں سے صحبت کرنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔
ادب و آداب محفل کے معاملے میں تم اپنے قبیلے کے دوسرے افراد سے مختلف نظر
آنے لگے ہو۔"

"یہ بھی آپ کے قدموں کی برکت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

"ننکا کے سلسلے میں اب تمہارے خیالات میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں میں
انہیں محسوس کر رہا ہوں۔" بابا رحیم نے بدستور نرم اور ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔
"قدرت اس کی رسی دراز کر رہی ہے لیکن ایسے لوگوں کا انجام بڑا عبرتناک ہوتا
ہے۔"

"آپ کا حکم تھا اس لئے میں بھی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا ورنہ اب تک
اس کی گردن مروڑ کر ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ پاک کر چکا ہوتا۔۔۔" ابو القاسم نے
اس بار قدرے تیز لہجے میں جواب دیا۔ "اس کی کمینگی کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا

رہی ہے۔ وہ ریاست کے امن پسند لوگوں کے لئے خوف اور دہشت کا نشان بنتا جا رہا
ہے۔ ایسی حالت میں اگر اس کی تھوڑی سرکوبی اور گوشمالی کر دی جائے تو مناسب ہو
گا۔۔۔"

"ہم دونوں کی راہیں علیحدہ علیحدہ ہیں ابو القاسم۔۔۔" بابا رحیم ہونٹوں پر زبان
پھر کر بولے۔ "تم سے میری پہلی ملاقات جن حالات میں ہوئی تھی وہ مجھے آج بھی یاد
ہے' اس وقت تمہاری رگوں میں دہکتی ہوئی آگ دوڑتی تھی۔ تمہاری آنکھوں سے
شعلے بھڑکتے تھے۔ تمہارے لب و لہجے میں یہ نرمی اور ٹھہراؤ نہیں تھا۔ اپنے قبیلے کے
دوسرے نوجوانوں کی طرح تم بھی بات بات پر آگ بگولا ہو جانے کے عادی تھے لیکن
مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے خود کو بہت سنبھال لیا ہے۔ اعتدال اور درگزر سے کام
لینا اسے پسند ہے۔ جو لطف درگزر اور معاف کر دینے میں ہے وہ انتقام لینے میں
کہاں۔۔۔؟ پھر بھی اگر تم ننکا کی گردن مروڑنے یا گوشمالی کا ارادہ کر چکے ہو تو میں
تمہارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

"آپ کو غالباً نئے حالات کا اندازہ نہیں ہے میرے محترم۔" ابو القاسم نے پہلو
بدل کر بات جاری رکھی۔ "ننکا کی خباثتیں روزبروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ پہلے وہ خود
غلاظتوں کے ڈھیر میں قلابازیاں کھاتا رہا اور اب۔۔۔ وہ حرامزادہ شریف لوگوں کو بھی
اپنے راستے پر چلنے کی خاطر سبز باغ دکھا رہا ہے۔ کیا ایسے بدکردار شخص کی گردن ناپ
دینا گناہ ہے۔۔۔؟"

"اپنے اپنے سوچنے کا انداز ہے میرے عزیز۔۔۔" بابا رحیم نے طویل سانس
لے کر جواب دیا۔ "اس قادر مطلق کی مصلحتوں کو اس کے سوا کوئی اور نہیں سمجھ
سکتا۔۔۔ میری اس رہائش کی مثال لے لو۔ انگریز حکومت کے سر پھرے گوروں نے
مسلسل سات بار اسے منہدم کیا۔ فوج کے مسلح جوان شب و روز نگرانی پر معمور ہوتے
لیکن قدرت ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیتی تھی۔ یہ مکان اس کے حکم سے دوبارہ
تیار ہوتا پھر تھک ہار کر انگریز حاکموں نے قدم پیچھے ہٹا لئے۔ اس لئے کہ یہ قدرت کی
مرضی تھی۔۔۔ بندہ تو لاچار ہے ابو القاسم۔ کٹھ پتلی ہے جو خواہشات کی ڈوری سے

بندھا دولت اور ہوس کے اشاروں پر ناچ رہا ہے--- تم کس کس کی گردن ناپتے گے---؟"

"کیا کسی معصوم کو بھوکا پیاسا رکھ کر ہلاک کر دینا جائز ہے---؟" ابو الق نے پینترا بدل کر سوال کیا۔

"جائز اور ناجائز کو جانچنے کے لئے بھی قدرت نے ان گنت پیمانے بنا ر ہیں--- کیا صحیح ہے اور کیا غلط وہ اوپر بیٹھا سب کچھ جانچ رہا ہے۔ اس نے جرم و کی میزان بندوں کے حوالے کر کے گناہ و ثواب کے مفہوم واضح طور پر کھول کھول بیان کر دیئے ہیں۔ قیامت کے روز یہی میزان دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر د گے--- تم نے کسی معصوم اور بے گناہ کے قتل کا سوال اٹھایا ہے، ممکن ہے اس بھی اوپر والے کی کوئی مصلحت ہو--- ہو سکتا ہے کہ ایک جان کے عوض وہ جانوں کو ہلاکت سے دوچار کر کے دوسرے کے لئے عبرت کا ایک ایسا نمونہ پیش چاہتا ہو جو رہتی دنیا تک لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ رہے . وہ اسے یاد کر کے ت کرتے رہیں---"

"ٹھنڈا کر کے کھانا اچھا ہے محترم لیکن کبھی کبھی گرم کا بھی مزہ چکھ لینا صح اور تندرستی کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔"

"اگر تم فیصلہ کر چکے ہو تو پھر میرے مشورے کی کیا ضرورت ہے---؟" رحیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ بزرگ ہیں، اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اس لئے میں رہنمائی ک ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔"

"کسی کو تاریکی میں رکھنا بھی گناہ کے مترادف ہے۔ خواہ اس میں دوسرے ک بھلائی کا پہلو ہی کیوں نہ نکلتا ہو---"

"میں سمجھا نہیں---" ابو القاسم نے چونک کر پوچھا۔

"اپنی ذات کے اس دوسرے حصے کو تلاش کرو جسے تم نے مصلحتاً خود سے علیح کر دیا ہے---"

"کیا میں نے وہ قدم اٹھا کر کوئی گناہ کیا ہے---؟" ابو القاسم کا چہرہ تپ اٹھا۔

"صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو ابو القاسم۔" بابا رحیم نے بدستور نرم گفتاری سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہاری تخلیق میں آگ کا دخل شامل ہے لیکن یہ بھی مت بھولو کہ جن کو مٹی سے پیدا کیا گیا ان کی شان والا میں خدا کا نور بھی شامل ہے۔"

ابو القاسم ایک لمحہ کو تلملا اٹھا۔ مٹی اور آگ کے فلسفے نے اسے الجھا دیا تھا۔ وہ پلٹ کر کچھ جواب دینا چاہتا تھا کہ بابا رحیم نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کر کے اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔ ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کیں پھر آنکھیں کھول کر بڑی آہستگی سے ابوالقاسم کو مخاطب کیا۔

"میں کچھ دیر کے لئے تمہیں کسی تیسری شخصیت کی نظروں سے اوجھل رہنے کی درخواست کروں گا۔"

ابو القاسم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نظریں بھی دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ بابا رحیم نے تسبیح کے دانوں پر دوبارہ انگلیاں گھمانی شروع کر دیں پھر دوبارہ وہ اسی وقت چونکے جب ہنری نے چوروں کی طرح ڈرتے ڈرتے کمرے میں قدم رکھا تھا۔

"اتنی رات گئے گورنر جنرل کے معتمد خاص کو ایک فقیر کی جھونپڑی میں داخل ہونے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" بابا رحیم نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "کیا انگریز سرکار نے پھر اس نیم پختہ مکان کو ڈھا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے یا پھر میری گرفتاری کا حکم صادر ہوا ہے---؟"

"آپ کا اندازہ غلط ہے بابا رحیم---" ہنری نے چاروں طرف دیکھ کر اور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ کمرے میں کوئی تیسرا شخص موجود نہیں ہے دبی زبان میں کہا۔ "میں آپ کی خدمت میں ذاتی غرض لے کر حاضر ہوا ہوں۔"

"حاکم اور محکوم کے دروازے پر---؟ حیرت ہو رہی ہے---" بابا رحیم کے جملے میں بھرپور طنز شامل تھا۔

"اس وقت میں ایک سوالی کی حیثیت سے آپ سے کچھ باتیں کرنا چ
ہوں۔" ہنری نے یقین دہانی کی خاطر چرب زبانی سے کام لیا۔

بابا رحیم جواب دینے کے بجائے ہنری کی آنکھوں میں دور تک جھانکنے لگے۔

"میں نے ریاست کے بڑوں سے یہی سنا ہے کہ آپ ایک پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اور دوسروں کی پریشانی میں ان کے کام آتے ہیں۔" ہنری نے بڑے عقیدت بھرے انداز میں بابا رحیم کے قریب جا کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا! بڑی راز داری سے بولا۔ "کیا میں اس بات کا یقین رکھوں کہ ہمارے درمیان اس وقت جو گفتگو ہوگی اس کا علم کسی اور کو نہیں ہو گا۔۔۔؟"

"ننکا کی چیرہ دستی سے خوفزدہ ہو۔۔۔؟" بابا رحیم نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا تو ہنری مارے حیرت کے اچھل پڑا۔ اسے اپنی قوت سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ زبان کھولنے سے پیشتر ہی بابا رحیم کو اس کے دل کا حال کس طرح معلوم ہو گیا۔ پھر اسے فوراً ہی اس بات کا یقین بھی آ گیا کہ ننکا کی طرح بابا رحیم بھی کچھ پراسرار قوتوں کے مالک ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی جو ننکا کبھی بابا رحیم کے مکان کے آس پاس بھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

"بابا۔۔۔" ہنری نے اپنی پالیسی کے پیش نظر ہاتھ جوڑ دیئے۔ "آپ کا علم ع
ہے۔ میں اس وقت ننکا ہی کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لیکن اگر اسے علم ہو گیا کہ۔۔۔۔"

"ننکا کا گزر ہم غریبوں کی جھونپڑی کے آس پاس سے نہیں ہوتا۔" بابا رحیم نے ٹھوس مگر خشک لہجے میں جواب دیا پھر ہنری کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "مجھ سے کیا کام پیش آ گیا۔۔۔؟"

"وہ خبیث آہستہ آہستہ میری جان کا دشمن بنتا جا رہا ہے۔" ہنری نے مصنوعی انداز میں بسورتے ہوئے کہا۔ "مجھے قوی امید ہے کہ آپ اگر چاہیں تو اس کا توڑ کر سکتے ہیں۔۔۔۔"

"جوڑ توڑ کرنا تو انگریزوں کی گھٹی میں شامل ہے۔۔۔ سیاست کے میدان میں

بھی انگریز نسل کے گھوڑے دکی لگانے میں ماہر مانے گئے ہیں۔۔۔ میں تو ایک حقیر فقیر بندہ ہوں جو آپ کی عنایت سے اس جھونپڑے میں زندگی کے باقی ماندہ لمحوں کا شمار کر رہا ہوں۔۔۔"

"مجھے مایوس نہ کریں بابا۔۔۔" ہنری نے گڑگڑانے کی اداکاری کی۔ "آپ کو میری خاطر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔"

"جو کچھ کرنا تھا وہ تو تمہاری بیوی کر چکی۔" بابا رحیم نے اس بار کھردری آواز میں جواب دیا۔ "اسی کی ڈھیل اور تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے کہ ننکا تم دونوں پر حاوی ہو چکا ہے۔۔۔ تمہاری حیثیت اس کے سامنے دو کوڑی کی بھی نہیں رہی۔۔۔"

"اسی لئے تو آپ کے قدموں میں حاضر ہوا ہوں۔۔۔" ہنری نے ہاتھوں کو اور مضبوطی سے جوڑ لیا۔

"جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں وہ کسی اور سے نہیں ڈرتے۔"

"مجھے معلوم ہے میرے بزرگ۔" ہنری تیزی سے بولا۔ "اسی لئے ننکا آپ کے مکان کی طرف کبھی۔۔۔"

"غلط سمجھے۔۔۔" بابا رحیم نے تلخ لہجے میں کہا۔ "میں ننکا کی نہیں تمہاری بات کر رہا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔؟" ہنری نے مسمسی صورت بنا کر سوال کیا۔

"تم بھی جس کتاب کو مانتے ہو اس کی ہدایت کو فراموش کر کے بھٹک رہے ہو۔" بابا رحیم نے طویل سانس لی۔ "جو اپنی کتاب سے غافل ہو جاتا ہے پھر اندھیروں میں ٹھوکریں کھانا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ گناہ کے راستوں سے توبہ کر کے مقدس کتابوں کے روشن اصولوں کو اپنا لو۔۔۔ ننکا تو پلید ہے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"آپ۔۔۔ آپ میرے لئے کوئی عمل کر دیں بابا۔۔۔ میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔" ہنری نے بڑی عاجزی سے درخواست کی۔

"جو چیز تم خود آسانی سے حاصل کر سکتے ہو اس کی خاطر میرے سامنے ہاتھ

کیوں پھیلا رہے ہو۔۔۔؟ میری ایک بات یاد رکھو جو خود اپنے لئے کچھ نہ کر سکتا دوسرا بھلا اس کے لئے کیا کر سکتا ہے۔۔۔۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا۔۔۔؟" ہنری نے معصوم صورت بنا کر سوال کیا۔

"سیدھے اور سچے راستے کو اپنانا ہو گا۔۔۔ ان باتوں پر عمل کرنا ہو گا جو تمہاری کتابوں میں درج ہیں۔۔۔ ریاکاری' دغا بازی' گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑے گی۔۔۔ ان باتوں سے تائب ہونا پڑے گا جو انسان کو گمراہی سے دوچار کر دیتی ہیں۔"

"ان باتوں میں تو وقت لگے گا اور نکا اس سے پہلے ہی۔۔۔"

"موت کا تصور اور حکومت کا نشہ دونوں نے مل جل کر تمہیں بزدل بنا دیا ہے۔۔"

"آپ میرا ہاتھ تھام لیں میں بہادر بننے کا وعدہ کرتا ہوں۔" ہنری نے اتنی معصومیت سے جواب دیا کہ بابا رحیم کے نورانی چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔" انہوں نے ہنری سے کہا۔ "میں صرف تمہاری حد تک نکا' راستہ کھوٹا کرتا رہوں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"مجھے آپ کی تمام شرطیں منظور ہیں۔۔۔" ہنری نے تیزی سے اقرار کیا۔

"تم ابھی اور اسی وقت سے صداقت اور سچائی کے راستے کو اپنا لو۔۔۔ اور میں اگر کبھی تم سے کوئی سوال کروں تو تم اسے پورا کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔۔۔"

"آئی پرامس۔۔۔ مجھے منظور ہے۔۔۔"

"پھر تم آرام اور سکون سے جا سکتے ہو۔۔۔ نکا تمہاری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

ہنری کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے روایتی انداز میں آگے جھک کر بابا رحیم کے پیروں کو ہاتھ لگایا۔ پھر اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گیا تو ابوالقاسم نے دوبارہ ظاہر ہوتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میں پھر تمہیں صبر و تحمل سے کام لینے کا مشورہ دوں گا۔۔۔" بابا رحیم نے نرم گفتاری سے کہا۔ "فی الحال اپنی ذات کے دوسرے پہلو پر دھیان دو۔۔۔ آگے جو خدا کو منظور ہو۔۔۔"

ابو القاسم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تجسس بھری نظروں سے بابا رحیم کے "دراز قد" کو نگاہوں نگاہوں میں جانچتا رہا پھر یکلخت ہوا میں تحلیل ہو کر نظروں سے دوبارہ اوجھل ہو گیا۔۔۔!!



ٹارچ کی مدھم روشنی میں وہ دونوں تنگ و تاریک غار کے سیلن زدہ اور بدبودار راستے سے بہت سنبھل سنبھل کر اور قدم جما جما کر آگے بڑھ رہے تھے۔ قدموں کے نیچے سنگلاخ اور ناہموار پتھر تھے۔۔۔ دور کہیں سے تیز دھار بہتے ہوئے پانی کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔ سنگلاخ راستے کے ایک طرف آہنی چٹان نما دیوار تھی جس کے نوکیلے اور تیز دھار پتھر ان کے تیزی سے آگے بڑھنے میں مزاحمت کر رہے تھے۔ دوسری طرف دیوار نما کوئی چیز نہیں تھی۔ بمشکل ڈیڑھ فٹ کا وہ راستہ پتھریلی چٹانوں کو کاٹ کر وجود میں لایا گیا تھا۔

اس راستے کو اختیار کرنے سے پیشتر ان دونوں نے ٹارچ کی روشنی نیچے کی سمت کر کے خلا کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی لیکن انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ دیوار یا چٹان نما کسی چیز کا بھی دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں یہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا لیکن بہت ہوشیاری اور احتیاط سے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہی راستہ مدفون خزانے تک جاتا ہے۔۔۔؟" دوسرے شخص نے دریافت کیا۔ گھپ اندھیرے میں وہ دونوں ہی تاریکی کا ایک حصہ بن کر رہ گئے تھے۔ کسی کی شکل بھی صاف طور پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ محض انسانی ہیولوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔

"جب تک خزانہ ہماری نظروں کے سامنے نہ ہو یقین سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔" پہلے شخص نے دبی زبان میں کہا۔ "ویسے ایک محتاط اندازے سے میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ یہ مخدوش راستہ خزانے تک ہماری رہنمائی ضروری کرے گا۔"

"پانی کا یہ تیز شور کیسا ہے---؟" دوسرے نے سرگوشی کی۔

"ہو سکتا ہے قلعے کے اس حصے کے نیچے سے کوئی تیز رفتار ندی گزرتی ہو۔" پہلے نے کہا۔ "یہ علاقہ چونکہ نشیب میں ہے اس لئے پانی کا تیز بہاؤ ناہموار چٹانوں سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہا ہے---"

"گویا ہماری ایک ذرا سی لغزش---"

"ہاں---" دوسرے نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ایک معمولی سی غلطی یا لاپرواہی ہمارے مشن کو نہ صرف ناکام کر دے گی بلکہ شاید ہماری گلی سڑی لاشوں کے ٹکڑے بھی کسی کو ہمارا پتہ و نشان نہ دے سکیں گے۔"

"حیرت ہے کہ ہم اس راستے تک پہنچ گئے اور ابھی تک قلعے کے محافظوں سے ہمارا واسطہ نہیں پڑا---" پہلے نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تم اسے مقدر کی مہربانی بھی کہہ سکتے ہو---" دوسرے شخص نے ٹارچ کی روشنی کا دائرہ ناہموار اور خطرناک راستے پر دور تک بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار بھی نہیں ہونا چاہئے۔ ممکن ہے اس تنگ راستے کو عبور کرنے کے بعد ہمارے لئے کچھ مشکلات بھی پیدا ہوں اس لئے ہر لحہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے---"

"کیا یہ درست ہے کہ شاہی دفینہ اب تک لاتعداد لوگوں کو حیرت انگیز طور پر نگل چکا ہے---؟"

"تم شاید موت سے خوفزدہ ہو---؟" اس بار دوسرے شخص نے قدرے اکتائے ہوئے مگر ٹھوس لہجے میں کہا۔ "دنیا میں کوئی مہم جوئی خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے نڈر اور بے خوف جیالے دن کی روشنی میں بھی فیصلے کی ایک معمولی چوک سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تو پھر گھپ اندھیرا ہے---

ویسے تم اگر گھبرا رہے ہو تو واپس جا سکتے ہو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔" پہلے شخص نے تیزی سے جواب دیا۔ ابھی سے ہمیں ایک دوسرے کو بزدل یا خوفزدہ قرار دینے کا کوئی حق بھی نہیں پہنچتا۔ اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے---"

"میرا خیال ہے اب ہمیں آگے بڑھنا چاہئے---" دوسرے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ پھر وہ دونوں آگے پیچھے قدم بڑھانے لگے۔

خاصی دیر تک وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے رہے۔ گرمی اور حبس کی شدت نے دونوں کو سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور کر رکھا تھا۔ ان کا درمیانی فاصلہ ایک فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ دونوں کے پاس شکاری ٹارچ موجود تھیں لیکن اب وہ اس کا استعمال نہیں کر رہے تھے پھر اگلا شخص اچانک لڑکھڑا گیا۔ اس کے پاؤں کے نیچے پھسلن تھی جسے شاید وہ اندھیرے میں دیکھنے سے قاصر تھا چنانچہ اس نے جیسے ہی قدم اس جگہ رکھا اس کا پاؤں رپٹ گیا۔ خود کو سنبھالنے کی خاطر اس نے پشت کی چٹان پر ہاتھ جمانے کی کوشش کی تو شکاری ٹارچ کسی پتھر سے ٹکرا کر اس کے ہاتھ سے نکل گئی پھر کوئی چالیس سیکنڈ بعد ہی نیچے پانی میں اس کے گرنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی تھی۔ دوسرے شخص نے جو پیچھے تھا اپنے ساتھی کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔

"کیا ہوا---؟" اس نے پوچھا۔

"نیچے کوئی چکنی کائی نما شے ضرور ہے۔" آگے والے شخص نے اپنا پورا وزن چٹان پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "قسمت اچھی تھی تو بچ گیا ورنہ شاید ٹارچ کے ساتھ میں بھی کسی نوکیلی ابھری ہوئی چٹان سے ٹکرا کر موت کے منہ میں پہنچ چکا ہوتا۔"

دوسرے شخص نے گھٹنے کے بل نیچے بیٹھ کر اپنی ٹارچ روشن کی پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ناہموار راستے پر کائی یا اور کسی قسم کی چکنائی نہیں تھی بلکہ گاڑھا گاڑھا تازہ خون تھا جو دور تک نظر آ رہا تھا۔

"یہ دیکھو--- ادھر۔" آگے والے شخص نے چٹان کے نچلے حصے کو جو ناہموار راستے سے ملا ہوا تھا غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ خون اس چٹان سے رس رس کر

نکل رہا ہے---"

"کیا مطلب---؟" دوسرے نے خون کے رساؤ پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "کیا اس سنگلاخ چٹان کی دوسری سمت کوئی خونی ندی بھی موجود ہے؟؟"

"نہیں---" اس کے ساتھی نے ایک طویل سانس بھر کر جواب دیا۔ "یہ ان خطرناک بلاؤں کا کوئی ناقابل تردید سحر ہے جو ہمیں آگے جانے سے خبردار کر رہا ہے---"

"پھر--- اب تمہاری کیا رائے ہے۔" دوسرے نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا اس گاڑھے خون پر چلنا ہمارے لئے دانشمندی ہو گا؟"

"اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں ہے---"

"ٹھیک ہے---" دوسرے نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی ٹارچ کی تیز روشنی آگے جانے والے راستے پر مرکوز تھی جس پر دور دور تک گاڑھا خون موجود تھا جو حیرت انگیز طور پر چٹان کے نچلے حصے سے رس رس کر آہستہ آہستہ پھیلتا ہوا ڈیڑھ فٹ کے ناہموار راستے سے گزر کر نیچے گہرائی کی سمت بہہ رہا تھا۔

"کچھ خزانے بڑے جیودھاری (جان لینے والے) ہوتے ہیں۔" پہلے شخص نے سنبھل کر جواب دیا۔ "وقت کے ساتھ ساتھ خوفناک بلائیں ان دفینوں پر اپنا قبضہ جما لیتی ہیں جو کسی کی رسائی اصل خزانے تک نہیں ہونے دیتیں۔"

"تم نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بار پہلے بھی تم خزانہ کے حصول کی مہم پر آئے تھے لیکن ناکام ہو گئے تھے۔"

"لیکن میں آج بھی زندہ ہوں---" اس نے عجیب وحشت ناک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا اس بار بھی تم اس راستے سے گزرے تھے---؟" دوسرے نے دریافت کیا۔

"نہیں--- وہ دوسرا راستہ تھا۔" اس نے اپنے ساتھی کو گھورتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر کر جواب دیا۔ "اس وقت میرے ساتھ ایک نہایت خوبصورت اور

گداز جسم والی انگریز عورت تھی۔ بڑی نڈر اور بے خوف بالکل تمہاری ہی طرح لیکن---"

"لیکن کیا---" دوسرے نے اپنے ساتھی کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے---؟ کیا اس مہم پر وہ عورت کام آ گئی تھی---؟"

"ہاں--- وہ بڑی پر اعتماد عورت تھی۔ میں نے اس جیسی بہادر اور بے خوف عورت پہلے کبھی نہیں دیکھی--- لیکن اس کا وہی اعتماد اسے لے ڈوبا---"

"کیا مطلب---؟"

"مطلب بہت صاف ہے---" اس نے اپنے ساتھی کے تندرست اور توانا جسم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر سرسراتی آواز میں کہا۔ "شاہی دفینے کو حاصل کرنے کے لالچ نے اس پر جنون کی کیفیت طاری کر رکھی تھی۔ اس نے میری معلومات سے فائدہ اٹھانے کی خاطر فوراً ہی میرے ساتھ خزانے کی مہم کو سر کرنے کی حامی بھر لی تھی--- مجھے آج بھی اس کی موت کا دکھ ہے لیکن اس کے حسین اور خوبصورت جسم میں دوڑنے والے خون میں ایسی کشش تھی کہ میں اپنی اشتہا پر قابو نہ پا سکا اور---"

"تم---" دوسرے شخص کے ذہن میں خوفناک بجلیاں کوندنے لگیں۔ خوف کی ایک سرد لہر اس کے پورے جسم میں سرایت کر گئی۔ اس نے سہمی ہوئی نظروں سے اپنے ساتھی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا--- "تم کیا بتانا چاہ رہے ہو؟"

"پریشان مت ہو میرے عزیز---" دوسرے شخص نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ساتھ اس مقام تک آ گئے ہو جہاں برسوں پہلے یہاں دفن کئے گئے شاہی خزانے کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ ان سرحدوں کے اس پار تم جیسے سرپھروں کا راج ہوتا ہے لیکن اس کے بعد مجھے میری من مانی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ دیوی دیوتا اور کوڑیالے ناگ مجھ پر مہربان ہیں۔ میں ان خوفناک بلاؤں کا ایک ادنیٰ غلام ہوں جو مدفون خزانے تک کسی بھی انسان کو پہنچ کر ناکام بنانے

کی خاطر ہمہ وقت چوکنا رہتی ہیں۔۔۔ شیش ناگ مہاراج جانتا ہے کہ میں نے اس کے ساتھ آج تک دھوکا نہیں کیا صرف خون پر میرا حق ہے۔۔۔ گوشت اور ہڈیاں ناگ مہاراج کے کام آتی ہیں۔۔۔"

"تو۔۔۔ تم۔۔۔ انسان نہیں بلکہ۔۔۔"

جواب میں دوسرے شخص نے ایسا فلک شگاف اور جنونی قہقہہ لگایا کہ اس کی بازگشت کی آوازیں دیر تک گونجتی رہیں۔ دوسرا شخص سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ جس شخص پر اس نے خزانے کے حصول کی خاطر اعتماد کیا تھا وہ کوئی انسان نہیں۔۔۔ عفریت تھا جو نہ جانے کتنے عرصے سے سرپھرے بے گناہ مرد اور عورتوں کا خون پی کر اپنے گندے اور ناپاک وجود کو دوام بخش رہا تھا۔

ایک لمحہ تک ساکت و جامد کھڑا وہ اپنے ساتھی کو دیکھتا رہا جس کی آنکھوں کی سرخی آہستہ آہستہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بار بار اپنی گندی زبان کو بھدے اور موٹے موٹے ہونٹوں پر یوں پھیر رہا تھا جیسے برسوں کا پیاسا ہو۔ بتدریج اس کے چہرے کے نقوش کسی خونخوار درندے کی ہولناک شکل اختیار کر رہے تھے۔

"گھبراؤ مت۔۔۔" اس نے بڑی راز داری سے کہا۔ "تمہاری قربانی رائیگاں نہیں ہو گی۔ تمہارا خون میری پیاس بجھائے گا۔۔۔ پھر جب شیش ناگ مہاراج تمہارے گوشت اور ہڈیوں کو چبا کر اگل دیں گے تو تم بھی ایک بلا کا روپ دھار لو گے۔ اس کے بعد تمہیں بھی اس جیودھاری خزانے کی حفاظت کرنا ہو گی جس پر کیول دیوی دیوتاؤں کا قبضہ ہے۔۔۔"

وہ بدستور گنگ سا کھڑا اپنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے نے حیرت انگیز طور پر کسی بھیڑیئے اور شیر کی ملی جلی خوفناک شکل اختیار کر لی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں کسی ریچھ سے مشابہ نظر آ رہی تھیں۔

موت کا بھیانک تصور اس کے وجود کو دہلا رہا تھا پھر شاید وہ زندگی بچانے کا جنون ہی تھا جس نے اسے اچانک چٹان سے دوسری طرف خلا میں چھلانگ لگانے پر

مجبور کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ نشیب میں بہنے والی ندی میں گرا اور درمیان میں کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہوا تو اپنی زندگی بچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ ایک ماہر تیراک تھا اور بپھری ہوئی موجوں سے بھی متعدد بار نبرد آزما ہو کر کئی انعامی مقابلے جیت چکا تھا لیکن جو کچھ اس نے سوچا تھا وہ محض ایک بھیانک خواب بن کر رہ گیا۔

اس کے فضا میں چھلانگ لگاتے ہی جیسے بے شمار شیطانی قوتیں جاگ اٹھی تھیں۔ تاریکی یکلخت اتنی تیز روشنی میں تبدیل ہوئی کہ اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔۔۔ اس نے اچانک بے شمار خوفناک بلاؤں کو جن کا دھڑ انسان جیسا سر گدھ جیسا اور ہاتھ کسی آدم خور کے پنجوں جیسے تھے فضا میں اپنے چاروں طرف پرواز کرتے دیکھا۔ جو خونخوار انداز میں اس کی طرف لپک رہی تھیں۔۔۔ وہ تیزی سے نیچے کی سمت جا رہا تھا اور خدا سے دعا مانگ رہا تھا کہ کسی طرح ندی میں گرے تاکہ اپنی زندگی بچانے کی خاطر ہاتھ پاؤں مارنے سے محروم نہ رہے۔۔۔

"اب خدا یاد آ رہا ہے بدبخت۔۔۔ پہلے لالچ نے تجھے اندھا کر دیا تھا۔۔۔"

ایک نادیدہ آواز اسے اپنے کانوں میں کہیں بہت دور سے آتی محسوس ہوئی لیکن اس کے بعد وہ اس عفریت کے طاقتور بازوؤں میں جکڑا جا چکا تھا جس کی کتوں جیسی لمبی زبان ہونٹوں پر لپلپا رہی تھی۔

"تمہارے خون پر صرف میرا حق۔۔۔" پراسرار عفریت نے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکالتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے شروع ہوئے پھر اس نے اپنے پنجے نما ہاتھوں سے اس کے گلے کو جکڑ کر پوری شدت سے دبانا شروع کر دیا۔



شرافت حسین اس طرح ہڑبڑا کر اٹھے جیسے بے خیالی میں ان کا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ ان کا دل پوری شدت سے دھڑک رہا تھا جو کچھ انہوں نے خواب کی کیفیت میں دیکھا اس کا ایک ایک منظر واضح طور پر ان کے ذہن میں

گھوم رہا تھا۔ اس ہولناک خواب کے ساتھ ہی ان کے دماغ میں ننکا کا بتایا ہوا عم
بھی سر ابھارنے لگا۔

شرافت حسین بڑی دیر تک خواب میں نظر آنے والے مناظر کے ایک ایک
جزئیات پر غور کرتے رہے۔ ان کے ذہن میں رہ رہ کر یہی خیال ابھر رہا تھا کہ جس
شخص نے زندگی بچانے کی خاطر خلا میں چھلانگ لگائی تھی وہ ان ہی کا اپنا ایک روپ
تھا۔ دوسری شخصیت جو عفریت تھی وہ ننکا کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی جس
نے بہرحال ان کو خزانے کی تلاش میں نہ صرف آمادہ کر لیا تھا بلکہ ان سے بڑی چیز کی
قسم بھی کھلوا لی تھی کہ وہ اس سے وفادار رہیں گے اور کسی سے اس کا تذکرہ نہیں
کریں گے۔

"تو کیا ننکا مجھے۔۔۔ خزانے تک پہنچنے سے پہلے ہی درمیان میں اپنے راستے
سے ہٹا دے گا۔۔۔؟" شرافت حسین کے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔
ننکا کی خباثتوں کے بارے میں چنار گڑھ کا بچہ بچہ واقف تھا۔ وہ نیچ ذات تھا۔
گندگی اور غلاظت کھاتا تھا۔ اس لئے قابل اعتبار بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس نے
خاص طور پر خزانے کی تلاش میں شرافت حسین کو اپنا حصہ دار بنایا تھا۔ شاید اس کی
وجہ یہ رہی ہو کہ تحصیل کا کوئی دوسرا شخص ننکا کے اس عمل کے لئے تیار نہ ہوتا
جس کی حامی شرافت حسین خزانے کی لالچ میں بھر چکے تھے۔ لوگ اس کے سائے سے
بھی دور رہنے کے عادی تھے اس کے ساتھ کسی معاملے میں شراکت پر آمادہ ہونے پر
کوئی آمادہ نہ ہوتا۔ رہا دیوی دیوتاؤں کی قسم کھانے کا مسئلہ تو جو شخص سر سے پاؤں
تک گناہوں میں لتھڑا ہوا ہو وہ جھوٹی قسمیں بھی کھا سکتا تھا۔ اس کے قول و فعل پر
اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا۔۔۔

شرافت حسین خاصی دیر تک ننکا اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پر غور
کرتے رہے۔ کئی بار ان کے ذہن میں یہ خیال بھی ابھرا کہ وہ ننکا سے کھل کر انکار کر
دیں اور اپنا راستہ اس کے راستہ سے ہمیشہ کے لئے الگ کر لیں۔ خواب میں انہوں
نے جو کچھ دیکھا تھا وہ ان کے پریشان ذہن کی ایک ممکنہ بھیانک پیداوار بھی ہو سکتی

تھی۔۔۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ غیبی اشارے ہوں جو شرافت حسین کو ان کے
ارادے سے باز رکھنا چاہتے ہوں۔۔۔

معاً" شرافت حسین کے ذہن میں بنسی مکرجی کا خیال ابھر آیا۔ چنار گڑھ کی
روانگی سے پہلے وہ اپنے والد کی ایما پر بنسی مکرکی سے ملے تھے۔ بنسی مکرجی نے اپنی
جوتش ودیا سے حساب کتاب لگا کر انہیں تین باتوں کے لئے خاص طور پر بہت محتاط
رہنے کی تاکید کی تھی۔

(1) "اپنی خوشی کی خاطر کبھی دھرتی پر رینگنے والی کسی چیونٹی کو بھی جان بوجھ
کر کشٹ نہ دینا۔۔۔ کسی کے جیون سے کھیلنا گھور پاپ ہے۔۔۔"

(2) "منش ہو یا جانور جو بھی گند کھانے کا عادی ہو اس کی چھایہ سے بھی
دور رہنا۔"

(3) "بغیر چھان بین کئے کسی غریب کے پیٹ پر لات نہ مارنا۔۔۔"

بنسی مکرجی نے شرافت حسین کے دو تین سوالات کا جواب دینے سے گریز بھی
کیا تھا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ کھل کر مستقبل کے
بارے میں صاف صاف کچھ بتانے سے قاصر ہیں اس لئے کہ دیوی دیوتاؤں نے ان کی
زبان پر تالے ڈال دیئے ہیں۔

اس وقت شرافت حسین کو بنسی مکرجی کی باتیں اندھیرے میں چلائے گئے اس
تیر سے زیادہ وزن دار نہیں لگی تھیں جو قسمت ہی سے کبھی کبھی نشانے پر لگتا ہے
لیکن اس وقت وہ بڑی سنجیدگی سے ان باتوں پر غور کر رہے تھے۔ ان کے دو اشارے
اب پوری طرح واضح ہو چکے تھے۔

"کسی کے جیون سے کھیلنا گھور پاپ ہے۔۔۔" یہ اشارہ اس معصوم بچے کی
طرف تھا ننکا نے جسے بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرنے اور اس کے دل کے خون سے روئی
تر کرنے کو کہا تھا۔

"منش ہو یا جانور جو گند کھانے کا عادی ہو اس کی چھایہ سے بھی دور
رہنا۔۔۔" حالات کے پیش نظر یہ اشارہ سو فیصد ننکا کی پراسرار شخصیت کی طرف تھا

جو سفلی کا ماہر تھا۔ تیسرا اشارہ ابھی تک واضح نہیں ہوا تھا لیکن صرف دو اشارے ہ
کافی تھے۔ شرافت حسین بہت دیر تک خواب کی بھیانک جزئیات اور بنسی مکرجی ک
پیش گوئی کے بارے میں غور کرتے رہے پھر انہوں نے طے کر لیا کہ وہ اگلی ہ
ملاقات میں ننکا سے قطع تعلق کر لیں گے۔

وقتی طور پر ایک حتمی فیصلہ کر لینے کے بعد شرافت حسین نے اٹھ کر غسل
کیا۔ لباس تبدیل کیا پھر ناشتے سے فراغت پا کر ڈرائنگ روم میں آکر اخبار کے مطالعہ
میں مصروف ہو گئے۔ بظاہر وہ اخبار کی سرخیوں میں محو نظر آ رہے تھے لیکن ان کے
ذہن میں ننکا کا تصور بھی کلبلا رہا تھا۔ اس شاہی خزانے کا خیال بھی بار بار سر ابھار ر
تھا جس کے حصول کی خاطر انہوں نے ننکا سے دوستی نبھانے کا وعدہ کر لیا تھا۔

دفتر کا وقت ہوا تو وہ تیار ہو کر اس کمرے میں آ گئے جو کوٹھی ہی کا ایک حصہ
تھا۔

ذہن الجھا ہوا ہو اور قوت فیصلہ متزلزل ہو تو انسان پوری یکسوئی سے اپنے
فرائض منصبی انجام دینے کے قابل نہیں رہتا۔ یہی کیفیت شرافت حسین کی تھی۔
انہوں نے دو ایک فائل الٹ پلٹ کر دیکھے پھر عاصم بیگ کو بلا کر اس کے ساتھ
ضروری دفتری معاملات پر تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ عاصم بیگ بڑے محتاط انداز میں
گفتگو کر رہا تھا۔ ایک بار وہ مجبوراً کسی دوسرے نائب تحصیل دار کے حکم پر جو غلط
قدم اٹھا چکا تھا اسی نے اس کی راتوں کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ اس کے بعد سے اس
نے توبہ کر لی تھی کہ دوبارہ کسی قیمت پر بھی کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اس
کا ضمیر مطمئن نہ ہو۔ یوں بھی وہ ایک محنتی اور دیانت دار شخص تھا۔ عملے میں سب
سے پرانا اور تجربہ کار تھا اس لئے تحصیل کے تمام دفتری معاملات پر پوری دسترس بھی
رکھتا تھا۔

"مسٹر عاصم ---" شرافت حسین نے ایک فائل کو ڈسکس (Discus) کرنے
کے بعد کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ننکا ایک بار مجھ سے گھر پر
ملاقات کر چکا ہے؟"

"جی ہاں ---" عاصم بیگ نے بہت سنبھل کر جواب دیا۔ "خادم بتا رہا تھا کہ
وہ کسی جائیداد کے کاغذات لے کر آیا تھا۔"

"وہ کاغذات جعلی تھے اس لئے میں نے اسے بھگا دیا تھا۔" شرافت حسین نے
ٹھوس لہجے میں کہا۔

"خادم نے ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست دی ہے۔" عاصم بیگ نے بات کا
رخ بدلنے کی خاطر کہا۔ "آپ جو حکم دیں ---"

"اس کی رخصت منظور کر لیں۔" شرافت حسین نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے --- میں خادم کی جگہ دفتر کے کسی مناسب اور ذمہ دار چپراسی کو
عارضی طور پر آپ کی خدمت پر ---"

"نہیں --- اس کی ضرورت نہیں ہے۔" شرافت حسین نے تیزی سے کہا۔
"ستو' بیگم صاحبہ کے ساتھ الہ آباد گیا ہوا ہے۔ کل یا پرسوں تک واپس آ جائے
گا ---"

"میرے لئے کوئی اور حکم ---؟"

"آپ سے ایک بہت ضروری اور اہم بات معلوم کرنی ہے لیکن اس شرط پر کہ
آپ اس کا ذکر کسی اور سے نہیں کریں گے۔" شرافت حسین نے کچھ سوچ کر مدھم
آواز میں کہا۔ "چنار گڑھ کی تعیناتی کے بعد میں نے جو رائے آپ کے بارے میں
قائم کی ہے وہ بہت اچھی ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ نے بھی میرے بارے میں
تھوڑا بہت اندازہ ضرور لگا لیا ہو گا خاص طور پر اس بات کا کہ میں پیٹ کا ہلکا نہیں
ہوں --- جو بات میرے اور آپ کے درمیان ہو گی اس کا علم کسی اور کو نہیں ہو
گا --- نہ ہونا چاہئے۔"

"آپ میری کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔" عاصم بیگ
نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا پھر بڑے اعتماد سے بولا۔ "آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے
ہیں --- میں ہمیشہ آپ کے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔"

"میرے چارج لینے سے پیشتر دفتر کی ایک اہم فائل گم ہو گئی تھی --- ن

الوقت اس کی اہمیت نہیں ہے لیکن اگر اس جائیداد کے بارے میں کوئی سوال
تو—— اچانک اس کی ضرورت پڑ بھی سکتی ہے——"

عاصم بیگ کے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہو گئیں۔ جو تلوار اس کے
خطرے کی صورت میں منڈلا رہی تھی شاید اب اس کی رسی ٹوٹنے کا وقت آ گیا تھا
اگر چاہتا تو بڑی خوبصورتی سے گم شدہ فائل کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار بھ
سکتا تھا اپنے وسیع تجربے کی روشنی میں شرافت حسین کو مطمئن کرنے کی خاطر د
مفروضے پیش کر کے گلو خلاصی حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ یہ بھی بخوبی جانتا تھا کہ
اس نے ایک سچ کو چھپانے کی خاطر کسی جھوٹ کا سہارا لیا تو پھر اس جھوٹ کو نبھا
کی خاطر اسے کئی بہانے اور بھی تراشنے پڑیں گے چنانچہ اس نے فوری طور پر
مناسب سمجھا کہ جو بات سچ ہے اس کا اقرار کر لیا جائے اور وہ تفصیل بیان کر
جائے جس کی وجہ سے اسے مجبوراً وہ فائل ایک سابقہ نائب تحصیلدار کے جبری
کے پیش نظر غائب کرنی پڑی تھی لیکن پیشتر اس کے کہ وہ شرافت حسین کے سا
اپنی غلطی کا اعتراف کرتا فون کی گھنٹی بجی اور شرافت حسین نے ہاتھ بڑھا کر ر
اٹھا لیا۔

"میں حسنہ بول رہی ہوں——"

"سب خیریت تو ہے——؟" شرافت حسین نے بیوی کی آواز سن کر دریا
کیا۔ "تمہاری امی کیسی ہیں؟"

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے ہسپتال میں داخل ہونے کا مش
دیا ہے۔" حسنہ بیگم نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "مجھے یہاں کچھ دنوں رکنا پڑے
بشرطیکہ آپ اجازت دیں——"

"اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔" شرافت حسین نے سنجیدگی سے ک
"آپ بالکل پریشان نہ ہوں ہو سکتا ہے کل تک میں بھی آ جاؤں۔"

شرافت حسین نے بیوی سے بات کرنے کے بعد اپنے گھر فون کیا تو ان
والد نے بھی حسنہ بیگم کی ماں کی بیماری اور خراب حالت کی تصدیق کی اور یہ مش

بھی دیا کہ وہ بھی ایک دو دن کے لئے الہ آباد آ جائیں تو مناسب ہو گا۔ باپ سے بات
کرنے کے بعد شرافت حسین نے فون کا ریسیور رکھا تو عاصم بیگ نے پوچھا۔

"کیا بیگم صاحبہ کی والدہ کی طبیعت خدانخواستہ کچھ زیادہ بگڑ گئی ہے——؟"

"جی ہاں—— مجھے بھی ایک دو روز کے لئے جانا ہو گا——"

"آپ فکر نہ کریں—— میں آپ کی روانگی کا بندوبست کرا دوں گا——"

"میرے جانے کے بعد دفتر کی ساری ذمہ داری آپ ہی کو سنبھالنی پڑے
گی—— کوئی اہم ضرورت محسوس ہو تو آپ مجھ سے فون پر بھی رابطہ قائم کر سکتے
ہیں۔" شرافت حسین نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ دفتر کی طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں میں شکایت کا کوئی موقع نہیں
دوں گا۔"

پھر شرافت حسین نے اسی روز پہلی ٹرین سے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو عاصم
بیگ روانگی کا بندوبست کرنے کی خاطر اٹھ گیا۔ دفتر سے نکلتے وقت انہوں نے دل ہی
دل میں اطمینان کا طویل سانس لیا تھا۔ گمشدہ فائل کا مسئلہ ان کی قسمت سے ایک بار
پھر ٹل گیا تھا——!!



بابا رحیم سے ملاقات کر لینے کے بعد ہنری کے دل سے نکا کا خوف کسی حد تک کم ضرور ہو گیا تھا لیکن ہنری اس بات کو آزمانا چاہتا تھا کہ وہ بابا رحیم کے کہنے کے مطابق کس حد تک نکا کی خباثتوں سے محفوظ رہ سکے گا۔ آزمائشی امتحان کے لئے بھی ہنری نے مارٹینا ہی کا انتخاب کیا تھا۔ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا تھا۔ ایک طرف نکا کو یہ باور کرانا مقصود تھا کہ اب اس کا گندہ علم ہنری کے سلسلے میں موثر ثابت نہیں ہو گا۔ دوسری طرف اسے مارٹینا کی سرزنش بھی کرنی تھی جو نکا کی شہ پا کر ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔ اس کی حد سے تجاوز کرتی ہوئی بے راہ روی ہنری کے وقار کے لئے خطرہ بنتی جا رہی تھی۔ ہنری ایک عورت کے لئے اپنے رعب و دبدبے کو قربان نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لئے عورتوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔

اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ کا عمل تھا جب ہنری نے اچانک اپنی ذاتی کوٹھی کے احاطے میں قدم رکھا تھا۔ چوکیدار خلاف توقع ہنری کی آمد سے بوکھلا گیا تھا۔

"میم صاحب کہاں ہے۔۔۔؟" ہنری نے چوکیدار کی بوکھلاہٹ محسوس کرتے ہوئے درشت لہجے میں دریافت کیا۔

"وہ۔۔۔ وہ اندر اپنے کمرے میں ہیں۔" انگریز چوکیدار نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"کب آئی تھی یہاں۔۔۔؟"

"دو گھنٹے پیشتر۔۔۔"

"اس کے ساتھ اور کون ہے۔۔۔؟" ہنری نے بدستور بگڑے ہوئے تیور کا مظاہرہ کیا۔

"پولیس چوکی کا انچارج مارٹن ڈگلس صاحب۔۔۔" چوکیدار نے دبی زبان میں کہا۔

ہنری مارٹن ڈگلس کا نام سن کر تلملا اٹھا۔ نکا کے مقابلے میں ڈگلس انگریز ضرور تھا لیکن وہ اس کا ایک ادنیٰ ماتحت تھا۔ ہنری نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ اسے مارٹینا کی بڑھتی ہوئی آزادی سے اس بات کی توقع تھی کہ وہ وقتی طور پر کسی کو بھی اپنے قرب کی لذتوں سے سرشار کر سکتی ہے لیکن کم از کم ڈگلس کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ سفید چمڑی کا ہونے کے باوجود وہ ہنری کا ماتحت تھا۔ ہنری کی پیشانی پہ آنے والا ایک بل بھی ڈگلس کی ملازمت ختم کر سکتا تھا۔ کم از کم اسے ہنری کی عزت سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

مارٹینا کی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر وہ ایک لحہ کو رکا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا کہ اگر وہ ڈگلس کی خوبصورت اور حسین بیوی کے ساتھ رنگ رلیاں منا سکتا ہے تو مارٹینا کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ ڈگلس کو داد عیش دے سکے۔ خود ہنری نے بھی اسے اجازت دی تھی کہ وہ اگر چاہے تو کسی سفید فام اور صاحب حیثیت شخص سے تعلقات استوار کر سکتی ہے لیکن اسے نکا جیسے گندے اور بدنام شخص سے ہر قیمت پر قطع تعلق کرنا ہو گا۔

ہنری نے خود کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ خاموشی سے الٹے قدموں واپس لوٹ جائے لیکن اقتدار اور طاقت کا نشہ اس کے ارادے پر غالب آ گیا۔ اس نے بند دروازے کو نفرت اور حقارت بھری نظروں سے دیکھا پھر ہاتھ اٹھا کر اس پر دستک دینے لگا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ ڈگلس سے کسی قسم کا جھگڑا یا فساد نہیں کرے گا لیکن اسے اتنا ذلیل اور خوفزدہ ضرور کر دے گا کہ دوبارہ وہ مارٹینا کے سائے سے بھی پناہ مانگنے پر مجبور ہو جائے گا۔

"کون ہے۔۔۔؟" ہنری کے تیسری بار دستک دینے پر اندر سے مارٹینا کی آواز

سنائی دی۔

"ہنری۔۔۔" اس نے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں لـ
آیا ہوں۔۔۔"

جواب میں کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی جو دروازے کے قریب آ کر
گئی پھر دروازہ کے بولٹ کھول دیئے گئے۔ ہنری نے مارٹینا کو غور سے دیکھا جو ہا
میں جام لئے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے جسم پر جو ریشمی اور باریک ڈریسنگ
گاؤن تھا وہ اس کی ستر پوشی کے لئے قطعی ناکافی تھا۔ وہ اس وقت سرتاپا نشے میں چ
نظر آ رہی تھی۔

"تم نے کیوں زحمت کی ڈیر۔۔۔" مارٹینا نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں نے با
تک آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"میں ادھر سے گزر رہا تھا۔ سوچا تمہیں بھی ساتھ لیتا چلوں۔۔۔" ہنری نے
بہانہ تراشا۔ ڈگلس کے نظر آنے سے پیشتر وہ خود کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس
نظریں مارٹینا کے عقب میں خوابگاہ میں بھٹک رہی تھیں لیکن ڈگلس اسے نظر نہیں آ
تھا۔

"اب تم آ ہی گئے ہو تو پھر اندر بھی آ جاؤ۔۔۔" مارٹینا نے ہنری کے لـ
راستہ چھوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "اس وقت مجھے بھی تمہاری یاد نہ جانے کیوں
رہی تھی۔" اس کے آخری جملے میں گہرا طنز تھا۔ ہنری اس کی تلخی کو محسوس کر
تلملا اٹھا۔

"کیا تم یہاں اکیلے شغل کر رہی ہو۔۔۔؟" اس نے خون کا گھونٹ پی کر سوا
کیا اور قدم اٹھاتا اندر داخل ہو گیا۔ پورا کمرہ اب اس کی نگاہوں میں تھا۔ بستر پر نظ
آنے والی شکنیں ہنری کے شبہے اور چوکیدار کے بیان کی تصدیق کر رہی تھیں لیکن
مارٹن ڈگلس خواب گاہ میں موجود نہیں تھا۔

"تمہارے مخبروں نے کیا اطلاع دی تھی۔۔۔؟" مارٹینا نے گلاس میں بچی
شراب ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتارتے ہوئے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"تم غالباً یہاں مارٹن ڈگلس کے ساتھ آئی تھیں۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" مارٹینا نے مسکرا کر جواب دیا۔ "مجھے اس سے کچھ ضروری باتیں
کرنی تھیں۔ مثلاً یہ کہ میں چاہتی ہوں کہ اس کوٹھی کی نگرانی اور سخت کرا دی جائے
تاکہ کسی کو پہلے سے اجازت لئے بغیر یہاں قدم رکھنے کی جرات نہ ہو سکے۔"

"تم نے مجھ سے ذکر کیا ہوتا تو میں براہ راست کسی اعلیٰ افسر سے۔۔۔"

"تمہارے پاس فرصت ذرا کم ہوتی ہے۔" مارٹینا نے مسکرا کر زہر آلود انداز
اختیار کیا پھر بولی۔ "اور اعلیٰ افسروں کے سلسلے میں میرا تجربہ ہے کہ وہ کچھ زیادہ ہی
اعلیٰ اور اپنے ذاتی کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔ چھوٹے افسر زیادہ کارآمد ہوتے
ہیں' ایک اشارے پر تلوے چاٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور۔۔۔ زبان بھی بند رکھتے
ہیں۔۔۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"فی الحال تمہارا کیا پروگرام ہے۔۔۔؟" ہنری نے بات کا رخ بدلنا چاہا۔

"چوکیدار تمہارا وفادار ہے لیکن مجھے اس کی زیادہ پرواہ نہیں ہے۔۔۔" مارٹینا
نے اس بار قدرے خشک لہجے میں کہا۔ "میں چاہتی تو کب کی اس کی چھٹی کر چکی
ہوتی لیکن میں چاہتی ہوں کہ وہ تم سے اپنی وفاداری نبھاتا رہے۔۔۔"

"تم نے اس وقت کچھ زیادہ پی رکھی ہے۔۔۔" ہنری نے مارٹینا کے جملے کی
تلخی کو محسوس کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔

"چوکیدار نے تمہیں بتایا ہو گا کہ مارٹن ڈگلس پچھلے دو گھنٹے سے میری خواب
گاہ میں میرے ساتھ ہے۔ مارٹینا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر ہنری کے سوال کو
نظرانداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔" اس نے غلط نہیں کہا۔ مارٹن دو گھنٹے
پیشتر میرے پاس تھا لیکن میں نے اسے کوٹھی کے سلسلے میں نگرانی سے متعلق ضروری
ہدایتیں دے کر پچھلے راستے سے رخصت کر دیا تھا۔ وہ اچھا وفادار اور اشاروں پر عمل
کرنے والا افسر ہے۔۔۔ بیوی کے معاملے میں خاصہ خوش قسمت واقع ہوا ہے۔۔۔
تمہارا کیا تجربہ ہے؟ کیا وہ ہر اعتبار سے ایک حسین' بھرپور اور گداز جسم کی مالکہ نہیں
ہے۔۔۔؟"

ہنری ایک بار پھر اندر ہی اندر تلملا کر رہ گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ چوکیدار سے محتاط رہنے کے لئے مارٹینا کے ذہن نے اپنے بچاؤ کی خاطر کچھ دوسرے موثر طریقے بھی اختیار کر رکھے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے اس نے ہنری کے کوٹھی میں داخل ہونے کی بھنک ملتے ہی مارٹن ڈگلس کو چلتا کر دیا ہو۔۔۔ عین ممکن تھا کہ مارٹینا نے کسی بھاری انعام کے عوض چوکیدار کی وفاداری بھی خرید لی ہو۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔۔۔؟" مارٹینا نے مسہری پر نیم دراز ہو کر ہنری کو سحر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ڈگلس کی نوجوان اور خوبصورت بیوی کے سلسلے میں تم میری بات سے متفق نہیں ہو۔۔۔ کیا اس کی غزالی آنکھوں میں ایسا جادو نہیں ہے جو اعلیٰ افسروں کو بھی اپنا غلام بنانے کی بھرپور کشش رکھتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہمارے دستے کے بھی کچھ بڑے افسر اس کے تلوے چاٹنے میں بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔۔۔"

"ہوگا۔۔۔" ہنری نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تم کچھ جلدی میں ہو ڈارلنگ۔۔۔" اس بار مارٹینا نے خمار آلود نگاہوں میں ہنری کے لئے ایک خاموش پیغام تھا۔ اس پیغام میں نفرت کی آمیزش بھی تھی۔۔۔ "کیا اب دو گھڑی میرے پاس بھی نہیں بیٹھو گے۔۔۔؟"

مارٹینا نے جملے کے ساتھ ہی ایک توبہ شکن انگڑائی لی تو ہنری کو مجبوراً اس کی دعوت کو قبول کرنا پڑا لیکن جتنی دیر وہ مارٹینا کے ساتھ بستر پر رہا اسے اس بات کا شدت سے احساس ہوتا رہا کہ مارٹینا نے محض اسے بہلانے کی خاطر لگاوٹ کی باتیں کر کے اکسایا تھا۔۔۔ اس کے اندر گرمجوشی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ صرف محبت کا ڈھونگ رچا رہی تھی اور ہنری حالات کے پیش نظر خون کے گھونٹ حلق کے نیچے اتارنے پر مجبور تھا۔ ڈگلس کی بیوی کا تذکرہ کر کے مارٹینا نے اسے یقیناً اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی کہ اگر ہنری نے جوش میں آ کر حد سے گزرنے کی کوشش کی تو وہ بھی خاموش نہیں رہے گی۔۔۔!!

شرافت حسین کو الہ آباد سے واپس آئے تین دن گزر چکے تھے۔ ساس کی بیماری کی وجہ سے انہوں نے حسنہ کو اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ پندرہ بیس روز تک ماں کے پاس رہ کر ان کی تیمار داری کر سکتی ہے۔ اس اجازت میں ان کا اپنا مفاد بھی شامل تھا۔ وہ ننکا کے معاملے کو پرسکون رہ کر نمٹانا چاہتے تھے۔

الہ آباد میں قیام کے دوران انہوں نے ذاتی طور پر بنسی مکرجی سے بھی ملاقات کی تھی۔ اپنا خواب بیان کر کے ان کی رائے طلب کی تھی لیکن انہوں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ بنسی مکرجی نے کھل کر اس خواب کے بارے میں کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ خواب کی تفصیل سننے کے بعد وہ خاصے مضطرب ہوگئے تھے۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ خواب کے بارے میں شرافت حسین کو کسی اہم بات سے آگاہ کرنا چاہتے تھے لیکن کسی نادیدہ طاقت نے ان کے ہونٹوں پر تالے ڈال رکھے تھے۔

شرافت حسین نے بنسی مکرجی سے اپنی اور ننکا کی ملاقات یا قلعہ میں مدفون خزانے کے بارے میں شرکت کے معاہدے کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ خواب کا تذکرہ بھی سرسری طور پر کیا تھا مگر یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے تھے کہ بنسی مکرجی کی پراسرار خاموشی کوئی نہ کوئی معنی ضرور رکھتی ہے۔۔۔ انہوں نے زیادہ کریدنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور بستو کو ساتھ لے کر واپس چنار گڑھ آگئے۔ ویسے انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ننکا سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیں گے لیکن اس خیال کے ساتھ ہی انہیں کروڑوں کی مالیت کے شاہی خزانے سے دستبردار ہونے کا تصور بھی ستانے لگتا تھا۔

تحصیل واپس آ کر وہ دفتری ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد ننکا کا انتظار بھی کرتے رہے۔ ننکا سے ان کی آخری ملاقات کو دس روز سے زیادہ گزر چکے تھے لیکن اس عرصے میں ننکا نے نہ تو ان سے دوبارہ ملاقات کی تھی نہ ہی وہ تحصیل میں کسی کو نظر آیا تھا۔ چنار گڑھ سے ننکا کی پراسرار گمشدگی سے شرافت حسین کے ذہن میں بے شمار وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ خواب دیکھ لینے کے بعد انہوں نے خود کو ننکا سے دور

ہی رکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہیں اس بات کی تشویش لاحق تھی کہ کہیں ننکا انہیں کسی لمبے چکر میں نہ پھنسا دے۔ بنسی مکرجی کی خاموشی بھی ان کے لئے پراسرار اور معنی خیز تھی۔

گیارہویں روز شرافت حسین حسب معمول اپنے دفتر میں بیٹھے ضروری فائلوں کو نپٹانے میں مصروف تھے کہ چپراسی نے اندر داخل ہو کر ایک بند لفافہ ان کے سامنے رکھا اور خاموشی سے الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ یہ کوئی تعجب یا حیرت کی بات نہیں تھی اس قسم کے بند لفافے انہیں اکثر تحصیل میں رہنے والے صاحب جائیداد لوگوں کی طرف سے ملتے رہتے تھے جس میں یا تو کسی دفتری عملے کی شکایت درج ہوتی تھی یا کسی کی جائیداد کے بارے میں مخبری کی جاتی تھی۔ ایسے شکایت نامے عام طور پر گمنام ہی ہوتے تھے یا پھر ان میں فرضی نام درج ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ معمولات میں شامل تھا۔

چپراسی کے جانے کے بعد شرافت حسین نے زیر مطالعہ فائل کو پہلے نپٹایا پھر لفافہ اٹھا کر اسے بڑے اطمینان سے چاک کیا لیکن اندر سے برآمد ہونے والے مختصر سے کاغذ پر درج مضمون پڑھا تو دوران خون آپ ہی آپ تیز ہو گیا۔ وہ ننکا کی طرف سے ایک پیغام تھا۔ ننکا نے انہیں مطلع کیا تھا کہ وہ جان لیوا عمل کے لئے مطلوبہ بچہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جسے وہ نصف رات گزرنے کے بعد شرافت حسین کے حوالے کر دے گا۔ اپنے پیغام میں ننکا نے سخت تاکید کی تھی کہ شرافت حسین نصف رات گزرنے کے بعد کوٹھی کے عقبی پھاٹک کے باہر اس کا انتظار کریں جسے شاذونادر ہی استعمال کیا جاتا تھا۔

شرافت حسین اس پیغام کو پڑھ کر بے حد مضطرب ہو گئے۔ لفافے کو مع مضمون کے بند کر کے اندرونی جیب میں رکھا پھر اپنی بکھری ہوئی سانسوں پر قابو پانے کے بعد چپراسی کو بلا کر پوچھا۔

"یہ لفافہ جو تم ابھی لائے تھے کون دے گیا ہے۔۔۔؟"

"پندرہ سولہ سال کا ایک لڑکا تھا جناب۔۔۔"

"کیا وہ اب بھی باہر موجود ہے۔۔۔؟" شرافت حسین نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"جی نہیں۔۔۔ وہ لفافہ دے کر چلا گیا تھا۔۔۔" چپراسی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو اس لڑکے کو۔۔۔؟"

"میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے جناب۔۔۔ دوبارہ دیکھوں گا تو شاید پہچان لوں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" شرافت حسین نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا تو چپراسی باہر چلا گیا۔

ننکا کی جانب سے ملنے والے پیغام نے شرافت حسین کو بے چین کر دیا تھا اس لئے وہ کچھ دیر دفتر میں رک کے پھر اٹھ کر اپنے رہائشی حصے میں آگئے۔ سارا دن وہ ننکا کے بارے میں الجھتے رہے۔ کسی دوسرے پر پریشانی کا اظہار کرنا ممکن نہیں تھا۔ آنے والے لمحات سے نبرد آزما ہونے کی خاطر وہ مختلف منصوبے مرتب کرتے رہے۔ شام ڈھلنے لگی تو انہوں نے بھستو کو بلا کر ایک ایسے ضروری کام پر روانہ کر دیا کہ اس کی واپسی صبح سے پیشتر ممکن نہیں تھی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا شرافت حسین کے اضطراب میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ رات کے بارہ بجے تو وہ دھڑکتے ہوئے دل سے کوٹھی کا عقبی پھاٹک آہستہ سے کھول کر باہر نکلے۔ اس وقت ہر طرف گہرا سناٹا تھا۔ شرافت حسین نے پھاٹک کے سامنے ٹہلنا شروع کر دیا۔ انتظار کا ایک ایک لمحہ ان کے لئے بڑا کٹھن ثابت ہو رہا تھا۔ وقت بڑی سست رفتاری سے گزر رہا تھا لیکن انتظار کی زحمت زیادہ طویل نہیں ہوئی۔

تقریباً ایک بجے ننکا کسی پراسرار عفریت کی مانند ایک بچے کو سینے سے لگائے شرافت حسین کے سامنے آگیا۔ بچہ غنودگی کی کیفیت سے دوچار تھا۔ شرافت حسین نے اس بھولے بھالے اور معصوم وجود پر نظر ڈالی تو ساری جان سے کانپ اٹھے۔ سات آٹھ سال کا وہ معصوم بچہ اپنے انجام سے بے خبر ننکا کی گود میں دبکا ہوا سہمی

سہمی نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں نہ جانے وہ کون سی خاموش التجا تھی جسے محسوس کر کے شرافت حسین تڑپ اٹھے۔ انہیں یکلخت اپنا ببلو یاد آ گیا۔

"اندر چلئے سرکار ---" ننکا نے شرافت حسین سے سرسراتی آواز میں کہا۔ "ہمیں یہاں اس بچے کے ساتھ کسی نے دیکھ لیا تو سارا کھیل کھوٹا ہو جائے گا ---"

شرافت حسین نے جلدی سے اندر آ کر عقبی دروازہ آہستہ سے بھیڑ دیا۔ ان کی حالت بچے کو دیکھ کر غیر ہو رہی تھی۔ خواب کے مناظر دوبارہ ان کے تصور میں ابھرے تو انہوں نے دل کڑا کر ننکا سے پوچھا۔

"تم اس بچے کو کہاں سے اٹھا لائے ہو ---؟"

"آم کھانے سے مطلب رکھئے سرکار --- پیڑ گننے میں سمے برباد کرنے سے اب کیا حاصل ہو گا۔" ننکا نے کھردری آواز میں جواب دیا۔

"ننکا ---" شرافت حسین کی کوششوں کے باوجود ان کی آواز کانپنے لگی۔ "تم اس بچے کو جہاں سے بھی اٹھا کر لائے ہو وہیں واپس چھوڑ آؤ --- مجھ سے اس پر ظلم نہیں ہو سکے گا ---"

"اب یہ ناممکن ہے سرکار ---" ننکا نے بڑی سرد آواز میں شرافت حسین کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "سیوک نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اسے بڑی مشکلوں سے تڑی پار کیا ہے۔ واپسی کی صورت میں پکڑا گیا تو میرے ساتھ آپ کی مٹی بھی پلید ہو جائے گی۔"

"کیا بک رہے ہو ---؟" شرافت حسین جھلا گئے۔

"دھیرج سرکار --- دھیرج ---" ننکا نے سرخ دیدے نکالتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اگر ننکا کو جیل کی ہوا کھانی پڑی تو آپ بھی ساتھ ہوں گے --- یاد کیجئے سرکار آپ بڑی چیز کی سوگند کھا کر وچن دے چکے ہیں کہ خطرے کی صورت میں بھی ہم برابر کے بھاگی دار ہوں گے --- اتنی جلدی بھول گئے --- ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے اور آپ کے قدم ڈگمگانے لگے۔"

شرافت حسین ہونٹ کاٹ کر چپ ہو گئے۔ ننکا کی آنکھوں میں بھڑکتے شعلوں

میں شیطانی قوتوں کا رقص جاری ہو گیا۔ اس نے شرافت حسین کے دل کی کیفیت بھانپ کر سرگوشی کی۔

"یہ بالک تو ہماری کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے سرکار --- کروڑوں کی دھن دولت حاصل کرنے کی خاطر کچھ پاپڑ تو بیلنے پڑیں گے۔ ایک بار قدم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹ جانا ننکا کے اصول کے خلاف ہے ---"

"تم جو عمل مجھ سے کرانا چاہتے ہو وہ کسی اور سے کرا لو --- میں اپنی زبان بند رکھنے کا وعدہ کرتا ہوں۔" شرافت حسین نے کمزور آواز میں ایک کوشش اور کی۔

"وچن توڑنے کا کارن پوچھ سکتا ہوں سرکار ---؟"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔" شرافت حسین نے جھلا کر کہا تو ننکا کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

"میں آپ کا پیچھا چھوڑ سکتا ہوں سرکار ---" اس نے منہ قریب لا کر سرگوشی کی۔ "کیول ایک ہی راستہ ہے --- آپ کو میری ایک شرط ماننی پڑے گی ---"

"کیا شرط ہے تمہاری ---؟" شرافت حسین نے تیزی سے دریافت کیا۔

"میں اس بچے کو وہیں چھوڑ آتا ہوں جہاں سے لایا ہوں پرنتو اس کے بدلے میں آپ کو اپنا ببلو میرے حوالے کرنا ہو گا۔"

"ننکا ---" شرافت حسین ببلو کا نام سن کر تڑپ اٹھے۔ "تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو؟"

"زیادہ اونچے سروں میں بولنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا سرکار۔" ننکا نے بڑے سرد اور فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "آپ تو سیوک کے گن جانتے ہیں --- گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنا بھی جانتا ہوں --- آپ سمجھ دار ہیں۔ ایک بار اور سوچ لیں کیا ببلو کی بھینٹ دے کر آپ اپنی جان چھڑانا پسند کریں گے ---؟"

شرافت حسین ہونٹ بھینچ کر رہ گئے۔ بچے کی موجودگی میں وہ کسی قسم کا ہنگامہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ننکا کی شیطانی قوتوں کے بارے میں بے

شمار واقعات بھی سن رکھے تھے۔۔۔ ببلو انہیں اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ ننکا نے جو شرط رکھی تھی وہ ناقابل قبول تھی۔۔۔ صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ ننکا سے کئے ہوئے اس عہد پر قائم رہتے جو انہوں نے خزانے کے لالچ میں آ کر بڑی چیز کی قسم کھا کر کیا تھا۔

"میرے لئے کیا حکم ہے سرکار۔۔۔ رکوں یا واپس چلا جاؤں۔۔۔؟"

شرافت حسین میں جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔ کچھ ببلو کی محبت تھی اور کچھ ننکا کی آنکھوں کا سحر جس نے شرافت حسین کو اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ ننکا کے جواب میں انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے ساتھ آنے کو کہا پھر اس اسٹور روم کی سمت قدم اٹھانے لگے جو کمروں سے الگ تھلگ ایک کونے میں تھا اور شاذونادر ہی اسے کھولا جاتا تھا۔

اسٹور روم میں پہنچ کر ننکا نے بچے کو گرد آلود فرش پر ایک کونے میں لٹا دیا پھر شرافت حسین سے مخاطب ہوا۔

"شرافت بھائی آپ نے اچھا کیا جو ننکا کا کہا مان لیا اسی میں ہم دونوں کی بھلائی تھی۔۔۔"

"ننکا۔۔۔" شرافت حسین نے کمزور آواز میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ میں ایک عزت دار آدمی ہوں' اگر میرے اوپر تمہاری وجہ سے کوئی حرف آیا تو اچھا نہ ہو گا۔۔۔ یہ بچہ جو ابھی غنودگی کی حالت میں ہے ہوش آنے پر ہی ہمارے لئے مصیبت بھی کھڑی کر سکتا ہے۔۔۔"

"ننکا کے ہوتے آپ کو چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے سرکار۔" اس بار ننکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے منتر کے بیر (موکل) اس بالک کو پوری طرح قابو میں رکھیں گے۔ آپ کو کیول میرے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرنا ہو گا۔۔۔ زیادہ سے زیادہ سات آٹھ دنوں کی بات ہے اس کے بعد ہم جس شکتی کے مالک ہوں گے اس کو اس سے پہلے بڑے بڑے پنڈت اور مہا پجاری بھی حاصل نہیں کر سکے۔ سارے سنسار کے خزانے ہمارے چرنوں میں ہوں گے۔۔۔ ہمیں دنیا میں کسی چیز کا

کھوج لگانے میں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

ننکا چلا گیا تو شرافت حسین نے فرش پر پڑے ہوئے معصوم بچے کو دیکھا جو انہیں رحم طلب نظروں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ شرافت حسین کے اعصاب پر خوف و دہشت کا تسلط تھا۔ وہ جلدی سے بچے کی طرف سے نظر پھیر کر ڈگمگاتے قدموں سے باہر آئے۔ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے دروازے کو باہر سے کنڈی لگا کر مقفل کیا پھر اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر نڈھال ہو کر گرے اور اپنے ببلو کو یاد کر کے آنسو بہانے لگے۔۔۔!

وہ رات شرافت حسین کی زندگی کی سب سے بھیانک اور ہولناک رات تھی۔ دہشت ناک اور ڈراؤنے خیالات صبح تک ان کو پریشان کرتے رہے۔ ویران کوٹھی میں ایک معصوم اور اغوا شدہ بچے کے ساتھ رات گزارنا ان کے لئے بڑا ہی خطرناک تجربہ تھا۔ ننکا نے اپنی دیوی اور دیوتاؤں کی قسم کھا کر ان سے وفاداری کا عہد کیا تھا لیکن اس کی ذات کسی طور بھی قابل بھروسہ نہیں تھی۔ اگر وہ پولیس میں مخبری کر دیتا اور بچہ شرافت حسین کی کوٹھی سے برآمد ہوتا تو ان کی ساری عزت اور شرافت دھری کی دھری رہ جاتی ملازمت سے علیحدہ ہاتھ دھونا پڑتا اور خاندان میں بدنامی اور رسوائی کا الگ سامنا کرنا پڑتا۔

خواب دیکھنے کے بعد انہوں نے ننکا سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں جو کچھ سوچا تھا وہ اس پر عمل نہ کر سکے۔ ننکا نے ببلو کا نام درمیان میں لا کر ان کو بے بس کر دیا تھا۔ کوئی اور دھمکی ہوتی تو شاید وہ کھل کر ننکا سے مقابلے پر بھی آمادہ ہو سکتے تھے لیکن اولاد کی محبت ان کے پیروں کی بیڑی بن گئی۔

ساری رات وہ بستر پر پڑے کروٹیں بدلتے رہے۔ صبح کے وقت ذرا آنکھ لگی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ اس طرح اچھل کر بیٹھ گئے جیسے چھت ان کے سر پر آ گری ہو۔ ذہن میں وسوسے جاگے تو دل کی دھڑکن تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ وہ آہستہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب آئے۔ خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"کون ہے۔۔۔؟"

"میں بستو ہوں انکل---" دروازے کی دوسری جانب سے بستو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ---" شرافت حسین نے اطمینان کا طویل سانس لیا پھر دروازہ کھول دیا۔ خود پر قابو پاتے ہوئے بولے۔ میں نے تمہیں جس کام کی خاطر بھیجا تھا وہ ہو گیا---؟"

"جی ہاں---"

"ٹھیک ہے تم اب جا کر کچھ دیر آرام کر لو---"

بستو نے اپنے کمرے کی سمت جانے کے لئے قدم بڑھائے تو شرافت حسین کو یکلخت خیال آگیا کہ ننکا جس بچے کو لایا تھا اسے اسٹور روم میں رکھا گیا تھا اور بستو کا کمرہ اسٹور روم کے قریب ترین تھا۔ انہوں نے گھبراہٹ میں لپک کر بستو کا ہاتھ تھام لیا ہانپتے ہوئے بولے۔

"مجھے بڑی شدت سے پیاس لگ رہی ہے--- ایک گلاس ٹھنڈا پانی لے آؤ۔"

بستو نے شرافت حسین کو بہت غور سے دیکھا۔ ان کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلملا رہے تھے۔

"آپ کچھ پریشان ہیں انکل---" بستو نے معصومیت سے دریافت کیا۔ "کیا بات ہے---؟"

"تم سے میں نے پانی لانے کو کہا تھا--- غیر ضروری سوال مت کیا کرو۔"

شرافت حسین نے جھلا کر کہا تو بستو خاموشی سے جا کر پانی لے آیا۔ شرافت حسین نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کیا پھر الجھے الجھے انداز میں بولے۔

"سنو--- آج رات تم یہیں میرے کمرے کے باہر ورانڈے میں سو جاؤ۔"

"آپ شاید رات بھر سو نہیں سکے ہیں---"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا---" شرافت حسین نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا پھر جلدی سے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "ہاں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں

ہے---"

"سر میں تیل لگا دوں---"

"نہیں--- بس تم یہیں ورانڈے میں میرے قریب رہنا۔" شرافت حسین نے کہا۔ "ضرورت پڑی تو تمہیں آواز دے لوں گا۔"

بستو کو ورانڈے میں سونے کی ہدایت دے کر وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آگئے۔ انہیں اب یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ اگر کہیں بچے نے رونا شروع کیا اور بستو کوٹھی میں اس کی غیر قانونی اور جبری موجودگی سے باخبر ہو گیا تو وہ اسے کیا جواب دیں گے۔ ان کے ذہن میں مختلف پریشان کن خیالات آ رہے تھے۔ ننکا نے ہیلو کا نام لے کر کسی آکٹوپس ہی کی طرح انہیں پوری طرح سے جکڑ لیا تھا۔

صبح ہوئی تو انہوں نے جلدی جلدی ناشتہ کیا پھر بستو کو دوبارہ کسی کام سے باہر بھیج دیا۔ بستو کے جانے کے بعد انہوں نے رہائشی حصے کے دروازوں کو اندر سے بند کیا اور دھڑکتے ہوئے دل سے اسٹور روم میں گئے جہاں وہ معصوم بچہ گرد آلود زمین پر لیٹا بے خبر سو رہا تھا۔ شرافت حسین نے اسٹور روم کی کھڑکی اور دروازے پر دبیز پردے ڈال دیئے تاکہ باہر سے کوئی اندر نہ دیکھ سکے اور گھپ اندھیرا بھی رہے۔ مدھم پاور کا نائٹ بلب انہوں نے گزشتہ رات ہی اسٹور روم میں لگا دیا تھا۔

اسٹور روم میں ضروری انتظام سے فارغ ہو کر وہ باہر آئے اور اسے دوبارہ مقفل کر دیا لیکن معصوم بچے کا خیال رہ رہ کر انہیں ستا رہا تھا۔ انہیں اس بات کا مکمل یقین نہیں تھا کہ وہ ننکا کی ان ہدایتوں پر عمل کر سکیں گے جو اس نے بچے کے سلسلے میں دی تھیں۔ وہ اس وقت کو کوس رہے تھے جب شاہی دفینے کے حصول کی لالچ میں آکر انہوں نے ننکا سے عہد و پیمان کئے تھے لیکن اب گلوخلاصی کا کوئی راستہ نہیں نظر آ رہا تھا۔

تین روز تک شرافت حسین کسی نہ کسی طرح ننکا کے مشورے کے مطابق عمل کرتے رہے۔ ان تین دنوں میں ان کی اپنی حالت بھی غیر ہو گئی تھی۔ نادیدہ خطروں اور انجام خوف کے احساس سے وہ ہر لمحہ پریشان رہتے تھے۔ دوسری طرف بچے کے

حالات میں بھی تغیر آنے لگا تھا۔ تین روز تک گھپ اندھیرے میں ننگی زمین پر کر بدلتے بدلتے وہ بھی نڈھال ہو چکا تھا۔ شرافت حسین جب بھی اس کے قریب جا انہیں رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگتا۔ بچے کی بے بسی دیکھ کر شرافت حسی روح تک بلبلا اٹھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے فرار کے سا راستے بھی مسدود ہوتے جا رہے تھے۔

حالات نے شرافت حسین کو چڑچڑا بھی بنا دیا تھا۔ وہ بات بات پر خادم، خا اور دوسرے ملازموں پر خفا ہونے لگتے۔ خاص طور پر وہ بستو پر ہر وقت نظر ر تھے کہ کہیں وہ کسی کام سے اسٹور روم کے قریب نہ چلا جائے اور اس بچے موجودگی سے باخبر نہ ہو جائے جو اب موت اور زیست کے کربناک مرحلوں سے گز تھا۔ شرافت حسین کی پریشانی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ننکا نے مطلوبہ بچہ ان پہنچانے کے بعد ان سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ نہ جانے وہ اپنے کن چکروں میں مصر تھا کہ بستی میں بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ شرافت حسین کی ایک مجبوری یہ بھی کہ وہ ننکا کے سلسلے میں کسی سے کچھ پوچھ گچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اسی ادھیڑ بن میں پانچ روز گزر گئے۔ شرافت حسین کی ذہنی حالت نے ا انہیں بچے کی طرف سے سخت دل بنا دیا تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ ایسی ہڈی بن کر کے حلق میں اٹک گیا تھا جسے نہ وہ نگل سکتے تھے نہ اگل سکتے تھے۔ پہلے انہیں بچے صورت دیکھ کر ترس آنے لگتا تھا۔ کئی بار انہوں نے یہ بھی سوچا تھا کہ اسے را کے سناٹے میں کوٹھی سے دور لے جا کر کہیں ویرانے میں چھوڑ آئیں وہ ایک مع بچے کے خون سے اپنا ہاتھ نہیں رنگنا چاہتے تھے لیکن اب وہ بڑی شدت سے اس موت کے منتظر تھے۔۔۔ تاکہ کوٹھی میں اس کی موجودگی کے خوف سے چھٹکارا حاصل سکیں اور اس اعصابی تناؤ سے نجات حاصل کر سکیں جس نے ان کی راتوں کی نیند ا دن کا چین حرام کر رکھا تھا۔

چھٹے روز دوپہر کو انہوں نے اسٹور روم میں جا کر بچے کی کیفیت کا اندازہ لگایا اندر ہی اندر لرز کر رہ گئے۔ اس کی آنکھوں میں موت کا چراغ ٹمٹاتا نظر آ رہا تھا

آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بڑے بھیانک نظر آ رہے تھے۔ ہونٹوں میں خشک پپڑی جمی نظر آ رہی تھی جو زیادہ مٹھائی کھانے کا نتیجہ تھی۔ چھ روز کے اندر اس کی حالت ہڈیوں کے پنجر میں تبدیل ہو چکی تھی۔

"پپ۔۔۔ پا۔۔۔ پانی۔۔۔" اس نے شرافت حسین سے بڑی نحیف اور نڈھال آواز میں درخواست کی۔

شرافت حسین اس کو گھورتے ہوئے تیزی سے باہر نکل آئے۔ ان کا دل گواہی دے رہا تھا کہ شاید اب وہ وقت آ پہنچا ہے جس کا انہیں انتظار تھا۔ بچے کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ چودہ گھنٹوں کا اور مہمان ہے۔ شام کو شرافت حسین نے بستو کو پھر ایک ایسے کام پر روانہ کر دیا جہاں سے اس کی واپسی صبح سے پہلے ممکن نہیں تھی۔

بستو کو کام پر بھیجنے کے بعد وہ کوٹھی کے صحن میں بے چینی سے ٹہلنے لگے۔ آنے والے لمحوں کا تصور ہی ان کے لئے بڑا اذیت ناک تھا۔ وہ جھلا کر ننکا کو گالیاں بکنے لگتے اور پیچ و تاب کھانے لگتے۔ رات کے دس بجے تو انہوں نے کوٹھی کے اندر اور باہر چکر لگا کر پہلے اس بات کا اطمینان کیا کہ کہیں کوئی ان کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔ یہ ان کا وہم تھا جس نے انہیں ہر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ننکا کی پراسرار قوتوں کا خوف تھا جو ہر وقت ان کے اعصاب پر مسلط رہتا تھا۔

ساڑھے دس بجے وہ دھڑکتے ہوئے دل سے اسٹور روم کا قفل کھول کر اندر داخل ہوئے۔ ہر طرف گھپ اندھیرا اور موت کا سناٹا طاری تھا۔ شرافت حسین نے کھڑکی اور دروازے کے پردوں کو برابر کیا پھر دیوار کے قریب سوئچ بورڈ کو ٹٹول کر نائٹ بلب جلا دیا۔ گھپ اندھیرے میں ہلکی لال روشنی نے پھیل کر ماحول کو اور ہولناک بنا دیا۔

شرافت حسین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے بچے کے قریب گئے جو غنودگی کی حالت سے دوچار فرش پر چت پڑا تھا۔ اس کا پھول جیسا چہرہ مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ پیٹ اندر کو دھنسا ہوا یوں جھٹکے لے رہا تھا جیسے سانس رک رک کر آ رہا ہو۔ دن کی نسبت

اب اس کی حالت زیادہ خراب نظر آ رہی تھی۔ موت کے سائے اس کے وجود پر
رہے تھے۔ شرافت حسین کو خوف سے جھرجھری آ گئی۔ پھر وہ بچے کے قریب بیٹھ
اس کی نبض ٹٹولنے لگے۔ بچے نے اپنے ہاتھ پر شرافت حسین کے ہاتھوں کا لمس
محسوس کیا تو اس کے بوجھل پپوٹوں کو ہلکی سی جنبش ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں
جس میں زندگی کی کوئی رمق نظر نہیں آ رہی تھی۔ شرافت حسین کو دیکھ کر اس کے
گرد آلود ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ نقاہت میں ڈوبی آواز ابھری۔

"پپ ــ پا ــ نی ــ پپ ــ پانی ــ"

"پانی نہیں ــ مٹھائی کھاؤ ــ یہ لو۔" شرافت حسین نے سرسراتی آواز میں
کہا پھر مٹھائی کا ڈبہ اٹھا کر بچے کے سامنے کر دیا۔ جسے دیکھتے ہی معصوم بچے نے نفرت
سے منہ پھیر کر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ ایک قسم کا خاموش انکار تھا۔ شرافت حسین
نے جھلا کر اسے دوبارہ جھنجھوڑ کر آنکھ کھولنے پر مجبور کیا۔

"پپ ــ پانی ــ پا ــ نی ــ نی ــ" لڑکے نے رک رک کر پھر پانی
کی خواہش کا اظہار کیا۔

"مٹھائی کھاؤ ــ ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا ــ"

شرافت حسین نے کرخت آواز میں کہا تو بچے نے سہم کر آہستہ سے ہاتھ بڑھا
کر مٹھائی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا اور حلق سے نیچے اتارنے کی سعی کرنے
لگا۔ اپنی کوشش میں بمشکل کامیاب ہونے کے بعد اس نے پھر پانی ــ پانی ــ پانی
کی رٹ لگائی تو شرافت حسین کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ چھ روز کے اندر وہ ذہنی
طور پر اس قدر مفلوج ہو کر رہ گئے تھے کہ ان کے دل سے کسی دوسرے کی کسمپرسی کا
احساس مٹ چکا تھا۔ اب انہیں صرف ایک ہی خیال تھا کہ کسی طرح وہ جلد از جلد
حالات سے چھٹکارا پا سکیں۔ چنانچہ پانی کے مطالبے پر انہوں نے بچے کو بڑی سفاک
نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"خبردار ــ اب اگر تم نے پانی کا نام لیا تو میں تمہیں ذبح کر دوں گا۔" اس
جملے کے اختتام کے ساتھ ہی انہوں نے مٹھائی کا ایک بڑا ٹکڑا اٹھا کر بچے کے منہ میں

زبردستی ٹھونس دیا۔ بچے نے سہمے ہوئے انداز میں مٹھائی کو حلق کے نیچے اتارنا چاہا
لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مٹھائی اس کے حلق میں اس طرح پھنس گئی
کہ وہ زور زور سے ابکائی لینے لگا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلنے لگیں۔ اس کا جسم
جو ہڈیوں کا پنجر نظر آ رہا تھا زور زور سے جھٹکے کھانے لگا۔

"پا ــ پپ ــ پا ــ نی ــ اوغ ــ غو ــ" بچے نے پھنسی پھنسی
آواز میں کہا۔ اس پر نزع کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

شرافت حسین نے ہاتھ بڑھا کر بچے کی نبض ٹٹولی تو ان کے دل کی دھڑکنیں
یکلخت تیز ہو گئیں۔ بچے کی نبض کی رفتار بتا رہی تھی کہ اب وہ کچھ ہی دیر کا مہمان
ہے۔ شرافت حسین نے جلدی سے قریب رکھا ہوا گتے کا ڈبا اٹھا کر قریب کر لیا جس
میں روئی موجود تھی۔ پھر وہ جلدی سے اٹھ کر ایک صندوق سے وہ شکاری چاقو بھی
نکال لائے جو انہوں نے بچے کو ذبح کرنے کی خاطر پہلے سے وہاں چھپا رکھا تھا۔ ان پر
وحشت اور جنون کی ملی جلی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

معصوم بچے کا جسم اب رک رک کر جھٹکے کھا رہا تھا۔ اس کی نیم وا آنکھوں
میں سفیدی جھلکنے لگی تھی۔ سانس کسی لمحے بھی اکھڑ سکتی تھی۔ شرافت حسین نے اس
کی جاں کنی کا اندازہ لگایا تو ان پر جیسے درندگی طاری ہو گئی۔ چاقو کھول کر انہوں نے
بچے کو ایک جھٹکا دے کر سیدھا کیا۔ جلدی جلدی اس کے اوپری جسم کو کپڑے کی قید
سے آزاد کیا پھر چاقو کے دستے پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کی۔ گھٹنے کے بل کھڑے ہو کر
انہوں نے الٹا ہاتھ پوری قوت سے بچے کے منہ پر جمایا پھر ایک ہی وار میں چاقو کے
چمکتے ہوئے پھل کو بچے کے حلق میں دستے تک اتار دیا۔ بچے کا لاغر جسم موت اور
زندگی کی آخری کشمکش میں مبتلا ہو کر دو تین بار تھرتھرایا خون کی دھار اس کے حلق
سے ابل کر زمین کو سرخ کر رہی تھی۔

"پپ ــ پا ــ آ ــ آ ــ نی ــ پپ ــ حق ــ اوغ ــ
غو ــ" بچے کے سوکھے ہوئے پپڑی زدہ ہونٹوں سے خرخراتی ہوئی نحیف آواز تھم
تھم کر خارج ہوئی پھر اس کا جسم ایک آخری جھٹکا لے کر ہمیشہ کے لئے سرد ہو گیا۔

اس کی معصوم آنکھیں اس طرح حلقوں سے ابلی ابلی نظر آ رہی تھیں جیسے انہیں رو
اور جسم سے رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد بھی پانی کا انتظار ہو۔

شرافت حسین کے جنون میں وحشت اور درندگی کا رنگ شامل ہو گیا۔ انہو
نے کسی سنگ دل قصائی کی طرح زور لگا کر چاقو حلق سے نکالا اور بچے کے مردہ جسم
چیر پھاڑ کر کرنے لگے پھر اس وقت ان کی خوفناک نگاہوں میں چمک جاگ اٹھی جب
انہوں نے بچے کے ننھے سے دل کو کھینچ کر بڑی احتیاط سے جسم سے علیحدہ کیا اور اس
میں شگاف لگا کر خون کا آخری قطرہ تک روئی میں جذب کر لیا۔

خون آلود روئی کو بڑی احتیاط سے دوبارہ گتے کے ڈبے میں محفوظ کر کے
شرافت حسین نے بچے کے جسم کو اور زمین پر بکھری تمام غلاظت کو اٹھا کر چمڑے کے
ایک تھیلے میں جیسے تیسے بند کیا پھر تھیلے کو اٹھا کر کوٹھی کے عقبی دروازے سے باہر
نکلے اور اس اندھے کنویں کی جانب تیز تیز قدم اٹھانے لگے جو کوٹھی سے دو فرلانگ
کے فاصلے پر جنگلات کے سرے پر موجود تھا۔ اس کنویں میں پانی نہیں تھا۔ میونسپلٹی
کے کارندے بھی اسے غلاظت پھینکنے کے کام میں لاتے تھے۔ ہفتے دس روز میں اس
کچرے میں آگ لگا دی جاتی تھی اور جراثیم کش دوائیں ڈال دی جاتی تھیں تاکہ کوئی
وبائی مرض نہ پھوٹنے پائے۔

شرافت حسین نے کنویں کے قریب پہنچ کر ایک بار پھر قرب و جوار کا جائزہ لیا
پھر تھیلے کو کنویں میں پھینک کر دوبارہ کوٹھی کی طرف تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔ ان کے
چہرے پر اس وقت خوف اور دہشت کے علاوہ خوشی اور مسرت کی متضاد کیفیتیں رہ
رہ کر ابھر رہی تھیں۔ معصوم بچے کی اذیت ناک موت اور جرم کا احساس انہیں
خوفزدہ کر رہا تھا اور شاہی دفینے کے حصول کا تصور ان کی آنکھوں میں مسرت کی کرن
بن کر چمک اٹھتا تھا۔

کوٹھی پر پہنچ کر انہوں نے ایک بار پھر اسٹور روم میں جا کر تمام ایسے ممکنہ
نشانات صاف کئے جو ان کے جرم کی حمایت میں قانون کی معاونت کر سکتے تھے۔ اس
کے بعد انہوں نے خون آلود روئی کو اسٹور روم سے ہٹا کر کوٹھی کے ایک دوسرے

کمرے میں بڑی احتیاط سے رکھا اور اپنی خواب گاہ میں آکر سونے کے ارادے سے
بستر پر لیٹ گئے ـــــ



ننکا کسی مہاتما کی طرح آلتی پالتی مارے بیٹھا آنکھیں بند کئے کسی منتر کے جاپ
پڑھ رہا تھا۔ اس کے جسم پر اس وقت ایک لنگوٹی کے سوا اور کوئی لباس نہیں تھا۔
مرگھٹ کا علاقہ نصف رات گزر جانے کے بعد بے حد ویران اور بھائیں بھائیں کرتا
نظر آ رہا تھا۔ چنار گڑھ کے لوگ دن کے اوقات میں بھی ادھر سے کترا کر گزرتے
تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جلائے جانے والے مردوں کی روحیں اس مقام کے آس پاس
بھٹکتی رہتی ہیں اور دوسروں کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں۔ مرگھٹ کے آس پاس کچھ
ایسے حادثے اور پراسرار واقعات بھی رونما ہو چکے تھے جنہوں نے لوگوں کو اس علاقے
سے دور دور رہنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ننکا کے چہرے پر ایسی کوئی علامت نہیں تھی
جس سے خوف کا اظہار ہوتا وہ بڑے انہماک سے اپنے منتر کے جاپ میں پوری طرح
مگن تھا۔ جاپ شروع کرنے سے پیشتر اس نے اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ لیا تھا پھر
مرگھٹ کی ٹھنڈی راکھ کو بدن پر ملنے کے بعد ہی وہ آسن جما کر بیٹھا تھا۔

ننکا کے غلیظ ہونٹ تیزی سے بدبدا رہے تھے۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والا
سکون اس کی خود اعتمادی ظاہر کر رہا تھا جس منڈل میں وہ بیٹھا تھا اس میں عین اس
کے سامنے دودھ کا ایک چھوٹا کونڈا رکھا ہوا تھا۔ ہر طرف ویرانی اور پرہول سناٹے کا
راج تھا۔ معاً" قریبی جھاڑیوں سے کوڑیالے رنگ کا ایک سانپ تیزی سے بل کھاتا
لہراتا نمودار ہوا۔ ننکا کے طمطراق میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور آنکھیں موندے
حیرت انگیز طور پر ایک ہی انداز میں کوئی حرکت کئے بغیر پتھر کے کسی بت کی مانند بیٹھا
اپنے جاپ میں مگن تھا۔ گھپ اندھیرے اور سنسان رات میں وہ بڑا پراسرار لگ رہا
تھا۔

کوڑیالے رنگ کا سانپ بڑی تیزی سے بل کھاتا ننکا کی سمت بڑھ رہا تھا لیکن
منڈل کے نشان کے قریب پہنچ کر وہ ایک جھٹکے سے رک گیا۔ شاید اس کی چھٹی حس

نے کسی خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ وہ ایک ہی جگہ پر لہراتا اور بل کھاتا رہا۔ ننکا کے ہونٹوں کی جنبش اور تیز ہو گئی لیکن اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ کوڑیالے ناگ کے انداز میں وحشت نظر آ رہی تھی۔ کسی خطرے کی بو پا لینے کے بعد بھی وہ واپسی کے راستے پر نہیں پلٹا تھا۔ ایک ہی مقام پر لہراتا رہا پھر اس نے اپنا پھن دو تین بار اٹھا کر زمین پر مارا اس کے بعد وہ کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور اپنی زبان بار بار منہ سے باہر نکال کر اپنے غصے کا اظہار کرنے لگا۔ کبھی کبھی وہ فضا میں بلند ہو کر لہرانے لگتا۔ اس کے پھن کی چوڑائی بڑی تیزی سے سکڑتی پھر بڑھ جاتی۔ اس کے انداز میں وحشت تھی۔ اگر منڈل درمیان میں نہ ہوتا تو شاید اب تک وہ ننکا کو ڈس کر موت سے ہمکنار کر چکا ہوتا لیکن شاید وہ ننکا کا کوئی آزمودہ منتر ہی تھا جس نے ناگ کو اس کے اندر داخل ہونے سے روک رکھا تھا۔

زندگی اور موت کا یہ پراسرار اور حیرت انگیز کھیل خاصی دیر جاری رہا۔ ننکا زندگی کے روپ میں منڈل میں پورے طمطراق سے بیٹھا اپنے آپ میں مست نظر آ رہا تھا۔ دوسری جانب ناگ موت کی شکل میں ننکا کو شکار کرنے کی خاطر بڑے غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس کی لمبی زبان خطرناک انداز میں رہ رہ کر لپلپا رہی تھی۔

ننکا کے ہونٹوں کی جنبش مشینی انداز میں کچھ دیر حرکت کرتی رہی پھر اچانک اس کے ہونٹوں کی حرکت بند ہو گئی۔ یکلخت اس کی آنکھیں کھل گئیں جن سے شعلے لپک رہے تھے۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر ایک لمحے تک ناگ کو گھورتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل کر گہری ہونے لگی۔ ناگ بدستور غیض و غضب کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ ننکا اس پر نظریں جمائے بیٹھا پراسرار انداز میں مسکراتا رہا۔ پھر اس نے سیدھا ہاتھ دراز کیا۔ مرگھٹ کے راکھ کی ایک چٹکی اٹھا کر ہوا میں بکھیریں تو ناگ کا سارا غیض و غضب کافور ہو گیا۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے جسم کو زمین پر اتار کر لہرانے لگا۔

"ایسا بھی کیا غصہ میرے من مندر کی رانی۔۔۔" ننکا نے ناگ پر نظر جمائے جمائے بڑے پیار سے کہا۔ "کیا ہمارے درمیان یہ طے نہیں ہوا تھا کہ جیون میں چار

بار تو ننکا کی اچھا (خواہش) پر رادھیکا کے سندر روپ میں سامنے آ کر دل لبھانے والی باتیں کرے گی۔"

ناگ جو دراصل ناگن تھی بدستور زمین پر لہراتی رہی۔ ابھی تک اس نے منڈل کی لکیر نہیں پار کی تھی۔

"تو کیا بھول گئی کہ ننکا نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر تجھے بچایا تھا۔ اگر میں ٹھیک سمے پر پہنچ کر تیرے زخمی شریر کا علاج نہ کرتا تو شاید سو سال کا جیون پراپت کر کے جون بدلنے کی تیری منوکامنا کبھی پوری نہ ہوتی۔۔۔" ننکا نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "یاد کر رادھیکا۔ تو نے مجھے وچن دیا تھا کہ چار بار تو بھی میرے کام آئے گی۔۔۔ تیرے جیون کے سو سال پورے ہونے کا وہ آخری دن تھا جب اس سیوک نے تیری سہائتا کی تھی کیا تو اتنی جلدی اپنا دیا ہوا وچن اور اپنی پرتگیا (قسم) بھول گئی۔۔۔ آج تو تیرے اس پریمی نے تجھے پہلی بار آواز دی ہے۔۔۔"

ناگن بدستور منڈل کے باہر زمین پر لہراتی رہی۔

"میں دیکھ رہا ہوں میری رانی۔۔۔ تو میرے پاس آنے کو ویاکل ہے۔" ننکا پراسرار انداز میں مسکرایا۔ "میں جانتا ہوں کہ میری آگیا کے بغیر تو اس منڈل میں داخل نہیں ہو سکتی لیکن تیرے اس سیوک نے کئی جیون کی بہاریں دیکھی ہیں پہاڑی گپھاؤں اور جنگل میں بیٹھک لگا کر برسوں دیوی دیوتاؤں کو راضی کرنے کے لئے جاپ منتر کیا ہے۔ ایسی شکتیاں پراپت کی ہیں جو بڑے بڑے جوگی اور گیانی دھیانی بھی حاصل نہیں کر سکے۔ میری شکتی اپرم پار ہے پرنتو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرا اصلی روپ ناگن کا ہے جو اپنوں کو بھی ڈس لیتی ہے اس لئے میں تجھے ناگن کے روپ میں منڈل کے اندر آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔۔۔ میرے قریب آنے کی خاطر تجھے رادھیکا کا وہی روپ دھارنا پڑے گا جو تو نے سو سال پورا ہونے کے بعد پہلی بار اپنایا تھا۔۔۔"

ناگن نے ننکا کا جواب سن کر ایک بار پھر کنڈلی باندھ لی لیکن پھر اچانک وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور اب اس کی جگہ ایک گداز جسم والی حسین اور نوجوان

لڑکی نظر آ رہی تھی جس نے رقاصاؤں کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز قیامت تھے۔ اس کی آنکھوں سے دنیا جہان کی تمام مستیاں چھلک رہی تھیں۔ ہونٹ تراشیدہ اور گلاب کی پنکھڑیوں جیسے تھے۔ کشادہ پیشانی کے اوپر بالوں کے جوڑے نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اپنے قیامت انگیز وجود میں وہ دنیا کی سب سے حسین عورت نظر آ رہی تھی۔۔۔ کمسن، نوجوان اور ہیجان انگیز۔۔۔ منڈل سے باہر کھڑی وہ ننکا کو مستی بھری خمار آلود نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر ننکا کی اجازت پا کر وہ منڈل میں لہراتی بل کھاتی اور بجلیاں گراتی داخل ہوئی۔

ننکا کی نگاہیں اس کے وجود کے دلکش نشیب و فراز پر پھیل رہی تھی۔

"رادھیکا۔۔۔" ننکا نے اسے بڑے مدھم سروں میں مخاطب کیا۔ "مجھے پورا وشواس تھا کہ تو اپنا وچن نہیں بھولی ہو گی۔"

"مجھے یاد کرنے کا کارن کیا ہے۔۔۔؟" رادھیکا نے ساغر چھلکاتی نظروں سے ننکا کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے میری رانی۔۔۔" ننکا نے سسکاری بھر کر جواب دیا۔ "ابھی تو رات گزرنے میں بہت دیر ہے۔۔۔"

"پھر۔۔۔؟" رادھیکا کی نگاہوں میں کیف و مستی کے جام ٹکرانے لگے۔

"کیا تم اپنے پریمی کے دل کی دھڑکنیں نہیں سن رہیں۔۔۔" ننکا نے اس کا ہاتھ تھام کر آہستہ سے دبایا۔ "شریر کی اپنی بھی ایک آواز ہوتی ہے۔"

"تم بھول رہے ہو کہ میں ایک ناگن ہوں۔۔۔ جس کا زہر دوسری سانس آنے سے پہلے ہی منش کو دنیا کے جھمیلوں سے آزاد کر دیتا ہے۔" رادھیکا کے لہجے میں تمکنت تھی غرور حسن کا احساس بھی شامل تھا۔

"ننکا زہر پینے کا گر جانتا ہے۔۔۔" ننکا نے اس کے جسم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"نہیں۔۔۔" رادھیکا نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑا لیا۔ "میں نے کیول تمہاری سہائتا کرنے کا وچن دیا تھا شریر کا سمبندھ بڑھانے کی کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔"

"رادھیکا۔۔۔ تمہارے شریر کی سندرتا، تمہاری کنول جیسی آنکھوں کی مستی اور انگ انگ سے پھوٹتی ہوئی کیسر اور کستوری کی مہک۔۔۔"

"ننکا۔۔۔" رادھیکا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے میرا جیون بچانے کے لئے جو اپکار کیا تھا میں اس کے لئے تمہاری ابھاری (شکر گزار) ہوں۔۔۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے کس کارن یاد کیا ہے۔۔۔؟"

ننکا ایک لمحے کو بل کھا کر رہ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے سنبھل کر بولا۔

"قلعہ میں جو شاہی دھن دولت دفن ہے اسے حاصل کرنے کے لئے تجھے میری مدد کرنی ہو گی۔۔۔"

"تمہارے مسلے متر (مسلمان دوست) نے تمہارے کہنے کے انوسار جس نردوش بالک کے مردے کا خون حاصل کر لیا ہے کیا اس کی سہائتا تمہارے لئے کافی نہیں ہے۔۔۔؟"

ننکا رادھیکار کے منہ سے شرافت حسین کی کامیابی کا سن کر خوشی سے بے حال ہو گیا لیکن اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ روکھے لہجے میں بولا۔

"بالک کی آتما میرے دوسرے کام انجام دے گی۔ تمہیں میرے ساتھ اصل خزانے تک چلنا ہو گا میری رہنمائی کرنی ہو گی۔"

"کیا تمہیں وشواس ہے کہ تم اس جیودھاری خزانے کو حاصل کرنے میں سپھل ہو سکو گے؟" رادھیکا نے بھی سنجیدگی اختیار کر لی۔

"ننکا نے کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔۔۔" ننکا کے لہجے میں غرور اور تکبر تھا۔

"یہی تمہاری سب سے بڑی بھول ہے۔۔۔" رادھیکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کل کیا ہو گا یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ جس خزانے کی تمہیں تلاش ہے اس کی حفاظت پر شیش ناگ اور دیوی دیوتاؤں کے سیوک مختلف روپ میں پہرہ دے رہے ہیں۔"

"میں اس کے سوا اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں——" ننکا نے زہر خند سے کہا "کٹھنائیوں سے کھیلنا اور وجے حاصل کرنا میری عادت ہے۔"

"لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ ایک شکتی اور بھی ہے جو قدم قدم پر تمہارا راستہ کھوٹا کرتی رہے گی۔" رادھیکا نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔

"کیا——؟" ننکا حیرت سے اچھل پڑا۔ "تم اس بوڑھے بابا کی بات کر رہی ہو جس نے قلعے کے پاس ایک کچے پکے مکان میں دھونی جما رکھی ہے——؟"

"اس کی شکتی بھی مہان ہے لیکن میں کسی اور کی بات کر رہی ہوں——"

"کون ہے وہ——؟" ننکا نے سرد آواز میں پوچھا۔ "مجھے بتا رادھیکا رانی—— وہ کون ہے جو ننکا سے ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دینے کی کوشش کر رہا ہے——"

"میں اسے دیکھ نہیں سکی—— تم بھی نہیں دیکھ سکو گے۔ پرنتو وہ تمہارے راستے کا سب سے بھاری پتھر ہو گا۔"

"رادھیکا رانی——" ننکا نے اچانک اسے مشتبہ نظروں سے گھورتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم شیش ناگ مہاراج کی کارن سیوک کو جل دے کر بھٹکانے کی کوشش کر رہی ہو——"

"نہیں——" رادھیکا نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "میں اپنے دیئے ہوئے وچن کے پالن تم سے کوئی چھل کپٹ نہیں کروں گی۔"

ننکا نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانئے رادھیکا کی آنکھوں میں جھانک کر اس کا من ٹٹولتا رہا پھر پہلو بدل کر بولا۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ جو شکتی میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کر رہی ہے وہ اس سمے کہاں ہے——؟"

"نہیں—— میں اس بارے میں بھی پورے وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا وہ اسی ریاست کا باسی ہے——؟"

"میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا کہ میں اسے ابھی تک نہیں دیکھ سکی۔" رادھیکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ تمہیں آسانی سے

کامیاب نہیں ہونے دے گا—— اس سے زیادہ دیوی دیوتاؤں ہی کو معلوم ہو گا۔"

"شرافت حسین کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے——؟" ننکا نے پینترا بدل کر دریافت کیا۔ اس کی سرخ سرخ انگارے اگلتی نگاہوں میں شیطانی قوتوں کا پراسرار رقص جاری ہو گیا۔

"وہ تمہیں دھوکا نہیں دے گا اس لئے کہ اس نے اپنی سب سے پوتر پستک کی سوگند اٹھائی ہے——"

"کیا وہ خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے؟" ننکا نے کسی فوری خیال کے تحت تیزی سے دریافت کیا۔

خزانے کے سلسلے میں کوئی یقینی بات نہیں بتا سکتی——"

"شیش ناگ مہاراج سے بہت پریم ہے تمہیں—— کیوں رادھیکا رانی؟" ننکا نے اس بار سرسراتے انداز میں کہا۔

"میں اس بات سے بھی انکار نہیں کروں گی——" رادھیکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ننکا کی بات سن کر اس کی کشادہ پیشانی پر بے شمار آڑی ترچھی شکنیں ابھر آئی تھیں۔ اس کا خوبصورت، نازک اور حسین جسم کسی ناگن ہی کی طرح بل کھا کر رہ گیا تھا۔

"تمہیں شیش ناگ مبارک ہو پرنتو تمہیں اپنے دیئے ہوئے وچن کے انوسار شاہی خزانے تک مجھے راستہ دکھانا ہو گا۔" ننکا نے اس بار بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم اس بات سے بھی انکار کرو گے؟"

"نہیں——" رادھیکا نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے چار بار تمہاری سہائتا کرنے کا وچن دیا ہے اس لئے خزانے تک میں تمہیں راہ ضرور دکھاؤں گی پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا—— میں کسی ایسے معاملے میں تمہاری کوئی سہائتا نہیں کر سکتی جو میری شکتی سے باہر ہو——"

"تمہاری باتیں بھی تمہاری ہی طرح سندر ہیں——" ننکا نے ایک لمحے میں پھر چہرے کے تاثرات بدلے۔ رادھیکا کے کومل جسم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے

ہوئے بڑے پیار سے بولا۔ ـــــ "تمہیں اپنے شریر اور اس کے سندرتا پر تو اوش
پورا پورا ادھیکار ہوگا ـــ"

"ننکا ـــ" رادھیکا نے بل کھا کر جواب دیا۔ "ایک بات دھیان میں رکھنا۔
جس دن تم نے میرے شریر سے کھیلنے کی کوشش کی میں اپنے دیئے ہوئے وچن سے
آزاد ہو جاؤں گی ـــ"

"پیاس سے حلق میں کانٹے پڑنے لگیں تو اس کی بھی اپنی ایک لذت ہوتی ہے
میرے من مندر کی رانی ـــ" ننکا نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا پھر سرد
آہ بھر کر بولا۔ "تم اب جا سکتی ہو ـــ"

رادھیکا نے جواب نہیں دیا۔ اس کا جسم ایک لمحے میں کئی حصوں میں منقسم ہو
کر ہوا میں بکھرا پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا ـــ دوسرے ہی لمحے ننکا زمین پر قلابازی
کھا کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔ تیور بڑے
غضبناک نظر آ رہے تھے۔ چہرے سے غور و فکر کے تاثرات نمایاں تھے۔ کچھ دیر وہ
خاموش کھڑا اپنی شیطانی کھوپڑی کے اندر بھری ہوئی پر اسرار قوتوں کو کھنگالتا رہا پھر بستی
کی طرف چل پڑا ـــ



شرافت حسین کو خون آلود روئی حاصل کئے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے لیکن ننکا
نے ابھی تک ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ رات گئے ڈریسنگ
گاؤن میں ملبوس کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہے تھے جب ستو آنکھیں ملتا ہوا ان کے
قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے ـــ؟" شرافت حسین نے اسے وضاحت طلب نظروں سے
دیکھا۔ "تم ابھی تک سوئے نہیں ـــ"

"آپ بھی تو جاگ رہے ہیں انکل ـــ" ستو نے معصومیت سے کہا۔ "کیا
آپ کو بھی بلو کی یاد آ رہی ہے ـــ؟"

بلو کا نام سن کر شرافت حسین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"آپ بلو کو یہاں واپس بلا لیں انکل۔" ستو نے شرافت حسین کو خاموش پا
کر اصرار کیا۔ "اس کے بغیر میرا دل بھی نہیں لگ رہا۔"

"آ جائے گا ہفتہ دس دن میں۔" شرافت حسین نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
"تمہیں تو معلوم ہے کہ اس کی نانی علیل ہیں اور وہ ماں کے بغیر تنہا میرے پاس نہیں
رہ سکتا۔"

"میں سنبھال لوں گا بلو کو۔" ستو نے بڑے پیار سے کہا۔ "دن بھر اس کے
ساتھ کھیلا کروں گا۔ اسے رونے بھی نہیں دوں گا اور دوڑ دوڑ کر اس کا سارا کام کر
دیا کروں گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے ـــ تم فی الحال جا کر سو ـــ میں صبح بلو کی امی سے تمہاری

بات کرا دوں گا۔"

"مجھے نیند نہیں آ رہی انکل۔۔۔" ستو نے درخواست کی۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دیر باہر جا کر ٹہل آؤں۔"

"ستو۔۔۔" اچانک شرافت حسین نے اپنی بے چینی چھپاتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔ "کیا تم نے ننکا کا نام سنا ہے؟"

"کیوں نہیں سنا۔۔۔" ستو نے تیزی سے جواب دیا۔ "عابد انکل بھی اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔۔۔ لیکن ننکا تو بہت برا آدمی ہے پھر آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"کیا برائی ہے اس میں۔۔۔؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن سب ہی اسے برا کہتے ہیں تو۔۔۔"

"کیا وہ کبھی تمہارے عابد انکل سے بھی ملا تھا۔۔۔؟" شرافت حسین نے یونہی برسبیل تذکرہ دریافت کیا۔

"نہیں۔۔۔" ستو نے سنجیدگی سے کہا۔ "عابد انکل تو اس کا نام سنتے ہی لاحول پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"اچھا کرتے ہیں۔۔۔ جو آدمی برا ہو اس سے دور ہی رہنا چاہئے۔" شرافت حسین نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اگر ننکا کبھی تم سے ملنے یا بات کرنے کی کوشش کرے تو فوراً مجھے بتانا۔۔۔ میں اسے ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دوں گا۔۔۔"

"میں کچھ دیر باہر جا کر ٹہل آؤں۔۔۔" ستو نے دوبارہ باہر جانے کے لئے پوچھا تو شرافت حسین نے اسے اجازت دے دی۔

ستو کے جانے کے بعد شرافت حسین کا ذہن پھر ننکا کے بارے میں ذہنی جمناسٹک کرنے لگا۔ اس نے جو خطرناک کام شرافت حسین کو سونپا تھا وہ مکمل ہو چکا تھا اور اگر ننکا پراسرار طاقتوں کا مالک تھا تو اسے اس کی خبر بھی ضرور ہو چکی ہو گی۔۔۔ پھر اس نے ابھی تک ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی؟

شرافت حسین کھلے صحن میں ٹہلتے رہے اور ننکا کی شخصیت کے بارے میں

سوچتے رہے۔ انہوں نے ننکا کے کہنے پر جو خطرناک اور جان لیوا عمل کیا تھا اس کی تکمیل کے بعد اب شاہی دفینے کی فکر بھی انہیں پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہو گئی تھی۔ انہیں اس بات کا خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں عمل کی کامیابی کے بعد ننکا انہیں نظر انداز کر کے شاہی خزانے کو ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس وقت بھی ان کے ذہن میں یہی خیال کسی زہریلے حشرات الارض کی طرح کلبلا رہا تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں اس قدر مستغرق تھے کہ عقبی پھاٹک پر ہونے والی دستک کی آواز سن کر یکلخت خوفزدہ ہو گئے دل میں چور تھا اس لئے ایک پل میں ہزاروں پریشان کن سوالات ذہن میں ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔

"اتنی رات گئے کون آ سکتا ہے۔۔۔؟" انہوں نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ "کہیں اس بچے کے ورثا تو نہیں جس کی بے گور کفن لاش وہ چوبیس گھنٹے پہلے اندھے کنویں میں پھینک آئے تھے۔۔۔؟ کیا ننکا نے انہیں پھنسانے کی خاطر پولیس سے مخبری تو نہیں کر دی۔۔۔؟"

پولیس کی طرف دھیان گیا تو شرافت حسین ساری جان سے لرز اٹھے۔ ان کی پلکوں کے نیچے اندھیرا چھانے لگا۔ دوسری بار دستک کی تیز آواز سنائی دی تو وہ چونک اٹھے جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی ہو۔ دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے قدموں کو سنبھالتے وہ بمشکل دروازے تک پہنچے۔ ستو کے جانے کے بعد انہوں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا وہ صرف بھڑا ہوا تھا۔ شرافت حسین نے باہر جانے کے بجائے اندر ہی سے بڑی مدھم آواز میں پوچھا۔

"کون ہے۔۔۔؟"

"میں ننکا ہوں سرکار۔۔۔ آپ کا سیوک۔"

شرافت حسین نے ننکا کی آواز سنی تو اطمینان کا سانس لیا۔ جلدی سے ننکا کو اندر بلا کر تیزی سے پھاٹک بند کر لیا۔ انہیں خدشہ تھا کہ کہیں ستو واپس آ کر ننکا کو نہ دیکھ لے۔

"کیا بات ہے سرکار۔۔۔" ننکا نے ہلکے سروں میں پوچھا۔ "آپ کچھ پریشان

دکھائی دیتے ہیں۔۔۔۔ خیریت تو ہے۔۔۔؟"

"تم اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے۔۔۔؟" شرافت حسین نے اس کی با
نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ کی کامیابی کے لئے جنگل میں بیٹھا پرارتھنا کر رہا تھا۔" ننکا نے اس
کچھ اور قریب ہو کر سرگوشی کی۔ "مبارک ہو سرکار۔۔۔ آپ نے وہ چیز حاصل ک
جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تھا۔۔۔"

"تمہیں کیسے خبر ہوئی۔۔۔؟"

"کیسی بات کر رہے ہیں سرکار۔۔۔" ننکا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "چنار گڑ
میں کوئی سوکھا پتہ بھی کھڑکے تو ننکا کو خبر ہو جاتی ہے۔ آپ کا سیوک اپنے شری
ہزاروں آنکھیں رکھتا ہے۔۔۔ کوئی چیز میری نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتی۔۔۔ کہیں
تو یہ بھی بتا دوں کہ آپ نے اس بالک کو اپنا کام پورا ہونے کے بعد کہاں ٹھکانے لگا
ہے۔۔۔؟"

"جب تمہیں سب کچھ معلوم ہو چکا تھا تو تم چوبیس گھنٹے سے کہاں غائب
تھے۔۔۔؟" شرافت حسین نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"خزانے تک پہنچنے کے لئے کچھ اور راستے بھی ہموار کرنے ہیں۔۔۔ میں اس
چکر میں لگا ہوا تھا۔" ننکا نے جواب دیا پھر شرافت حسین کو خوش کرنے کی خاطر بو
مجھے پورا وشواس تھا آپ بالک والے عمل میں اوش کامیاب ہوں گے اسی لئے سیوک
نے آپ کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا تھا۔ اب ہم بڑی آسانی سے خزانے کے بارے میں
سب کچھ جان لیں گے۔"

"میں اب اس کام میں زیادہ دیر پسند نہیں کروں گا۔" شرافت حسین نے بے
چینی کا اظہار کیا۔ "کیوں نہ ہم اسی وقت سے اپنا کام شروع کر دیں۔"

جواب میں ننکا کی بڑی بڑی سرخ اور شیطانی آنکھیں کسی خیال سے چمک
اٹھیں۔ ایک ثانئے کے لئے وہ شرافت حسین کو کسی آدم خور درندے کی طرح گھور
رہا لیکن دوسرے ہی لمحے بڑی سرعت سے کینچلی بدل کر اپنے غلیظ ہونٹوں

مسکراہٹ بکھیرتا ہوا بولا۔

"دھیرج سے کام لیں سرکار۔۔۔ اب ہمیں خزانے تک پہنچنے میں کوئی دشواری
پیش نہیں آئے گی۔۔۔ میں نے دیوی دیوتاؤں کی سوگند کھا کر آپ کو اپنا متر کہا ہے تو
یہ بھی بتا دوں کہ آپ نے جو روئی حاصل کی ہے اس میں اس بالک کی آتما بھی قید
ہے جو خزانے کا پتہ دے گی لیکن اس کی آتما کو اپنے اشاروں پر چلانے کے لئے ابھی
مجھے اور جاپ کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر بچے کی آتما خزانے کا راز نہیں بتائے گی۔۔۔
ہاں اگر آپ اس روئی کا اور کوئی چمتکار دیکھنا چاہیں تو سیوک حاضر ہے۔۔۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" شرافت حسین نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "دوسرے کسی
چمتکار سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں اس وقت بچے کی آتما کو آپ کے سامنے بلا کر آپ کی گمشدہ فائل کا
کھوج لگا سکتا ہوں۔"

شرافت حسین نے اثبات میں گردن کو جنبش دے کر اپنی آمادگی کا اظہار کیا
لیکن انہیں ننکا کی طرف سے اس بات کا شبہ بھی تھا کہیں وہ کوئی شعبدہ بازی دکھا کر
روئی نہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ انہیں اب تحصیل کے گم شدہ فائل سے کوئی دلچسپی باقی
نہیں رہ گئی تھی۔ وہ جلد از جلد خزانے تک پہنچنا چاہتے تھے۔ جس کی خاطر انہوں نے
دل پر جبر کر کے ایک معصوم بچے کو نمک اور پانی سے محروم رکھ کر موت کے گھاٹ
اتارا تھا۔ وہ اس خون آلود روئی کو آسانی سے ننکا کے حوالے کرنے پر تیار نہیں ہو
سکتے تھے خواہ انہیں جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑتی چنانچہ کچھ سوچ کر بولے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم آج اس روئی کے ذریعے گمشدہ فائل کے بارے میں
معلوم کر لو۔ شاہی دفینے کا راز اپنا جاپ مکمل کرنے کے بعد معلوم کر لینا۔۔۔ لیکن
ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں چنار گڑھ کا نائب تحصیلدار ہوں اگر تم
نے میرے ساتھ کوئی چالبازی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"مجھے اگر دغا کرنا ہوتا تو اس کے اور بھی بہت راستے تھے شرافت بھائی۔" ننکا
نے زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا پھر رادھیکا کی بات یاد کرتے ہوئے معنی خیز

انداز میں بولا۔ "میں نے دیوی دیوتا کی سوگند کھا کر وچن دیا ہے کہ آپ سے کوئی کر
فریب نہیں کروں گا پرنتو ایک بات آپ بھی سن لیں —— اگر آپ نے کبھی نکا
جل دے کر نیچا دکھانے کی کوشش کی تو میں بھی ہاتھ پیر ہلانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"
کچھ دیر نکا اور شرافت حسین ایک دوسرے سے اسی موضوع پر تکرار کر
رہے پھر شرافت حسین نکا کو لے کر ایک خالی کمرے میں آگئے۔ نکا کے کہنے
شرافت حسین نے اسے خون آلود روئی کا ایک مختصر سا ٹکڑا سرسوں کا تیل اور مٹی
پیالہ فراہم کر دیا۔ نکا نے پیالے میں تیل ڈالا پھر روئی کی بتی بنا کر تیل میں
بھگوئی —— اسے پیالے میں رکھ کر روشن کرنے کے بعد خود گھٹنوں کے بل زمین پر
بیٹھ کر آنکھیں بند کیں اور اپنے غلیظ لب ہلا کر کوئی منتر پڑھنے لگا۔
گھپ اندھیرے میں چراغ کی کپکپاتی لو اور لرزتی ہوئی روشنی عجیب پراسرار لگ
رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کمرے میں بے شمار روحیں بھٹک رہی ہوں۔
شرافت حسین کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کبھی وہ چراغ کو دیکھتے اور کبھی نکا کی
صورت تکنے لگتے جس کا مکروہ وجود اور سیاہ جسم چراغ کی لرزتی روشنی میں کچھ اس
قدر بھیانک نظر آ رہا تھا کہ شرافت حسین جیسے دل گردے کا مالک بھی سہما سہما نظر آ
رہا تھا۔

نکا بڑی دیر تک منہ ہی منہ میں کچھ بدبداتا رہا پھر اچانک اس نے اپنی سرخ
سرخ آنکھیں کھول کر دیئے کی طرف دیکھا۔ شرافت حسین نے بھی اس کی نگاہوں کا
تعاقب کرتے ہوئے روشن چراغ کی جانب دیکھا تو دم بخود رہ گئے جو منظر انہیں نظر
آ رہا تھا وہ انتہائی پراسرار اور دہشت ناک تھا۔ چراغ کے تاریک ہالے کے گرد انہیں
ایک معصوم بچے کا سایہ بہت واضح طور پر گردش کرتا نظر آ رہا تھا۔ شرافت حسین
آنکھیں پھاڑے بچے کے متحرک سائے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر اس وقت انہیں اپنا لہو
رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا جب سائے کے ہونٹ ہلے اور کمرے میں ——
"پانی —— پانی —— پانی ——" کی نحیف اور دم توڑتی آواز ابھرنے لگی۔ شرافت حسین
ساری جان سے کانپ کر رہ گئے۔ انہوں نے اس بچے کی آواز کو پہچان لیا جسے انہوں

نے بڑی بیدردی اور بے رحمی سے ذبح کیا تھا۔ خوف کی ایک لہر ان کے وجود پر چھاتی
چلی گئی۔ پھر قریب تھا کہ وہ دہشت سے چیخ اٹھتے کہ معاً نکا کی کھردری آواز تیزی
سے کمرے میں گونجی۔ شرافت حسین نے چونک کر نکا کو دیکھا جو ٹکٹکی باندھے بچے
کے گردش کرتے ہوئے بے چین سائے کو دیکھ رہا تھا۔
"تم پانی کے لئے بے چین ہو —— میں تمہاری پیاس بجھاؤں گا —— مگر ایک
شرط پر ——" نکا بچے کے متحرک سائے سے مخاطب تھا۔ "نائب تحصیلدار کے دفتر
سے ایک ضروری فائل گم ہو گئی ہے —— تم ہمیں اس کا سراغ بتاؤ —— ہم تمہیں
پانی دیں گے۔"
نکا اپنی بات کئی بار دہراتا رہا۔ شرافت حسین نے بچے کے سائے کو نظروں
سے غائب ہوتے دیکھا تو انہوں نے پلٹ کر نکا کی سمت دیکھا جو اپنی بڑی بڑی سرخ
آنکھوں سے بدستور ہالے پر نظر جمائے بیٹھا تھا۔ شرافت حسین کی نظریں بھی دوبارہ
چراغ پر جم گئیں۔ دس بارہ منٹ تک کمرے میں پرہول سناٹا طاری رہا۔ اس کے بعد
بچے کا سایہ دوبارہ نمودار ہو کر تاریک ہالے کے اطراف گردش کرنے لگا۔
"کیا رہا ——؟" نکا نے سائے کو مخاطب کیا۔ "مجھے اپنا وعدہ یاد ہے —— تم
فائل کا کھوج بتاؤ میں تمہیں پیٹ بھر کر پانی دوں گا۔"
"گم شدہ فائل اور کچھ اہم کاغذات دفتر کے ایک ملازم کے گھر میں اس کے
کپڑوں کے ٹرنک کے اندر موجود ہیں۔" بچے کے متحرک سائے کی کمزور آواز نے
جواب دیا پھر وہ شدید تشنگی کے عالم میں پانی —— پانی —— پانی کی صدا لگانے لگا۔"
"اس آدمی کا نام کیا ہے جس نے کاغذ غائب کئے ہیں ——؟" نکا نے سوال
کیا۔

"اس کا نام —— اس کا نام عاصم بیگ ہے ——" بچے کی آواز سنائی دی۔ پھر
پانی —— پانی —— پانی کی تکرار شروع ہو گئی لیکن نکا نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر
چراغ بجھا دیا۔ چراغ بجھتے ہی کمرے میں کربناک سسکیوں کی آواز ابھری پھر تیزی سے
گھٹ کر رہ گئی۔ شرافت حسین گم صم تصویر حیرت بنے بیٹھے تھے۔

نکا نے اٹھ کر بتی روشن کی تو کمرہ جگمگا اٹھا۔
"دیکھا سرکار آپ نے اپنے اس سیوک کا چمتکار" اس نے شرافت حسین سے
کہا۔ "جس بالک کو آپ نے ہلاک کیا ہے اس کی آتما خون آلود روئی میں قید ہے
اسی ویاکل آتما نے ہمیں کاغذات اور فائل کا کھوج بتایا ہے وہی ہمیں خزانے کے را
بھی بتائے گی۔۔۔"
"تم اپنا تین روز والا جنتر منتر کب سے شروع کرو گے۔۔۔؟" شرافت حسی
نے پوچھا۔
"شبھ گھڑی دیکھنی ہو گی سرکار۔۔۔" نکا نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں کل ہ
سے جاپ شروع کر دوں۔۔۔ آپ کی طرح مجھے بھی خزانے تک پہنچنے کی جلد
ہے۔۔۔ آپ کو چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ خون آلود روئی آپ
قبضے میں ہے۔۔۔ پرنتو ایک بات اور بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔۔۔ روئی کی بتی
کر چراغ جلانے کے لئے جو جنتر منتر پڑھنا ضروری ہے وہ نکا کے من میں محفو
ہے۔۔۔ اس جنتر منتر کو پڑھے بغیر اگر آپ نے چراغ روشن کرنے کی غلطی کی تو ا
کا انجام بہت بھیانک ہو گا۔۔۔ ہمیں ایک دوسرے پر سچے من سے وشواس کرنا
گا۔۔۔ ہم نے اسی کارن سوگند اٹھا کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا ہے۔۔۔ سیوک
اب چلتا ہے سرکار۔۔۔ پرنام۔"
نکا نے ہاتھ جوڑ کر سلام کیا پھر غلیظ ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹیں بکھیرتا ا
قدموں واپس چلا گیا تو شرافت حسین اٹھ کر خواب گاہ میں آ گئے۔ سونے کے ارا
سے لیٹے تو بچے کے سائے کا تصور ان کے ذہن میں نشتر بن کر چبھنے لگا۔ نکا نے ا
یہی کہا تھا کہ وہ سایہ قتل کئے جانے والے معصوم بچے کی روح تھی جو اپنی پیا
بجھانے کی خاطر پانی کی تلاش میں ابھی تک دنیا میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔
شرافت حسین نے کئی بار اس خیال سے چھٹکارا حاصل کر کے سونے کی کوش
کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ بستر پر کروٹیں بدلتے رہے پھر اچانک انہیں
محسوس ہوا جیسے کمرے میں وہ تنہا نہیں کوئی اور بھی ہے۔ اس خیال سے وہ ہڑبڑا

اٹھے تو ان کی نظر ستو پر پڑی جو دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا تھا۔
"تم۔۔۔؟" شرافت حسین نے کسی وہم سے دوچار ہو کر اسے بہت غور سے
دیکھا۔
"ہاں۔۔۔ میں واپس آ گیا ہوں انکل۔۔۔" ستو نے کہا۔ "آپ کی آواز سن
کر خواب گاہ میں آ گیا۔۔۔ آپ شاید مجھے آواز دے رہے تھے۔"
"میں۔۔۔ تمہیں آواز دے رہا تھا۔۔۔؟" شرافت حسین نے الجھتے ہوئے
دریافت کیا۔
"ہاں۔۔ آپ شاید سر دبانے کو کہہ رہے تھے۔۔۔"
"ہاں۔۔۔ آں۔۔۔" شرافت حسین نے زبردستی ستو کی ہاں میں ہاں ملاتے
ہوئے کہا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔۔۔ تم کو اگر زحمت نہ ہو تو کچھ دیر میرا سر دبا
دو۔"
ستو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑی سعادت مندی سے شرافت حسین کے
سرہانے کھڑا ہو کر ان کا سر دبانے لگا۔ شرافت حسین کو اس بات کا یقین نہیں آ رہا تھا
کہ انہوں نے ستو کو سر دبانے کی خاطر آواز دی ہو گی لیکن وہ اس کی تردید بھی نہیں
کر سکتے تھے۔ اس وقت وہ جس ذہنی کشمکش میں گرفتار تھے اس میں ہر بات ممکن ہو
سکتی تھی۔۔۔ بہرحال ستو کے سر دبانے سے کچھ آرام ملا تو وہ جلدی ہی گہری نیند میں
محو ہو گئے۔۔۔"
صبح شرافت حسین کی آنکھ دیر سے کھلی۔ وہ جلدی جلدی تیار ہو کر دفتر پہنچے تو
خلاف توقع وہاں عاصم بیگ کو پہلے سے موجود پا کر اپنی حیرت پر قابو نہ پا سکے۔ اس کی
کیفیت دیکھ کر شرافت حسین کی تجربہ کار نظروں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ نہ صرف
یہ کہ بری طرح بوکھلایا ہوا اور سہما سہما ہے بلکہ شاید گزشتہ رات ایک لمحے کو سو بھی
نہیں سکا تھا۔ خود شرافت حسین نے بھی ایک بے چین اور پریشان کن رات گزاری
تھی لیکن غسل کرنے کے بعد وہ خود کو خاصہ بہتر محسوس کر رہے تھے۔
عاصم بیگ شرافت حسین کو دفتر میں داخل ہوتا دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ شرافت حسین نے اسے غور سے دیکھا پھر اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"خیریت تو ہے مسٹر عاصم بیگ۔۔۔" آپ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔۔۔ کوئی خاص بات۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔" عاصم بیگ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کمزور آواز میں جواب دیا۔ "مجھے آپ سے ایک بہت اہم اور ضروری بات کرنی ہے۔"

"فرمائیے میں سن رہا ہوں۔۔۔"

عاصم بیگ ایک لمحے تک اپنی نشست پر بیٹھا پہلو بدلتا رہا پھر جھکی جھکی نظروں سے بولا۔

"مجھے آپ سے اپنی ایک غلطی کا اعتراف کرنا ہے۔۔۔ اس کے بعد میرے سلسلے میں فیصلہ کرنا آپ کے اختیار میں ہو گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" شرافت حسین نے جو گزشتہ رات بچے کی بے چین روح کی زبانی عاصم بیگ کے بارے میں سن چکے تھے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس غلطی کا اعتراف کرنا چاہتے ہیں۔۔۔؟"

"سر۔۔۔" عاصم بیگ نے ایک لمحے کے توقف کے بعد شرمندہ لہجے میں کہا۔ "آپ نے کچھ دنوں پیشتر مجھ سے دفتر کی ایک گم شدہ فائل کے بارے میں دریافت کیا تھا جو آپ کی تعیناتی سے پہلے دفتر سے غائب ہو گئی تھی۔"

"مجھے یاد ہے لیکن۔۔۔"

"وہ۔۔۔ وہ فائل میں نے ہی غائب کی تھی جناب۔" عاصم بیگ نے شرافت حسین کا جملہ سنے بغیر ہی اعتراف جرم کر لیا۔ "فائل اور اس میں موجود تمام ضروری کاغذات آج بھی میرے گھر میں میرے کپڑے کے ٹرنک میں موجود ہیں۔"

کپڑے کے ٹرنک کے حوالے پر شرافت حسین چونکے پھر خود کو سنبھال کر بولے۔

"فائل غائب کرنے کی وجہ کیا تھی۔۔۔؟"

"دراصل وہ فائل ایک بڑی جائیداد سے متعلق تھی جس کے دو دعویدار تھے۔ اس کیس کا فیصلہ ہمارے نائب تحصیلدار صاحب کو کرنا تھا جو سات سال پہلے یہاں تعینات تھے۔" عاصم بیگ نے اپنی بات جاری رکھی۔ "لیکن اس سے پیشتر کہ فیصلہ صادر کیا جاتا ایک فریق کا انتقال ہو گیا اور۔۔۔ اس کے انتقال کے بعد ایک روز نائب تحصیلدار نے میرے ہاتھ پر ایک ہزار روپے رکھتے ہوئے سختی سے تاکید کی کہ فائل کو غائب کر دیا جائے اور اس کی خبر عملے کے کسی دوسرے فرد کو نہ ہو۔۔۔ انہوں نے مجھے دھمکی بھی دی تھی کہ اگر میں نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ مجھے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے رشوت لینے کے جرم میں لمبی سزا کرا دیں گے۔۔۔"

"کیا دوسرے فریق نے فائل گم ہو جانے کے بعد کوئی اعتراض نہیں داخل کیا تھا۔۔۔؟"

"جی نہیں۔۔۔ مرنے والے کے بعد اس جائیداد کی وارث صرف ایک بیوہ رہ گئی تھی جو اپنے عدت کے دن گزارنے کے بعد تحصیل چھوڑ کر خاموشی سے کہیں چلی گئی۔۔۔ آج تک نہ تو وہ سامنے آئی نہ کسی اور دعویدار نے اس جائیداد کے سلسلے میں کوئی درخواست پیش کی۔"

"اور سات سال گزر جانے کے بعد آج آپ اچانک میرے سامنے آ کر اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہیں جبکہ مجھے بھی یہاں تعینات ہوئے خاصہ عرصہ گزر چکا ہے۔۔۔" شرافت حسین نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا میں اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"ہو سکتا ہے کہ آپ میری بات پر یقین نہ کریں لیکن جس ہستی نے مجھے اعتراف جرم کرنے پر مجبور کیا وہ ایک سات آٹھ سال کا معصوم بچہ تھا جس نے کل رات خواب میں آ کر مجھے اس بات پر اکسایا کہ میں پہلی فرصت میں آپ کے سامنے پیش ہو کر اقبال جرم کر لوں ورنہ میری موت بڑی اذیت ناک ہو گی۔۔۔ شاید اتنی عبرتناک کہ مرتے وقت مجھے پانی کی ایک بوند بھی نصیب نہ ہو۔۔۔"

سات آٹھ سال کے بچے اور پانی کی بوند کے حوالے پر شرافت حسین اندر ہی

اندر لرزا اٹھے۔ کل رات ہی ننکا نے مرنے والے بچے کی روح سے گمشدہ فائل کی
معلومات حاصل کی تھیں اور عاصم بیگ کے بیان کے مطابق کل رات ہی کسی سات
آٹھ سال کے بچے نے خواب میں آکر انہیں اقبال جرم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ایک
لمحے تک شرافت حسین کسی غور و فکر میں ڈوبے رہے پھر آہستگی سے بولے۔

"مسٹر عاصم بیگ۔۔۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ
ہے۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے اپنے جرم کے اعتراف کی خاطر
آپ نے خواب میں آنے والے کسی معصوم بچے کی کہانی گھڑ لی ہو۔۔۔؟"

"جو کچھ میں نے کل رات دیکھا وہ خواب بھی تھا اور حقیقت بھی۔" عاصم بیگ
نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" شرافت حسین نے غیر یقینی انداز کا اظہار کیا۔

"جو بچہ مجھے خواب میں نظر آیا وہ میرے نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھی کچھ
دیر تک میرے سامنے موجود رہا پھر کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔۔۔" عاصم بیگ
نے بڑے مضطرب انداز میں کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "میں کل رات سے اب
تک ایک پل کے لئے بھی نہیں سو سکا ہوں۔"

"مسٹر عاصم۔۔۔" شرافت حسین نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا آپ کو اس بچے کا
حلیہ بھی یاد ہے۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔" عاصم بیگ نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ پھر جب انہوں
نے بچے کا تفصیلی حلیہ بیان کیا تو شرافت حسین کے دل کی حالت بھی غیر ہونے لگی۔
جو حلیہ عاصم بیگ نے بتایا تھا وہ سو فیصد اسی بچے کا تھا جسے شرافت حسین نے بھوکا
پیاسا رکھ کر بے رحمی سے ذبح کیا تھا۔ شرافت حسین بری طرح سٹپٹا کر رہ گئے۔ خوف
اور دہشت کی سرد لہر ان کے پورے وجود میں سرایت کر گئی۔

"اس بچے سے آپ کی اور کیا بات ہوئی تھی۔۔۔؟" شرافت حسین نے بڑی
مدھم آواز میں معلوم کیا۔

"نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ بس کچھ دیر خاموش کھڑا مجھے عجیب نظروں

سے گھورتا رہا پھر غائب ہو گیا۔۔۔ اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔"

"حیرت انگیز۔۔۔" شرافت حسین نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ ان کی
پیشانی پر بھی پسینے کے قطرے جھلملانے لگے تھے اور دل کی بے ترتیب دھڑکنیں کسی
طرح رکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"میرے لئے اب کیا حکم ہے جناب۔۔۔؟" عاصم بیگ نے ندامت سے پوچھا۔

"فی الحال آپ اس سلسلے میں کسی اور سے کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔" شرافت
حسین نے بمشکل کہا۔ "اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالیں گے۔۔۔ فائل کے
سلسلے میں کچھ سوچ کر بتاؤں گا۔"

عاصم بیگ خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے چلے گئے تو شرافت حسین نے کرسی
کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ عاصم بیگ نے جو کچھ کہا تھا اسے سن لینے
کے بعد شرافت حسین کو اپنا دل سینے میں ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی انجانا خوف ان
کی روح کی گہرائیوں میں تیزی سے سرایت کر رہا تھا۔۔۔



ننکا نے جھاڑ جھنکار ہٹا کر قبر کی تلاشی لی تو اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس
کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں شعلوں کا بھیانک الاؤ جاگ اٹھا۔ اسے اپنی نظروں پر
یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر بوسیدہ قبر کو پوری طرح کھنگال ڈالا لیکن وہاں
ہڈیوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ وہ غیض و غضب کے عالم میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا
اس کے مکروہ چہرے کے سیاہ نقوش رات کے گھپ اندھیرے میں کچھ اور بھیانک اور
ہولناک نظر آنے لگے۔

رادھیکا نے اس سے کہا تھا کہ ایک پراسرار شکتی اور بھی ہے جو خزانے کی
تلاش میں اس کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے۔ ننکا نے رادھیکا کو شیشے میں اتارنے کی بہت
کوشش کی۔ وہ اس نادیدہ قوت کا نام پتہ اور ٹھکانا معلوم کرنا چاہتا تھا جس نے ننکا کے
مقابلے پر آنے کی جسارت کی تھی لیکن رادھیکا نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی
تھی کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ رادھیکا ناگن کا دوسرا روپ تھی اور

کسی ناگن پر بھروسہ کرنا ننکا کے اصول کے خلاف تھا۔ اسے شبہ تھا کہ رادھیکا اس سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے یا تو وہ محض ننکا کو خوفزدہ کرنے کی خاطر ایک خیالی قوت کو سامنے لا کر حالات کو پیچیدہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی یا پھر اس نے جان بوجھ کر دوسری طاقت کے سلسلے میں اپنے ہونٹ سی لئے تھے۔

ننکا اگر چاہتا تو رادھیکا کو بھی زبان کھولنے پر مجبور کرنے کی خاطر اپنی شیطانی قوتوں کا استعمال کر سکتا تھا لیکن اس نے دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کیا۔ خزانے تک رہبری کی خاطر وہ رادھیکا کو استعمال کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ شیش ناگ کو رام کرنے کی خاطر رادھیکا ایک حسین ناگن کے روپ میں زیادہ موثر ثابت ہو سکتی تھی۔ اسی خیال کے پیش نظر اس نے نرمی کا برتاؤ کیا تھا لیکن شرافت حسین سے مل لینے کے بعد اور خون آلود روئی کا کمال دیکھ لینے کے بعد وہ تمام کیل کانٹوں سے لیس ہو کر قدم آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ شرافت حسین کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید ننکا اسے اپنے سفلی کے کالے عمل کے ذریعہ ٹھکانے لگانے سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن اس نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی دو وجوہات تھیں۔ اول یہ کہ وہ شرافت حسین کے ساتھ دیوی دیوتاؤں کی قسم کھا چکا تھا دوسرے یہ کہ شرافت حسین کی ہولناک موت مقامی لوگوں کو ننکا کے خلاف اشتعال بھی دلا سکتی تھی۔ وہ نفرت کی ان دبی چنگاریوں کو کرید کر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

رادھیکا کے بیان کی تصدیق کی خاطر اس نے ایک دو چھوٹے جاپ منتر اور شیطانی قوتوں کے ذریعے اس قوت کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی تھی جو خزانے کی تلاش میں اس کا راستہ کاٹ سکتی تھیں لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ پہلی بار اپنی گندی قوتوں کی ناکامی کے بعد وہ کسی زخمی درندے کی مانند تڑپ اٹھا پھر یکلخت اس کے ذہن میں جمنا کی ہڈیوں کا خیال ابھرا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ جمنا کی ہڈیوں کو دلہن کا روپ دے کر وہ اس کی بے چین روح سے سب کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ پہلے بھی ایک دو بار وہ جمنا کی آتما کا کمال دیکھ چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جمنا کی روح رادھیکا کے بیان کی تصدیق یا تردید کرنے میں بھی زیادہ معاون اور مستند ثابت

ہوگی۔ شرافت حسین نے آخری ملاقات میں جس انداز میں ننکا سے بات کی تھی وہ بھی ننکا کو پسند نہیں آیا تھا۔ جمنا کی روح سے وہ شرافت حسین کے دل کا بھید بھی جاننا چاہتا تھا لیکن جب دوبارہ قبر کھنگالنے کے بعد بھی اسے جمنا کی ہڈیاں نہیں ملیں تو وہ اس طرح چونکا جیسے کسی زہریلے سانپ نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس کو ڈس لیا ہو۔

کچھ دیر تک وہ اس خالی قبر کو حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا جہاں جمنا کی ہڈیوں کو اس نے خود اپنے ہاتھوں سے جھاڑ جھنکار کے اندر چھپایا تھا پھر اس نے بڑی سختی سے اپنی آنکھیں بند کر کے ایک آزمودہ عمل پڑھنا شروع کیا اور دو منٹ کے اندر اندر ساری حقیقت سے باخبر ہو گیا۔ اس کے گندے بیروں نے اسے پوری صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا۔ اصلیت جان لینے کے بعد اس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی مکروہ مسکراہٹ ابھری تھی۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ جمنا کی سڑی گلی ہڈیوں کو ٹھکانے لگانے میں کسی پراسرار طاقت کا عمل دخل نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ سوچ کر غصے کی شدت سے لرز اٹھا تھا کہ جن افراد نے ہڈیوں کو قبر سے نکالا تھا وہ ننکا کے لئے زمین پر رینگنے والے ان حقیر کیڑے مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے جنہیں وہ جب بھی چاہتا اپنے پیروں تلے دبا کر مسل سکتا تھا۔

صرف چند ثانئے وہ خالی قبر کو خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر تیزی سے پلٹا اور غصے سے لرزتا کانپتا اپنی رہائش گاہ کی جانب لمبے لمبے ڈگ بھرنے لگا۔ رات کے ویران اور ہولناک سناٹے میں اس کا ہیبت ناک مکان بھی کسی عفریت کا مسکن ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اپنے مکان میں داخل ہونے کے بعد وہ سیدھا اس کمرے میں گیا جہاں دیواروں پر کوئلے اور سیندور سے الٹی سیدھی شکلیں اور آڑی ترچھی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ کمرے کے درمیان ایک مختصر سی چوکی تھی اور چوکی کے سامنے کسی خوفناک جانور کی سال خوردہ کھوپڑی رکھی تھی۔

ننکا دیوار پر کھینچی لکیروں کے جال کو دیکھتا رہا پھر اس نے چوکی پر بیٹھ کر اپنی نظریں بھیانک کھوپڑی پر جما دیں۔ پلکیں جھپکائے بغیر وہ خاصی دیر تک ٹکٹکی باندھے

کھوپڑی کو دیکھتا رہا پھر یکلخت اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بھدے اور غلیظ ہونٹوں نے ہلنا شروع کیا۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز کمرے میں چکراتی رہی۔ وہ آنکھیں موندے کوئی خطرناک عمل پڑھ رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ پوری طرح اپنے شیطانی عمل میں مستغرق رہا جب کمرے میں جگہ جگہ سے بھیانک شعلے درودیوار سے نمودار ہوتے اور کڑکتی آواز پیدا ہو کر غائب ہو جاتے پھر ان ہولناک شعلوں کا حیرت انگیز سلسلہ بند ہوا تو کمرے میں لاتعداد انسانی پنجر اچانک نمودار ہو کر عجیب و غریب انداز میں جنگلی رقص کرنے لگے۔ مدھم روشنی میں ہڈیوں کے پنجر کا عکس دیوار پر خوفناک شکلیں بنا رہا تھا۔ ننکا کی کیفیت میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ وہ اپنے شیطانی عمل میں پوری طرح غرق تھا۔۔۔ معاً ہڈیوں کے پنجر رقص کرتے ننکا کی جانب دائرے کی شکل میں سمٹنے لگے پھر انہوں نے ننکا کے وجود کو مکمل طور پر اس طرح گھیرے میں لے لیا کہ وہ ان کے درمیان چھپ گیا۔۔۔ اچانک کمرے میں خوفناک بجلیاں کوندنے لگیں اس کے بعد ہر طرف دھواں پھیلنے لگا۔ یہ سلسلہ کچھ دیر جاری رہا۔ دھواں ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لیتا رہا پھر کڑک اور گرج کی خوفناک آوازیں گونجنے لگیں اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔ دھویں کے بادل برق رفتاری سے بھنور کی شکل میں بلند ہو کر چھت سے ٹکرائے اور غائب ہو گئے۔ بادلوں کے ساتھ ہی ننکا کا پراسرار وجود بھی حیرت انگیز طور پر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔۔۔



ہندوستان کے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کی ذاتی کوٹھی کا نگراں اعلیٰ ہنری اس وقت کوٹھی کے ایک مخصوص کمرے میں اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا مارٹن ڈگلس کو بڑی نفرت اور حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا جو اس کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔

"کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے تمہیں اپنے اس کمرہ خاص میں کیوں طلب کیا ہے۔۔۔؟" ہنری کی سپاٹ آواز مہر سکوت توڑتی ہوئی ابھری۔

"میرا خیال ہے کہ فرض کی ادائیگی میں مجھ سے کہیں کوئی ایسی کوتاہی ضرور ہو

گئی ہے جس نے آپ کو۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔" ہنری نے تلملا کر کہا۔ "فرض کی ادائیگی کی بات مت کرو۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ تم کتنی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں نے اگر تمہاری سفارش نہ کی ہوتی تو شاید اس وقت تمہاری یہ حیثیت نہ ہوتی۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔۔۔" مارٹن نے چرب زبانی سے کام لیا۔

"بکو مت۔۔۔" ہنری دانت پیستا ہوا بولا۔ "اگر تم میرے شکر گزار ہوتے تو اس برتن میں چھید کرنے کی کوشش نہ کرتے جس میں تمہیں سونے کا نوالہ کھانے کو مل رہا ہے۔۔۔"

"میں سمجھا نہیں جناب کہ آپ کا اشارہ کس سمت ہے۔ پھر بھی اگر مجھ سے نادانستگی میں کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو میں معافی کا طلبگار ہوں۔" مارٹن نے پچویشن کو محسوس کرتے ہوئے خاصی تابعداری کا مظاہرہ کیا۔

"مارٹن ڈگلس۔۔۔" ہنری نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ میری نگاہوں کی ایک جنبش تمہاری موجودہ پوزیشن کو پلک جھپکتے میں خاک میں ملا سکتی ہے۔۔۔؟"

"میں واقف ہوں جناب لیکن۔۔۔"

"میں نے تمہیں وضاحتیں طلب کرنے کی خاطر یہاں طلب نہیں کیا۔" ہنری نے ہاتھ بلند کر کے میز پر مارتے ہوئے کہا۔ "میری بات غور سے سنو۔۔۔ تم ابھی اور اسی وقت چنار گڑھ سے اپنے تبادلے کی درخواست لکھ کر میرے سامنے پیش کرو گے اور اس کے بعد دو روز کے اندر اندر اپنا بوریا بستر سمیٹ کر یہاں سے ہمیشہ کے لئے دفع ہو جاؤ گے اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

"میں آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا لیکن۔۔۔"

"پھر وہی لیکن۔۔۔" ہنری بل کھاتا ہوا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں نے کہا تھا کہ تم بیکار وقت ضائع نہیں کرو گے۔۔۔ اپنے تبادلے کی درخواست لکھ کر پیش کرو اور میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔۔۔ تمہیں میرا احسان مند ہونا چاہئے کہ میں

تمہیں دو روز کی مہلت بھی دے رہا ہوں ورنہ --- ورنہ ---" اس بار ہنری بھی ا
جملہ مکمل نہیں کر سکا پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

مارٹن ڈگلس نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ ہنری کے طلب کرنے
اس کے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا تھا کہ شاید پھر اسے کسی "خاص خدمت" انجا
دینے کے لئے چنا گیا ہے۔ وہ بڑے فخر سے سینہ تان کر ہنری کے سامنے پیش ہوا
لیکن صورتحال اس کی توقع کے اس قدر برعکس اور خراب ہو گی یہ بات اس کے ذہ
کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھی۔ وہ بری طرح سٹپٹا گیا پھر ہنری کی برہمی اور اشتعا
کی ایک وجہ یکلخت اس کے ذہن میں بجلی بن کر کوندی ---

"شاید ہنری کو اس بات کا علم کسی طرح ہو گیا ہے کہ میں مارٹینا کے ساتھ ا
کی کوٹھی میں ایک رات کا کچھ حصہ گزار چکا ہوں۔" مارٹن نے سوچا۔ لیکن اس م
میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ ہنری کے ماتحت ہونے کے سبب اس کی بیوی کا حکم ماننا بھ
میرے لئے ضروری تھا --- اور یہ بات تو میرے فرشتوں کے ذہن میں بھی نہیں تھ
کہ وہ خوبصورت بلا مجھے کس مقصد سے اپنے ساتھ لے گئی تھی --- میں اگر اس ک
دعوت گناہ سے انکار کرتا تو وہ مجھے کسی دوسرے جال میں پھنسا کر میرا ستیاناس ک
دیتی --- اور --- اور اس حسین ناگن نے یہ بھی تو کہا تھا کہ جب ہنری تمہار
عزت سے مسلسل کھیل رہا ہے تو پھر تم بھی اس کی عزت کی دھجیاں اڑانے کا ح
رکھتے ہو --- اس کے بعد وہ گلے کا ہار ہو گئی تھی --- اور میں --- شاید چوتھا پیگ
حلق سے نیچے اتارنے کے بعد اپنے ہوش میں بھی نہیں رہا تھا ---"

"کیا سوچ رہے ہو ---؟" ہنری نے مارٹن کو خاموش دیکھ کر سرسراتے لہ
میں کہا۔ "کیا تم میرا حکم ماننے سے انکار کر سکتے ہو؟"

مارٹن ڈگلس کے لب کشادہ ہوئے۔ وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مار
کے اچانک داخل ہونے سے اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ہنری نے بھی مارٹینا
ترچھی نظروں سے گھورا جس میں پسندیدگی کا اظہار نہیں تھا۔ مارٹینا کے تیور بھی بد
ہوئے تھے۔ اس نے ایک اچٹتی نظر مارٹن پر ڈالی پھر ہنری کو تیز نظروں سے گھور

ہوئے بولی۔

"تم نے اس وقت مارٹن کو یہاں کس مقصد سے بلایا ہے ---؟"

"کچھ انتظامی امور کا معاملہ ہے جس میں تمہاری مداخلت ضروری نہیں
ہے ---" ہنری نے روکھی آواز میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو ---" مارٹینا نے بے
باکی کا مظاہرہ کیا تو ہنری کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"کیا تم کچھ دیر کے لئے مجھے اور مارٹن کو تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع نہیں
دے سکتیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"ہنری ---" مارٹینا نے بڑی تلخی سے جواب دیا۔ "میں محسوس کر رہی ہوں کہ
اب تم اپنی حدود سے تجاوز کرنے لگے ہو۔"

"کیا ---" ہنری چونکا --- "تم اپنے ہوش میں تو ہو ---؟"

"میرے پاس وقت کم ہے مسٹر ہنری --- اس لئے تم فی الحال اپنی زبان بند
رکھو۔ مجھے مارٹن سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" اس بار مارٹینا نے بدلی ہوئی آواز
میں کہا تو ہنری اچھل پڑا۔ اس نے مارٹینا کی آنکھوں میں جھانکا جہاں زندگی کی کوئی
علامت نہیں تھی۔ ہنری کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ اس کیفیت میں وہ مارٹینا کو ایک
بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس کے ذہن میں ننکا کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا ---
مارٹینا کے اندر اچانک رونما ہونے والی تبدیلی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اس
کے جسم کے اندر اس وقت کسی اور کی روح نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اس خیال کے
ساتھ ہی ہنری نے بابا رحیم کے بارے میں سوچا جنہوں نے اسے یقین دلایا تھا کہ ننکا
کم از کم اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

ہنری کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ مارٹن ڈگلس بھی مارٹینا کی بدلی ہوئی
نسوانی آواز سن کر چونکا تھا۔

"مسٹر مارٹن ---" مارٹینا نے کسی روبوٹ کی طرح اپنا رخ مارٹن کی طرف گھما
کر بدستور بدلی ہوئی خشک آواز میں کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ ہنری نے تمہیں ننکا کو

پھانسنے کی خاطر مادھو لال نامی ایک شخص سے ملنے کو کہا تھا۔"

"ہاں۔۔۔ کہا تھا۔۔۔" مارٹن نے دبی زبان میں اقرار کیا۔

"مارٹن۔۔۔" ہنری نے تیزی سے مارٹن کو مخاطب کیا۔ "تم اس وقت مارٹینا کی کسی بات کا جواب نہیں دو گے۔۔۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"تمہیں مادھو لال کی پراسرار اور ہولناک موت بھی یاد ہو گی۔۔۔؟" مارٹینا نے ہنری کی بات کو نظر انداز کر کے مارٹن کو خالی خالی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم بھی خاموش رہ کر ویسی ہی اذیت ناک موت مرنا پسند کرو گے؟"

"میں۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔۔" مارٹن نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مادھو لال کی موت کے بعد تم نے فون پر ہنری کو پوری تفصیل سے آگاہ کیا تھا پھر ہنری کی جانب سے ملنے والی ہدایت کے پیش نظر تم نے قبرستان جا کر جمنا کی ہڈیوں کو پرانی قبر سے برآمد کیا تھا۔۔۔ کیا تم اپنی زندگی کے عوض مجھے ان ہڈیوں کے بارے میں بتاؤ گے کہ انہیں دوبارہ کہاں دفن کیا گیا یا محفوظ کیا گیا ہے۔۔۔"

"میں نے وہ ہڈیاں ندی میں بہا دی تھیں۔۔۔" مارٹن نے ہنری کی ہدایت کے باوجود صاف گوئی سے کام لیا۔ کوئی نادیدہ قوت اسے سچ بولنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"تم نے برا کیا مارٹن۔۔۔ تمہیں نہیں معلوم کہ تم نے جمنا کی ہڈیوں کو چھیڑ کر خود اپنی موت کا سامان کیا تھا۔" مارٹینا نے سپاٹ آواز میں کہا پھر اس نے بڑی تیزی سے اپنا اعشاریہ دو پانچ کا وہ لیڈیز آٹومیٹک بھی نکال لیا جو بلاوز کے اندر چھپا رکھا تھا۔ مارٹن کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ موقع کی نزاکت کو سمجھ سکتا یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے اور مارٹن کی پیشانی اور سینے سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی مانند لڑکھڑاتا ہوا منہ کے بل فرش پر گرا تھا۔ ہنری کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا مورکھ کہ خود بھی عیش کرو اور دوسروں کو بھی مستی اور موج میلا کرنے دو پرنتو تم نے میری بات نہیں مانی۔" اس بار مارٹینا کے ہونٹوں سے ننکا کی آواز ابھری۔ "میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ میرا راستہ کھوٹا کرنے کا وچار بھی

بھول کر بھی من میں نہ آنے دینا لیکن شاید تم بھی جیون سے اکتا گئے ہو۔۔۔"

"ننکا۔۔۔" ہنری نے خوفزدہ آواز میں کہا۔ "مجھے مارنے کی غلطی مت کرنا ورنہ تم بھی نہ بچ سکو گے۔ انگریز سرکار تمہیں کسی قیمت پر معاف نہیں کرے گی۔۔۔"

"انگریز سرکار۔۔۔" مارٹینا نے مسکرا کر طنزیہ انداز میں جواب دیا۔ "کیسی باتیں کر رہے ہو سرکار۔۔۔ بھلا میری اور انگریزی سرکار کی کیا دشمنی۔۔۔ میں تو کیول تمہاری گندی آتما کو تمہارے گورے چٹے شریر سے الگ کر رہا ہوں۔۔۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔۔۔" مارٹینا نے اپنا آٹومیٹک دوبارہ فضا میں بلند کیا۔ "کوئی انتم اچھا (آخری خواہش) ہو تو کہہ ڈالو سرکار۔۔۔ دیر ہو گئی تو ننکا کو دوش مت دینا۔۔۔"

ہنری کی نگاہوں کے سامنے موت رقص کر رہی تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ بابا رحیم ننکا کی شیطانی قوتوں کا کوئی توڑ کر سکیں گے۔ زندگی بچانے کی خاطر ایک لمحے کو اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ننکا کی پراسرار طاقت کے سامنے ہاتھ جوڑ لے لیکن وہ چاہنے کے باوجود اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکا۔ شاید اس کی زبان اور ہاتھ کی جنبش مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔

مارٹینا نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھایا۔ کمرے میں ایک اور فائر کی آواز گونجی ہنری کے جسم سے خون کا کوئی فوارہ نہیں بلند ہوا لیکن وہ دہشت سے بے ہوش ہو کر فرش پر الٹ گیا۔ مارٹینا نے پھٹی پھٹی نظروں سے ہنری کو دیکھا پھر اس کے وجود سے دھوئیں کا ایک کثیف مرغولہ نکل کر ہوا میں تیرتا ہوا غائب ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے مارٹینا کا خوبصورت جسم بھی لچک کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔۔۔!!



شرافت حسین نے عاصم بیگ کے سلسلے میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ گمشدہ فائل کسی طرح داخل دفتر کر کے اسے معاف کر دیں گے۔ قصور عاصم بیگ کا نہیں اس نائب تحصیلدار کا تھا جس نے عاصم بیگ کو فائل غائب کرنے پر مجبور کیا تھا۔ حکم عدولی کی صورت میں وہ عاصم بیگ کو بہ آسانی کسی اور جرم میں ملوث کرا سکتا تھا۔

شرافت حسین کے دل میں شروع سے عاصم بیگ کے لئے ایک نرم گوشہ

موجود تھا اسی لئے انہوں نے سختی سے تاکید کی تھی کہ گمشدہ فائل کے ضمن میں کوئی بات زبان سے نہ نکالی جائے لیکن عاصم بیگ نے اپنے جرم کے اقبال کے سلسلے میں جو کہانی سنائی تھی اس نے شرافت حسین کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

ننکا نے بھی یہی کہا تھا کہ جس معصوم بچے کو بے دردی سے ذبح کر کے اس کے خون دل کو خزانے کی تلاش کے لئے حاصل کیا گیا تھا اس کی بے چین روح پانی کی تلاش میں ابھی تک دنیا میں بھٹک رہی ہے۔ فائل کا پتہ دریافت کرنے کی خاطر جب ننکا نے چراغ روشن کیا تھا تو شرافت حسین مرنے والے بچے کی آواز سنتے ہی ساری جان سے کانپ اٹھے تھے۔ مقتول اگر نظر کے سامنے ہو اور اس کی آواز گونج رہی ہو تو قاتل خواہ کتنا ہی بے رحم اور سنگدل کیوں نہ ہو اس پر خوف کا احساس طاری ہو جانا قدرتی امر ہے۔ شرافت حسین کے دل میں بھی یہ خوف موجود تھا کہ اگر بچے کی روح نے پولیس کو کسی طرح تفصیل سے آگاہ کر دیا تو پھانسی کا پھندہ ان کے گلے کا ہار بن جائے گا۔ وہ مقتول تھا اس لئے اسے ہر بات کا علم تھا۔ وہ قانون کے محافظوں کو قتل کی چھوٹی سی چھوٹی روداد بھی بتا سکتا تھا جس کے آگے شرافت حسین کی ایک بھی نہ چل پاتی۔

شرافت حسین کے پاس بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ خون آلود روئی کو ننکا کے علاوہ کسی اور کی موجودگی میں استعمال نہ کرتے۔ انہوں نے یہی طے کیا تھا کہ خزانے کی تلاش میں کامیابی کے بعد وہ اس روئی کو پہلی فرصت میں دریا برد کر دیں گے لیکن عاصم بیگ نے اپنے خواب کی جو تفصیل بیان کی تھی اس کو سن لینے کے بعد شرافت حسین سرتاپا لرز اٹھے تھے۔ اگر مقتول بچہ عاصم بیگ کے خواب میں آ کر اسے اقبال جرم کے لئے اکسا سکتا تھا تو کسی اعلیٰ پولیس آفیسر کو بھی اپنی اذیت ناک موت کی بھیانک تفصیل سنا کر شرافت حسین کو پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا تھا۔

اس وقت بھی عاصم بیگ کے جانے کے بعد شرافت حسین کے دل و دماغ میں یہی کشمکش جاری تھی کہ وہ اپنے بچاؤ کی خاطر کیا صورت اختیار کریں خون آلود روئی ضائع کر دینے کے باوجود بچے کی بھٹکتی ہوئی روح تلوار کی صورت میں ان کے سر پر

لٹکی رہتی۔ شرافت حسین اپنے بچاؤ کی خاطر ذہنی جمناسٹک کرتے رہے۔ ان کے وجود میں گرم آندھی کے خوفناک جھکڑ چل رہے تھے پھر معاً ان کے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کہیں یہ سب کچھ ننکا کی شرارت تو نہیں ہے؟" خزانے کو حاصل کرنے کی غرض سے اسی نے شرافت حسین کو آلہ کار بنایا تھا۔ ہو سکتا ہے اب وہی شرافت حسین کا پتا درمیان سے صاف کر کے تنہا خزانے کا مالک بن جانے کے خواب دیکھ رہا ہو۔ ننکا کی مکروہ ذات سے کوئی بات ناممکن نہیں تھی۔ اس نے شرافت حسین سے کوئی دھوکا اور فریب نہ کرنے کی خاطر اپنے دیوی دیوتاؤں کی قسم ضرور کھائی تھی لیکن جو شخص غلاظت کھانے کا عادی ہو اس کے کسی قول و فعل پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بڑی دیر تک شرافت حسین وقت کی نزاکت پر غور کرتے رہے۔ ان کے دماغ میں ایک خیال یہ بھی ابھرا تھا کہ ممکن ہے عاصم بیگ نے کوئی خواب سرے سے دیکھا ہی نہ ہو بلکہ ننکا نے اپنی پراسرار گندی قوتوں کے زور سے اس کے دماغ میں وہ سب کچھ بھر دیا ہو جو وہ شرافت حسین کے سامنے اگل چکا تھا۔ ایسی صورت میں ننکا کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی اس کی خباثتوں سے نجات حاصل کی جا سکتی تھی۔

شرافت حسین کا ذہن زیادہ الجھنے لگا تو وہ دفتر سے اٹھ کر گھر آ گئے۔ لباس تبدیل کر کے آرام کرنے کی غرض سے اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے تو اس طرح خوفزدہ انداز میں دم بخود رہ گئے جیسے ان کی سانس اچانک گھٹ کر رہ گئی ہو۔ ان کے جسم کے سارے رونگٹے الف ہو گئے ــــ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اس بچے کو اپنے بستر پر لیٹا دیکھ رہے تھے جو نہ صرف زندہ تھا بلکہ اس وقت بھی بڑی رحم طلب نظروں سے شرافت حسین کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا ــــ شرافت حسین کو اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ وہ سو فیصد وہی معصوم بچہ تھا جسے شرافت حسین نے خزانے کی لالچ میں آ کر ننکا کے اکسانے پر بڑی بے دردی اور بے رحمی سے ذبح کر دیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے اطراف اس وقت بھی سیاہ حلقے صاف نظر آ رہے تھے۔ پیٹ

اندر کو دھنسا ہوا تھا۔ چہرے پر نقاہت تھی اور آنکھوں میں زندگی کے تاثرات بڑے دھندلے دھندلے محسوس ہو رہے تھے جیسے وہ بس چند لمحوں کا مہمان ہو۔

"شرافت حسین ـــ" بچے کے سوکھے ہوئے گرد آلود ہونٹوں کو خفیف سی جنبش ہوئی۔ اس کی خرخراتی ہوئی نحیف آواز کمرے میں گونجی ـــ "کیا خزانے کی تلاش نے اور دولت کی ہوس نے تمہیں اتنا شقی القلب بنا دیا تھا کہ تم نے مجھے پانی کی ایک ایک بوند سے محروم کر دیا اور پھر ـــ پھر تم نے اپنی امیدوں کا چراغ روشن کرنے کی خاطر میری زندگی کا چراغ گل کر دیا ـــ آخر کیوں؟ کیا سونے اور جواہرات کی چمک دمک انسان کو اتنا اندھا کر دیتی ہے کہ وہ کسی معصوم اور بے گناہ کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ نہیں کرتا ـــ؟"

شرافت حسین کا پورا وجود تیز آندھیوں کے زد میں آئے ہوئے کسی کمزور پودے کی مانند لرز رہا تھا۔ انہوں نے بچے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بدستور خوفزدہ نظروں سے آنکھیں پھاڑے دیکھتے رہے۔

"اس قدر غور سے کیا دیکھ رہے ہو ـــ؟" بچے نے گھٹی گھٹی آواز میں سوال کیا۔ پھر زہر خند سے بولا۔ "پریشان مت ہو ـــ میں تمہارا .بلو نہیں ہوں ـــ میں جانتا ہوں کہ تم دنیا کے بڑے سے بڑے خزانے کے لئے بھی اپنے .بلو کو گھپ اندھیروں میں کبھی قید نہ کرتے بھوکا پیاسا رکھ کر اپنی شیطانی خواہشات کے بھینٹ نہ چڑھاتے ـــ تمہاری چھری اس کے گلے پر کبھی نہ چلتی ـــ"

"تم ـــ تم کون ہو ـــ؟" شرافت حسین نے دل پر قابو پاتے ہوئے بمشکل کہا۔ "کیا چاہتے ہو مجھ سے ـــ؟"

"پانی ـــ پانی ـــ" بچے کی آنکھوں میں حسرتیں تڑپنے لگیں۔ "مجھے پیٹ بھر کر پانی پلا دو ـــ پھر میں تمہیں کبھی پریشان نہیں کروں گا ـــ میں وعدہ کرتا ہوں میری روح تمہارے کام آتی رہے گی ـــ" بچے نے اپنا حلق دکھاتے ہوئے سسک کر کہا۔ "میرے حلق میں پیاس سے کانٹے پڑ رہے ہیں' مجھے پانی پلا دو ـــ پانی پانی ـــ پانی ـــ"

"نہیں ـــ" شرافت حسین ہذیانی انداز میں چیخ کر بولے۔ "میں تمہیں پانی نہیں دے سکتا ورنہ تمہاری روح پھر میرے قبضے سے فرار ہو جائے گی ـــ"

"رحم کرو ـــ رحم ـــ" بچے نے بڑی نقاہت سے گڑگڑا کر کہا۔ "تمہیں تمہارے .بلو کا واسطہ ـــ مجھے پانی پلا دو ـــ پانی ـــ پانی ـــ"

.بلو کا نام سن کر شرافت حسین کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ انہوں نے جلدی سے لپک کر خوابگاہ میں رکھے ہوئے فرج سے پانی کی ٹھنڈی بوتل نکالی ـــ بڑے جذباتی انداز میں بستر کے قریب جاکر بچے کے حلق میں انڈیل دیا لیکن پھر خوابگاہ میں گونجنے والے وحشت ناک قہقہوں کی آواز سن کر چونکے بچہ بستر سے غائب ہو چکا تھا۔ بستر پر پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔

خوف اور دہشت کے مارے پانی کی خالی بوتل شرافت حسین کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گری اور چکنا چور ہو گئی۔ قہقہوں کی خوفناک آوازیں خواب گاہ میں چکراتی پھر رہی تھیں جیسے کوئی نادیدہ قوت شرافت حسین کی بوکھلاہٹ پر ان کا مذاق اڑا رہی ہو پھر یکلخت قہقہوں کی آواز بند ہو گئی۔

شرافت حسین نے خوفزدہ نظروں سے خواب گاہ میں چاروں طرف دیکھا وہاں ان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ "شاید وہ بچہ بھی میرا وہم تھا۔" شرافت حسین نے اپنے دل کو تسلی دی پھر وہ مسہری کے قریب رکھی ہوئی کرسی پر نڈھال ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کی سانس کی رفتار کسی دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ وہ بستر کی بھیگی ہوئی چادر اور پانی کی ٹوٹی ہوئی بوتل کی کرچیوں کو باری باری حیران کن نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر کمرے میں ایک اور آواز گونجی اور شرافت حسین کا دل اتنی شدت سے دھڑکا جیسے موت کے سرد ہاتھوں نے ان کی روح قبض کرنے کی کوشش کی ہو۔ انہوں نے سہمی ہوئی خوفزدہ نظریں گھما کر خواب گاہ کے دروازے کی سمت دیکھا جہاں .ستو معصوم صورت بنائے کھڑا ان سے مخاطب تھا۔

"انکل ـــ آپ نے شاید مجھے آواز دی تھی ـــ؟"

"نہیں ـــ نن ـــ نہیں نہیں ـــ ہاں ـــ آں ـــ ہاں ہاں۔" شرافت

حسین نے پہلے ستو کی بات کی نفی کی پھر سہمے ہوئے انداز میں تائید کرتے ہوئے بولے۔ "تم۔۔۔ تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔" شرافت حسین نے خود کو بہلانے کی خاطر دروغ گوئی سے کام لیا۔ "میں تمہیں بہت دیر سے آوازیں دے رہا تھا۔۔۔"

"سوری انکل۔۔۔" ستو نے جلدی سے کہا۔ "میں باہر بیٹھا ببلو کے کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔۔۔ آپ۔۔۔ اس بات پر مجھ سے خفا تو نہیں ہیں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔" شرافت حسین نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسی لئے میں دفتر سے آ گیا۔"

"آپ لیٹ جائیں انکل میں آپ کا سر۔۔۔" ستو نے بستر کی طرف نظر ڈالی تو اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر تعجب سے پوچھا۔ "یہ بستر پر پانی کس نے گرا دیا۔۔۔"

"ب۔۔۔ بوتل میری ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔۔۔" شرافت حسین نے اس بار قدرے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔ "باہر سے خادم کو بلا کر بستر اور فرش صاف کرا دو میں اتنی دیر ڈرائنگ روم میں آرام کرتا ہوں۔"

شرافت حسین تیزی سے قدم اٹھاتے ڈرائنگ روم میں گئے پھر ایک صوفے پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ مقتول بچے کا چہرہ رہ رہ کر ان کے تصور میں اجاگر ہو رہا تھا۔ وہ بڑی الجھنوں میں گرفتار تھے۔ ان کے ذہن میں ایک سوال بار بار ابھر رہا تھا۔

"خواب گاہ میں بستر پر نظر آنے والا بچہ کیا محض ان کی نظروں کا فریب تھا! قدرت آہستہ آہستہ ان کے ضمیر کو جھنجوڑ کر انہیں ان کی غلطی کا احساس دلا رہی تھی۔۔۔؟؟؟"



بابا رحیم حسب معمول نماز سے فارغ ہونے کے بعد چٹائی پر بیٹھے دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے تسبیح پر کسی وظیفے میں مصروف تھے جب ہنری دبے قدموں اندر داخل ہوا اور بڑی خاموشی سے ایک جانب آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور بے چینی کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ خالص انگریز

تھا۔ چنار گڑھ میں اس کی حیثیت کسی بھی افسر اعلیٰ سے کم تر نہیں تھی لیکن اس وقت وہ بڑا مظلوم اور لاچار نظر آ رہا تھا۔ کبھی اس نے بابا رحم کے آستانے کی تعمیر روکنے کی خاطر اپنے بہترین آدمیوں کو سخت تاکید کرنے کے بعد تعینات کیا تھا لیکن اس وقت وہ بذات خود مجسم عقیدت مند نظر آ رہا تھا۔

اس کے دل و دماغ میں اب یہ بات پتھر کی لکیر بن کر بیٹھ گئی تھی کہ خدا نے اگر بابا رحیم کو اس کے لئے وسیلہ بنا کر عین وقت پر نہ بھیجا ہوتا تو ننکا جس نے مارٹینا کے جسم پر تسلط جما رکھا تھا مارٹن ڈگلس کے بعد ہنری کو بھی ٹھکانے لگانے سے کبھی دریغ نہ کرتا۔ اس نے گولی بھی داغی تھی لیکن قسمت نے اسے بچا لیا تھا اور تب اسے یاد آیا تھا کہ بابا رحیم نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ صدق دل سے سچے اور سیدھے راستے پر چلنے کا عہد کر لے تو وہ ننکا کی گندی قوتوں سے محفوظ رہے گا۔۔۔

ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ مارٹن ڈگلس اس کی نگاہوں کے سامنے ننکا کی پراسرار شیطانی قوتوں کا شکار ہوا تھا لیکن ہنری اس کی گولی سے بال بال بچ گیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے فوری طور پر ایس پی اور دوسرے افسران کو بلا کر جائے واردات کا معائنہ کرایا تھا۔ اپنے بیان میں ہنری نے جان بوجھ کر ننکا کی پراسرار طاقت کے عمل دخل کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ بات بڑی سچائی سے بتائی تھی کہ وہ اور مارٹن ایک اہم انتظامی امور پر باتیں کرنے میں مصروف تھے جب مارٹینا کمرے میں داخل ہوئی اور کسی نامعلوم وجہ سے اس نے مارٹن کو یکے بعد دیگرے دو فائر کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تیسری گولی اس نے ہنری پر چلائی تھی لیکن اس کا نشانہ خطا کر گیا پھر وہ خود بھی بے ہوش ہو گئی تھی۔

ہنری کے بیان میں بہت سے سقم اور جھول تھے۔ اس کی جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو پولیس اور دوسرے تفتیش کرنے والے اس کی بیان کردہ کہانی کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتے لیکن کالے اور گورے۔ حاکم اور محکوم کے فرق نے انہیں زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہنری کا بیان سن لینے کے بعد انہوں نے مارٹن ڈگلس کی لاش پوسٹ مارٹم کی خاطر اٹھوا دی اور مارٹینا کو اس کے شدید احتجاج کے باوجود ہنری کی خاموشی کو

محسوس کرتے ہوئے گرفتار کر کے لاک اپ کر دیا تھا۔

جو کچھ ہوا تھا اس نے پولیس اور انتظامیہ کے ذہنوں میں کھلبلی مچا دی تھی لیکن ہنری کو ان باتوں کی فکر نہیں تھی۔ اسے ننکا کی شیطانی قوتوں کے خوف نے دہشت زدہ کر رکھا تھا۔ اسی لئے وہ نصف رات گئے چوری چھپے بابا رحیم کے آستانے پر کسی عقیدت مند کی طرح ایک طرف خاموشی سے ننگے اور کچے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اسے موت کے منہ سے بچ جانے کے باوجود اس بات کا خطرہ لاحق تھا کہ ننکا جو ایک بار اسے ہلاک کرنے میں ناکام ہو چکا تھا دوسری بار اپنے سفلی کے گندے علم کے زور پر موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

کمرے میں گہرا سکوت طاری تھا۔ چراغ کی مدھم روشنی میں بابا رحیم کا وجود بھی کچھ کم پراسرار نہیں لگ رہا تھا۔ ہنری کو وہاں آئے دس منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے لیکن بابا رحیم کی محویت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ ان کی انگلیاں مشینی انداز میں صندلیں تسبیح کے دانوں پر گردش کر رہی تھیں پھر اچانک بابا رحیم نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ ایک لمحے تک چھت کو گھورتے رہے پھر انہوں نے نگاہ کا زاویہ تبدیل کر کے ہنری کو بغور دیکھا۔ چند ثانئے دیکھتے رہے پھر ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس وقت کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" انہوں نے مدھم لہجے میں ہنری کو مخاطب کیا۔

"سلام کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔۔۔" ہنری نے پہلو بدل کر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بڑی عقیدت سے جواب دیا۔

"موت برحق ہے میرے عزیز لیکن اس کا اختیار صرف قادر مطلق کے پاس ہے۔ باقی سب دھوکے کی ٹٹی ہے۔" بابا رحیم نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بڑی گھمبیر آواز میں کہا۔۔۔ "ڈرنا ہے تو صرف نیلی چھتری والے سے ڈرو اور ان باتوں سے پرہیز کرو جس کا ذکر بار بار تمہاری مقدس کتابوں میں آیا ہے۔۔۔ نجات کا بس یہی ایک راستہ ہے۔ اسے کبھی فراموش نہ کرو۔ اس کی رسی کو نہ چھوڑو۔۔۔ مضبوطی سے پکڑے رہو کہ موت اور زندگی دونوں اسی کے تابع ہیں۔۔۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ نے۔۔۔" ہنری کے لہجے میں انگریزوں کی روائتی چاپلوسی اور سیاست موجود تھی۔

"تم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو۔۔۔" بابا رحیم نے ہنری کا جملہ کاٹ کر تیزی سے کہا۔ "شکر ادا کرنا ہو تو اس کا کرو جس نے تمہیں موت کے ہاتھوں زندگی عطا کی۔۔۔ میں تو اس کا ایک حقیر بندہ ہوں' عاجز اور لاچار۔۔۔"

"وہ خبیث میری جان کا دشمن ہو رہا ہے۔۔۔" ہنری نے تفصیل بتانے کی خاطر کہا۔" وہ گندی قوتوں کا مالک ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے سکون کا سانس نہیں لینے دے گا۔۔۔"

"تم پھر صراط مستقیم سے بھٹک رہے ہو۔۔۔ ذوالجلال صرف اس کی ذات واحد ہے جو سب سے زیادہ قوت والا ہے اس کے اشارے کے بغیر تو کوئی درندہ بھی ایک چیونٹی کا شکار نہیں کر سکتا۔۔۔ اسی پر بھروسہ رکھو۔" بابا رحیم نے کہا۔ "اس پلید اور بدذات کو بھول جاؤ جو خباثت پر آمادہ ہے۔۔۔ ابھی قدرت نے اس کی رسی دراز کر رکھی ہے۔۔۔"

"مجھے کچھ عطا کر دیں بابا۔۔۔" ہنری نے بڑی لجاجت سے درخواست کی۔ "آپ کی کوئی نشانی میرے پاس ہو گی تو وہ۔۔۔"

"یہ سب دل کا بہلاوہ ہے۔۔۔ خود فریبی ہے۔۔۔" بابا رحیم نے تیزی سے کہا پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولے۔ "تم اب جا سکتے ہو' میری نصیحت پر عمل کرو اور ایک بات پر یقین کامل رکھو جب تک اس کی طرف سے فرمان جاری نہیں ہو گا اس وقت تک کوئی طاقت تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی۔۔۔"

ہنری نے اٹھ کر بابا رحیم کے پیر چھونے کی کوشش کی لیکن بابا رحیم نے اسے اشارے سے منع کر دیا پھر جب ہنری کمرے سے باہر چلا گیا تو بابا رحیم نے بائیں جانب منہ کر کے کہا۔

"تم کیا کھیل تماشے کرتے پھرتے ہو۔۔۔؟"

بابا رحیم کی آواز سن کر ابو القاسم جو چٹائی پر موجود تھا نظر آنے لگا۔

"میں اس بدبخت کی روح قبض کرنے کی قدرت تو نہیں رکھتا لیکن اسے خوفزدہ کر

کے اس کا خون ضرور خشک کر سکتا ہوں۔"

"اس سے کیا حاصل ہو گا---؟"

"کیوں---؟ کیا اسے اس کے کئے کی سزا نہیں ملنی چاہئے---؟"

"یہی تو تمہاری بھول ہے---" بابا رحیم نے کہا۔ "تم آگ سے بنے ہوئے ہو اس لئے جلدی طیش میں آ جاتے ہو۔ صبر و تحمل کی عادت ڈالو تو خود اپنی اصلاح کر سکتے ہو---"

"میں اس وقت ایک خاص بات پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں---" ابوالقاسم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا وہ خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا---؟"

"قدرت کی مرضی پر منحصر ہے--- میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" بابا رحیم نے انکساری سے جواب دیا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو آپ اس سلسلے میں کچھ بتانا نہیں چاہتے---" ابو القاسم کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"تم اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکو گے ابو القاسم میں نے یہ بات تمہیں پہلے بھی متعدد بار سمجھانے کی کوشش کی ہے۔" بابا رحیم نے چھت کی جانب دیکھ کر ایک سرد آہ بھری۔ "اس کی پکڑ کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں--- وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے۔"

"اس خبیث کے بارے میں اب آپ کا کیا حکم ہے؟" اس بار ابو القاسم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بروقت میرا ہاتھ نہ تھام لیا ہوتا تو ہنری پر چلائی جانے والی گولی اس کے اپنے ناپاک وجود کو ختم کر دیتی---"

"خیال ہے تمہارا---" بابا رحیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ابھی اس کا وقت نہیں آیا--- اسے اس کے حال پر چھوڑ دو--- اپنی ذات کے دوسرے حصے پر زیادہ توجہ دو--- تمہارا دوسرا رنگ زیادہ جاذب نظر اور جاندار ہے۔ اس رنگ کو اور نکھارنے کی کوشش کرو--- لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ کوئی اپنے حواس ہی کھو بیٹھے--- خوف و دہشت سے دیوانہ ہو جائے---"

"کیا آپ قہوہ پینا پسند فرمائیں گے---؟"

"سمجھا---" بابا رحیم نے بڑے مدبرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تم مجھے بھی باتوں میں اڑانے کی کوشش کرنے لگے ہو---"

ابو القاسم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہوا میں ہاتھ بلند کر کے کسی نادیدہ شے کو پکڑا تو وہ قہوے کے ٹرے کی صورت میں نظر آنے لگی۔

بابا رحیم بڑی شفقت اور محبت بھری نظروں سے ابو القاسم کو دیکھنے لگے۔ جو سر جھکائے قہوہ پیالوں میں انڈیل رہا تھا---!!



مارٹن ڈگلس کی حسین اور نوجوان بیوی فلورا اس وقت اپنی خواب گاہ میں بڑی بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ شب خوابی کے لباس نے اس کے شعلہ بدن کو تراش خراش کر کچھ اور اجاگر کر دیا تھا۔ وہ بلا کی خوبصورت اور حسین مخالف کے لئے اپنے حسین وجود میں بے پناہ کشش رکھتی تھی ـــــ مگر خلاف توقع اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں سے اس وقت الجھن اور بوکھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات مترشح تھے۔ تیسرا پیگ تیار کر کے اس نے ایک لمبا گھونٹ لیا پھر دوبارہ دبیز قالین پر ٹہلنے لگی۔

مارٹن چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود ابھی تک گھر واپس نہیں لوٹا تھا۔ اسے مارٹن سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی لیکن وہ بہرحال اس کا شوہر تھا۔ اس سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ فلورا کی اطلاع کے مطابق پولیس کے محکمے میں ہونے کے باوجود وہ ابھی تک زر، زن اور زمین کے چکر سے دور تھا۔ اس نے کبھی فلورا کی کسی خواہش کو رد نہیں کیا تھا۔ اس سے پیشتر ایسا اتفاق بھی کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ فلورا کو بتائے بغیر اس طرح چوبیس گھنٹوں تک گھر سے دور رہا ہو۔ لہٰذا بیوی ہونے کی حیثیت سے فلورا کی پریشانی بیجا نہیں تھی۔ اسے جھلاہٹ اس بات کی تھی کہ مارٹن نے ان چوبیس گھنٹوں میں ایک بار بھی فون کر کے اسے اپنی خیریت سے آگاہ نہیں کیا تھا اور الجھن کا سبب مارٹن کی پولیس کی ملازمت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہنری کی نظر عنایت کی وجہ سے مارٹن کی ترقی عمل میں آئی تھی جس کی وجہ سے پولیس کے محکمے میں مارٹن کے کچھ دشمن بھی پیدا ہو گئے تھے۔ ہنری ہی کی وجہ سے کسی نے مارٹن کی ترقی کے خلاف کوئی احتجاج بھی نہیں کیا تھا لیکن مارٹن کے اس

طرح اچانک غائب ہو جانے سے فلورا کے ذہن میں بے شمار شبہات ابھر رہے تھے۔

مارٹن کے سلسلے میں معلومات کرنے کی خاطر وہ وقفے وقفے سے تین بار پولیس چوکی فون کر چکی تھی لیکن دوسری طرف سے کوئی معقول جواب نہیں ملا تھا۔ ہر بار یہی بتا دیا گیا کہ مارٹن ایک فون کال ریسیور کرنے کے بعد کسی سے کچھ بتائے بغیر تنہا تھانے سے رخصت ہوا تھا۔ صرف ڈیوٹی افسر سے اس نے اتنا ضرور کہا تھا کہ وہ ایک ضروری کام سے جا رہا ہے لیکن اس کی واپسی میں دیر نہیں ہو گی ـــــ لیکن چوبیس گھنٹے بیت جانے کے بعد بھی نہ تو اس نے تھانے فون کر کے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی نہ ہی فلورا کو اپنی مصروفیت کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔

رات کے نو بجے تک وہ کھانے کے کمرے میں مارٹن کا انتظار کرتی رہی پھر اپنی خواب گاہ میں آکر اس نے آخری بار تھانے فون کیا لیکن اسے کوئی معقول جواب نہیں ملا۔ فون ریسیور کرنے والے نے یہی کہا تھا کہ مارٹن نے اس وقت تک تھانے سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔

فلورا کا پروگرام اس وقت مارٹن کے ساتھ ایک سالگرہ پارٹی میں جانے کا تھا۔ وہ مارٹن کی عدم موجودگی میں بھی جا سکتی تھی لیکن موڈ خراب ہو جانے کے سبب اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ نائٹ گاؤن پہننے کے بعد وہ سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گئی۔ اس کا ذہن بدستور مارٹن کے سلسلے میں الجھ رہا تھا۔ اس نے طے کر رکھا تھا کہ واپسی پر وہ مارٹن کو آڑے ہاتھوں ضرور لے گی۔ جس نے اس کا سارا پروگرام چوپٹ کر دیا تھا۔ ساڑھے دس تک وہ نرم و گرم بستر پر کروٹیں بدلتی رہی پھر اسے مارٹن کے کسی متوقع دشمن کا خیال آیا تو وہ اٹھ کر دوبارہ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

یہ پہلا اتفاق تھا جب اسے مارٹن کی طرف سے تشویش لاحق ہو رہی تھی۔ غم غلط کرنے کی خاطر اس نے شراب کا سہارا لیا لیکن اس کی الجھن کم ہونے کے بجائے بتدریج بڑھتی گئی۔ تیسرے پیگ کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اتارنے کے بعد وہ تھک کر بیٹھ گئی ـــــ پھر یکلخت اس کے ذہن میں ہنری کا خیال ابھرا ـــــ "مارٹن کہیں بھی ہو اس کی اطلاع کم از کم ہنری کو ضرور ہو گی ـــــ" فلورا نے سوچا۔ پھر وہ

تیزی سے فون کی جانب لپکی اور ہنری کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے طے کرلیا تھ
کہ اگر دوسری جانب سے فون پر ہنری کے بجائے مارٹینا کی مکروہ آواز سنائی دی تو و
خاموشی سے ریسیور کریڈل پر رکھ دے گی۔ فلورا کو یہ بات خود ہنری نے بتائی تھی کہ
مارٹینا کو ان دونوں کے تعلقات پر شبہ ہو گیا ہے۔

"وہ خود کون سی بڑی پارسا ہے جو مجھ پر شبہ کر رہی ہے۔۔۔ اور اگر کرتی ہے
تو کرتی رہے۔ مجھے اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔" فلورا فون کرتے وقت حقارت
بھرے انداز میں بدبداتی رہی پھر دوسری جانب سے گھنٹی کی آواز ابھری تو وہ سنبھل کر
بیٹھ گئی۔

"ہیلو۔۔۔" فون ہنری کے بجائے اس کے کسی ملازم نے اٹھایا تھا۔

"مجھے مسٹر ہنری سے بات کرنی ہے۔۔۔" فلورا نے سنجیدگی سے کہا۔

"صاحب اس وقت گھر پر نہیں ہے۔۔۔ آپ اپنا نام اور پیغام لکھوا دیں۔۔۔"

"میں دوبارہ فون کرلوں گی۔۔۔" فلورا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر سلسلہ
منقطع کر دیا۔ ایک لمحے تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے چنار گڑھ کے ایس پی بلونت
کمار کو فون کیا۔ فلورا کو یقین تھا کہ ایس پی کو مارٹن کی نقل و حرکت کے بارے میں
ضرور علم ہو گا۔"

"ہیلو۔۔۔ بلونت کمار۔۔۔ دس اینڈ۔۔۔"

"میں فلورا بول رہی ہوں۔۔۔ فلورا ڈگلس۔" اس نے ایس پی بلونت کمار کی
آواز پہچان کر کہا۔ "کہیں میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔"

"میں رات دیر سے سونے کا عادی ہوں۔" بلونت کمار نے خوش اخلاقی کا
مظاہرہ کیا۔ "آپ خیریت سے تو ہیں۔"

"میں تو خیریت سے ہوں لیکن مارٹن۔۔۔" اس نے جان بوجھ کر اپنا جملہ
ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا ہوا مارٹن کو۔۔۔؟" بلونت کمار نے حیرت کا اظہار کیا۔

"وہ چوبیس گھنٹے سے گھر نہیں آیا۔۔۔" فلورا نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

ھانے والوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔"

"کیا اس نے آپ سے بھی کانٹیکٹ کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"جی نہیں۔۔۔ اسی لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے۔ شاید آپ کو علم ہو کہ وہ
س کام میں مصروف ہے۔۔۔"

"سوری مسز ڈگلس۔۔۔" بلونت کمار نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ پھر
را تامل سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ مسٹر ہنری سے معلوم کریں ہو سکتا ہے کہ
۔۔۔"

"مسٹر ہنری اس وقت گھر پر موجود نہیں ہیں۔۔۔" فلورا نے جواب دیا۔

"آئی سی۔۔۔ ٹھیک ہے پھر میں دیکھتا ہوں کہ مارٹن کہاں ہو سکتا ہے اگر
لوم ہو گیا تو آپ کو ضرور مطلع کروں گا۔"

دوسری جانب سے فون بند کیا گیا تو فلورا کی تشویش اور بڑھ گئی۔ نہ جانے کیوں
ں کی چھٹی حس بار بار اسے یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ایس پی
نت کمار کو مارٹن کے بارے میں علم ہے لیکن وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا ہے۔
ا خیال نے فلورا کو اور الجھا دیا۔ اس نے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہوا گلاس
ایا اور تیسرا پیگ بھی ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتار گئی۔

آج فلورا کو مارٹن کی کمی کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ گیارہ بج کر
منٹ پر اس کی وحشت حد سے بڑھی تو وہ شب خوابی کے لباس میں ہی خوابگاہ
نکل کر باہر آ گئی۔ لاؤنج سے گزر کر باہر لان پر جانے کے ارادے سے عمارت
باہر قدم نکالا تو پورٹیکو میں اپنی گاڑی کھڑی دیکھ کر اس کے ذہن کو خفیف سا جھٹکا
وہ اپنی گاڑی خود ہی ڈرائیو کرنے کی عادی تھی اسے اچھی طرح یاد تھا کہ شام کو
ب وہ اپنی ایک سہیلی سے مل کر واپس لوٹی تھی تو اس نے گاڑی کو حسب عادت
اج میں کھڑا کیا تھا پھر معمول کے مطابق ٹہلتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی تھی۔

"پھر۔۔۔ یہ گاڑی یہاں کیسے آ گئی۔۔۔؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ قدم
اتی کار کے قریب گئی تو یہ دیکھ کر اسے مزید حیرت ہوئی کہ اس کا دروازہ لاک

نہیں تھا اور گاڑی کی چابی اگنیشن میں لٹکتی نظر آ رہی تھی۔

ایک لمحے تک وہ اپنے ذہن پر زور دیتی رہی پھر غیر اختیاری طور پر آگے بڑھی
اور دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ چابی گھما کر اس نے انجن اسٹارٹ
کیا۔ اس کے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ شاید وہ جلد بازی میں گاڑی کو گیراج میں
کھڑا کرنا بھول گئی تھی۔ غالباً اس وجہ سے کہ اسے مارٹن کے ساتھ سالگرہ پارٹی میں
بھی جانا تھا مگر اب جب کہ مارٹن کا کوئی اتا پتا نہیں تھا تو اس نے یہی بہتر سمجھا تھا کہ
گاڑی کو گراج میں کھڑا کر دینا بہتر ہو گا۔

گیٹ پر کھڑے ہوئے مسلح چوکیدار نے پھاٹک کھول کر فلورا کو سلام کیا۔ فلورا
نے حسب عادت گردن کی خفیف جنبش سے سلام کا جواب دیا اور تیزی سے پھاٹک
سے گزر کر سڑک پر آ گئی۔ اس کے ذہن میں اب صرف اور صرف مارٹن ڈگلس کا
خیال گونج رہا تھا۔ وہ پوری توجہ سے اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ
محتاط انداز میں اسٹیرنگ کنٹرول کر رہے تھے اور نظر سامنے سڑک پر جمی ہوئی تھی۔
تقریباً پینتالیس منٹ تک وہ خاصی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتی رہی پھر آبادی سے دور
نکل آنے کے بعد اس نے گاڑی کو ایک ویران علاقے میں پارک کیا اور نیچے اتر کر
اس سمت قدم اٹھانے لگی جدھر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جھاڑیوں کے درمیان
پرانے اور ٹوٹے پھوٹے مندر گھپ اندھیرے میں پراسرار بھوت پریت کی طرح نظر آ
رہے تھے۔

فلورا کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ خواب بیداری کی کیفیتوں سے دوچار
ہو۔ اس کی دراز پلکیں جھپکے بغیر پگڈنڈی نما راستے پر مرکوز تھیں اور وہ محتاط انداز میں
چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بڑے مندر کے
قریب پہنچ کر رک گئی جس کے سال خوردہ دروازے پر ایک ناگ کی شبیہ کندہ نظر آ
رہی تھی۔ ایک لمحے تک وہ کھلی کھلی ویران نظروں سے ناگ کی شبیہ کو تکتی رہی پھر
اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کو اندر کی سمت دھکیلا وہ چرچراہٹ کی آواز پیدا کرتا
ہوا کھل گیا۔ سامنے ایک شیش ناگ کا بت نظر آ رہا تھا جو پھن کاڑھے ایستادہ تھا۔

بت کے دونوں اطراف دو مٹی کے دیئے روشن تھے جن کی کپکپاتی ہوئی روشنی دیوار پر
عجیب اور ڈراؤنے سائے تخلیق کر رہی تھی۔ فلورا خوابیدہ انداز میں قدم اٹھاتی شیش
ناگ کے بت کے قریب جا کر رک گئی۔ اسی وقت تاریکی سے ایک انسانی ہیولا نمودار
ہو کر فلورا کی جانب بڑھنے لگا۔

تاریکی سے نکل کر وہ روشنی میں آیا تو اس کے سیاہ چہرہ کے نقوش واضح ہونے
لگے۔ وہ ننکا کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ وہ فلورا کے
قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں شیطانی قوتیں رقص کر رہی
تھیں۔ غلیظ اور بھدے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ للچائی نظروں
سے فلورا کے جسم کے ہیجان انگیز نشیب و فراز کو دیکھ رہا تھا لیکن فلورا ہر بات سے
بے نیاز شیش ناگ کے خوفناک بت کو اس طرح پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی
جیسے اس کی تمام تر توجہ کسی ایک نکتے پر مرکوز ہو کر تھم گئی ہو۔ پھر ننکا کی سرسراتی
مدھم آواز مندر کے اندر گونجی۔

"دیوی فلورا۔۔۔ اب سپنوں کی دنیا سے باہر آ کر اپنے اس سیوک کی طرف
دیکھ۔" ننکا نے بڑی روانی سے انگریزی زبان میں کہا۔ اس کی آواز سن کر فلورا ہڑبڑا کر
ہوش میں آ گئی پھر اسے ماحول کا اندازہ ہوا تو اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکل کر
رات کے سناٹے میں دور تک پھیلتی چلی گئی۔ خوف کے احساس سے سینے کا زیر و بم
تیز ہوا تھا تو اس کا حسن اور قیامت خیز بن گیا۔ وہ تیزی سے پیچھے ہٹتی ہوئی دیوار سے
جا لگی۔ ننکا اسے عجیب نظروں سے تکتا رہا۔

فلورا ایک ثانئے تک خوفزدہ نظروں سے ماحول کا جائزہ لیتی رہی پھر اس کی نظر
ننکا کے گندے وجود پر پڑی تو اس طرح چونکی جیسے کوئی ہولناک خواب دیکھ رہی ہو۔

"گھبراؤ مت دیوی فلورا۔۔۔" ننکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم قسمت کی دھنی ہو
جو شیش ناگ مہاراج نے تمہارے شریر کی سندرتا کو پسند کیا ہے۔"

"تم۔۔۔ ناپاک اور گندے انسان۔" فلورا نے حقارت سے ننکا کو گھورتے
ہوئے کہا۔ "تمہاری اتنی جرات کیسے ہوئی کہ تم نے میری طرف آنکھ اٹھا کر

دیکھا--- کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں اور اگر مارٹن ڈگلس کو معلوم ہ
کہ---"

"مارٹن ڈگلس--- بیچارہ---" ننکا نے ایک شیطانی قہقہہ بلند کیا پھر فلورا
قریب جا کر بولا۔ "مارٹن اس دھرتی سے آسمان کی طرف سدھار گیا ہے۔ ہو سکا
کہ اس کی آتما اس سے بھی تمہارے سندر شریر کے آس پاس کہیں منڈلا رہ
لیکن اب وہ تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گا--- اسے بھول جاؤ دیوی فلورا---"

"بکومت---" فلورا نے جھلا کر کہا۔ "میں کوئی دیوی نہیں ہوں۔
اور--- تم--- تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو---؟ کیا تم نے میرے کسی ملازم کو
کر اس کے ذریعے بے ہوشی کی کوئی دوا میری شراب کی بوتل میں---"

"میرا نام ننکا ہے سندری---" ننکا نے بڑی مدھم اور کھردری آواز میں
"میری شکتی اپرم پار ہے۔ میں ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہوں۔ اپنی مثال لے لو
من کی مرلی--- تم اس باریک لباس میں جس سے تمہارا سندر شریر میرے اندر
آگ کو ہوا دے رہا ہے اپنی کار گیراج میں کھڑی کرنے کے ارادے سے جا رہی
لیکن اب میری نظروں کے سامنے کسی سہمی ہوئی کبوتری کی طرح کھڑی ہو--- یہ
کی شکتی کا ایک معمولی سا چمتکار ہے جو تمہیں یہاں تک لے آیا اور تمہیں خبر تک
ہوئی۔"

ننکا کے یاد دلانے پر فلورا کو مارٹن کے سلسلے میں ہونے والی تشویش کا خیال
تو حیرت سے اچھل پڑی۔ وہ حقیقتاً گاڑی کو گیرج میں پارک کرنے کے ارادے
اس میں بیٹھی تھی لیکن اس کے بعد وہ کس طرح اس ویرانے میں شیش ناگ
شکستہ مندر تک پہنچ گئی یہ بات اس کے فرشتوں کو بھی محسوس نہیں ہوئی۔ کسی انجا
خوف سے فلورا کا نازک جسم لرز اٹھا اس نے ننکا کی شیطانی قوتوں کے بارے
بہت ساری ناقابل یقین باتیں سن رکھی تھیں--- ایک بار مارٹن نے بھی دبی زبا
میں اسے یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ ننکا کے منحوس سائے سے بھی خود کو دور رکھنے
کوشش کرے۔ ننکا کی عیاشی اور کمینگی کے بارے میں بھی وہ متعدد کہانیاں سن

تھی لیکن اس وقت ننکا کے خلاف کوئی اقدام کر گزرنے سے قاصر تھی۔ اس ویرانے
میں اگر وہ اپنی پوری قوت سے بھی کسی کو مدد کے لئے پکارتی تو اس کی آواز صدا بہ
صحرا ہی ثابت ہوتی۔

"تو کیا--- ننکا اپنے گندے، بدبودار اور بے ہنگم جسم اور اپنے نفرت انگیز
وجود کے ساتھ اس کے خوبصورت اور حسین جسم کو روند کر پامال کرنے کی کوشش
کرے گا اور اسے مجبوراً اس کی خواہشات کی تکمیل تک اپنے دل پر جبر کر کے اسے
برداشت کرنا پڑے گا؟" فلورا کے ذہن میں یہ خیال کسی ناقابل برداشت بدبو کے تیز
بھبکے کی مانند ابھرا تو جی اندر سے متلانے لگا۔ گھٹن کا احساس ہوا تو اس نے خوفزدہ
لہجے میں پوچھا۔

"تم--- تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو---؟"

"تمہارے من میں جو خیال کلبلا رہا ہے اسے نکال دو فلورا دیوی۔" ننکا نے
معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "تمہیں میں نے شیش ناگ مہاراج کو خوش کرنے کے
لئے پرسن (پسند) کیا ہے اس لئے اب تمہارا یہ سندر شریر کیول ناگ دیوتا کی امانت
بن چکا ہے۔ ننکا تمہیں صرف دیکھ سکتا ہے--- دیکھ کر سسکاری بھر سکتا ہے پرنتو
تمہارے کومل شریر کو ہاتھ نہیں لگا سکتا---"

"تم نے مارٹن کے بارے میں کہا تھا کہ وہ---" فلورا نے کچھ یاد کر کے
پوچھا۔ اس کے چہرے پر بدستور خوف کے بادل منڈلا رہے تھے۔

"ہاں--- میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" ننکا نے مسکرا کر کہا۔ "وہ اب اس
دھرتی پر نہیں ہے--- مر چکا ہے---؟"

"اسے کس نے مارا---؟" فلورا نے تیزی سے سوال کیا۔

"اب یہ جان کر کیا کرو گی دیوی--- جو ہونا تھا وہ ہو چکا' گیا سمے پلٹ کر کبھی
نہیں آتا---"

"تم---" فلورا نے اسے نفرت بھری نظروں سے گھورا۔ "تم جھوٹ بول
رہے ہو---"

"سے بیت رہا ہے دیوی۔۔۔" نکا نے فلورا کی بات نظر انداز کرتے ہو
کہا۔ "پرارتھنا کرو کہ شیش ناگ مہاراج تمہاری سندر بھینٹ کو سویکار کر لیں۔۔۔"

"ہیں۔۔۔" فلورا اس بار ہذیانی انداز میں چیخی۔ وہ بھینٹ کا مطلب سمجھ چ
اس لئے نکا کو گھورتے ہوئے بولی۔ "تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔"

"ایسا اوش ہو گا سندری۔۔۔" نکا سرسراتے انداز میں بولا۔ پھر اس نے ا
لباس سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر فلورا کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم اگر خو
خوشی اپنے ہاتھوں اپنا بلیدان پیش کرو گی تو ہو سکتا ہے بھوانی تمہیں کسی ناگن ک
روپ میں ایک نیا جیون دان کر دے لیکن اگر مجھے تمہاری بلی (قربانی) دینی پڑ
تو۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ یو ڈرٹی سوائن۔۔۔" فلورا نے تڑپ ک
جواب دیا پھر وہ پلٹ کر دروازے کی طرف پاگلوں کی طرح بھاگنا چاہتی تھی لیکن ا
جگہ کسمسا کر رہ گئی۔ کسی نادیدہ شیطانی قوت نے اس کے قدم جکڑ رکھے تھے۔ ا
نے پلٹ کر نکا کی سمت خوفزدہ نظروں سے دیکھا جس کی آنکھوں میں شیطانی قوتوں
پراسرار رقص جاری تھا۔۔۔ وہ ٹکٹکی باندھے بڑی سنجیدگی سے فلورا کو گھور رہا تھا
دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں تو فلورا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم تیزی سے ا
ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اس کے ذہن میں جو آندھیاں چل رہی تھیں وہ یکلخت ٹھنڈ
ہواؤں میں تبدیل ہو گئیں۔ خوف کا احساس غنودگی کی کیفیت میں بدل گیا۔ وہ ن
چاہنے کے باوجود نکا کی طرف دیکھتی رہی۔۔۔ اس کے آنکھوں کے سحر میں گم ہو
چلی گئی۔ دل کی دھڑکنوں میں اعتدال آنے لگا پھر نکا کی ٹھوس مگر سرد آواز اس ک
ذہن میں گونجی۔

"فلورا دیوی۔۔۔ شیش ناگ مہاراج کے چرنوں میں تمہاری بھینٹ کا سے
چکا ہے۔۔۔ اپنے سندر شریر کو کپڑے کی قید سے آزاد کر دو۔"

فلورا نے اس بار کوئی احتجاج نہیں کیا کسی معمول کی طرح اس نے نکا ک
کہنے پر اپنا شب خوابی کا لباس اتار پھینکا۔

"اب آگے بڑھو فلورا دیوی۔۔۔ شیش ناگ مہاراج کے شریر سے لپٹ جاؤ۔۔۔ کسی سندر ناگن کی طرح۔۔۔ جب تک میں تمہیں دوبارہ آواز نہ دوں تم ناگ دیوتا کے جسم سے دور نہیں ہو گی۔۔۔ تم قسمت کی دھنی ہو جو ناگ مہاراج نے تمہارے شریر سے ملاپ سے انکار نہیں کیا۔"

فلورا نے اس بار بھی نکا کی بات پر کسی سعادت مند طالب علم ہی کی طرح عمل کیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔۔۔ شیش ناگ کے بت کے قریب جا کر اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے پھر بڑے جذباتی انداز میں بت سے لپٹ گئی۔ ہاتھوں کا حصار تنگ کرنے کے بعد اس نے اپنے دونوں پاؤں بھی [illegible] کے گرد لپیٹ لئے اور جنونی انداز میں اسے چومنے لگی۔

نکا چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹ اب مشینی انداز میں کسی منتر کا جاپ کر رہے تھے لیکن کوئی آواز نہیں پیدا ہو رہی تھی۔ فلورا دیوانوں کی طرح شش ناگ کے بت سے لپٹی ہوئی حرکت کر رہی تھی۔

اچانک دیئے کی روشنی نے بڑی تیزی سے کپکپانا شروع کر دیا پھر ایسا محسوس ہوا جیسے اس چھوٹے سے مندر میں سینکڑوں ناگنوں نے اکٹھا ہو کر پھنکارنا شروع کر دیا ہو۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھیں لیکن ان کی پھنکار کی خوفناک آوازیں صاف طور پر سنائی دے رہی تھیں۔ نکا کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ وہ خنجر والا ہاتھ بلند کر کے آگے بڑھا پھر اس نے چمکدار پھل دستے تک فلورا کے بائیں کاندھے پر گردن کے اندر اتار دیا۔ خون کا فوارا بلند ہوا تو نکا نے خنجر باہر نکال کر گردن پر دوسری جانب بھرپور وار کیا۔ فلورا کے جسم کو دوسرا جھٹکا لگا لیکن کوئی چیخ بلند نہیں ہوئی۔ شاید نکا نے اپنے کسی گندے عمل سے اس کی آواز باندھ دی تھی۔

فلورا کے خوبصورت جسم سے گاڑھا گاڑھا خون ابل کر اس کے اور شیش ناگ کے جسم کو سرخ کر رہا تھا۔ فضا میں ناگنوں کی پھنکارنے کی آوازوں میں شدت پیدا ہونے لگیں۔ نکا خوشی سے ناچ رہا تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے فلورا کے جسم کے مختلف حصوں پر خنجر سے وار کر رہا تھا۔ کئی بار فلورا کی گرفت شیش ناگ کے بت

پر کمزور پڑی لیکن وہ آخری سانس تک موت سے جنگ کر کے بت سے لپٹے رہنے کی جدوجہد کرتی رہی مگر جب جسم اور روح کا بندھن ٹوٹ گیا تو اس کا خون میں لتھڑا ہوا جسم لڑھک کر گرد آلود فرش پر بکھر گیا۔ اس کے ساتھ ہی ناگنوں کے پھنکارنے کی آوازیں بھی بند ہو گئیں---

ننکا خوشی میں دیوانوں کی طرح بڑی دیر تک ناچتا رہا پھر شاید اپنی کامیابی کا جشن منانے کی خاطر اس نے بھی خود کو زمین پر گرا دیا اور فرش پر بکھرے ہوئے خون پر لوٹ لگانے لگا---!!



مرنے والے معصوم بچے کی بھٹکتی ہوئی روح نے شرافت حسین کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

عاصم بیگ نے گمشدہ فائل کے جرم کو تسلیم کرتے وقت جو کہانی سنائی تھی شرافت حسین اسے من گھڑت سمجھ رہے تھے لیکن جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے اسی بچے کو اپنے بستر پر لیٹے دیکھا تو ان کے ہوش گم ہو گئے۔ بچے نے ان سے بھی بڑی عاجزی سے پانی مانگا تھا پھر وہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

وہ رات شرافت حسین نے بڑے کرب کے عالم میں گزاری۔ دوسرے دن وہ سو کر اٹھے تو ہلکا ہلکا بخار تھا۔ لیکن دل بہلانے کی غرض سے دفتر چلے گئے۔ بظاہر وہ فائلوں کو الٹ پلٹ کرتے رہے لیکن ان کے ذہن کے گوشے میں وہی مرنے والا معصوم اور بے گناہ بچہ کلبلا رہا تھا۔

عام حالات میں اگر وہ کسی دوسرے شخص کی زبانی ان حالات کی بابت سنتے تو شاید کبھی یقین نہ کرتے۔ مرنے کے بعد کسی مردے کا اس طرح بار بار لوگوں کو نظر آنا اور زندوں کی طرح باتیں کرنا ان کے نزدیک مہمل بات تھی۔ وہ جس عقیدے سے تعلق رکھتے تھے اس میں اس قسم کی باتوں پر غور کرنا بھی گناہ تھا لیکن جو کچھ وہ خود اپنی نظروں سے ہوش و حواس کے عالم میں دیکھ چکے تھے اسے جھٹلا بھی نہیں سکتے تھے۔

اس وقت بھی وہ ایک فائل سامنے رکھے اسی بچے کے بارے میں سوچ رہے تھے جسے خزانے کی تلاش کے سلسلے میں انہوں نے ننکا کے اکسانے پر بھوکا پیاسا رکھ کر ہلاک کر دیا تھا اور اس کے دل کے خون سے روئی کی اچھی خاصی مقدار تر کرلی تھی۔ ننکا نے اسی خون آلود روئی سے چراغ روشن کر کے بچے کی روح کو طلب کیا تھا اور اس سے گمشدہ فائل کی بابت اصلیت معلوم کرلی تھی لیکن اس کے بعد بچے کا عاصم بیگ کو نظر آنا پھر خود شرافت حسین سے زندوں کی طرح ہم کلام ہونا یہ ایسی حیرت انگیز اور پراسرار بات تھی جس نے شرافت حسین جیسے مضبوط کردار کے آدمی کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وقتی طور پر شرافت حسین کے ذہن میں صرف ایک خیال رہ رہ کر کروٹیں لے رہا تھا کہ اس مرحوم بچے کی روح کے پیچھے بھی ننکا کا شیطانی ہاتھ ہو گا۔ شاید اس طرح وہ شرافت حسین کو خوفزدہ کر کے ان سے خون آلود روئی ہتھیا کر تنہا اس شاہی دفینے کو حاصل کرنے کا خواہاں تھا جس کی لالچ نے خود شرافت حسین کو بھی صراط مستقیم سے بھٹکا کر ایک شیطانی عمل کر گزرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کا ذہن گزشتہ رات بھر یہی سوچتا رہا تھا کہ وہ کس طرح حالات سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں لیکن کوئی صورت ان کی سمجھ میں نہیں آ سکی۔ ننکا کو کسی طرح ختم کر کے وہ اس کے گندے عمل اور حرام زدگی کی عیارانہ چالوں سے بچ سکتے تھے لیکن اول تو یہ آسان کام نہیں تھا اور دوسرے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتے تو خون آلود روئی ان کے کسی کام نہیں آ سکتی تھی۔ کم از کم ننکا نے انہیں یہی باور کرایا تھا کہ بچے کی روح کو طلب کرنے کا جنتر منتر اسے معلوم ہے اور جب تک وہ منتر نہ پڑھا جائے بچے کی روح سامنے نہیں آئے گی اور شرافت حسین کی ایسی کوئی کوشش ان کے لئے خطرناک یا جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی تھی۔

شرافت حسین پوری طرح اپنے خیالوں میں غرق تھے جب چپراسی نے اندر داخل ہو کر موذن عابد حسین کی آمد کی اطلاع دی۔ شرافت حسین نے عابد حسین کو فوری طور پر اندر بلوا لیا۔ عابد حسین ایک جائیداد کے سلسلے میں کسی حقدار کی سفارش

کی غرض سے حاضر ہوئے تھے۔ شرافت حسین نے متعلقہ ریکارڈ منگا کر دیکھا پھر عابد حسین سے وعدہ کر لیا کہ وہ اس سلسلے میں جو کچھ بھی کر سکتے ہیں اس سے روگردانی نہیں کریں گے اس کے بعد انہوں نے خاص طور پر عابد حسین کے لئے چائے کا اہتمام کیا۔

"بستو سے آپ کو کسی قسم کی شکایت تو نہیں ہے؟" چائے کے دوران عابد حسین نے بر سبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

"ایک شکایت ہے---" شرافت حسین نے مسکرا کر کہا۔ "اتنا اچھا اور خدمت گزار ملازم دلانے میں آپ نے بڑی دیر میں عنایت کی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہے ورنہ بلاوجہ کی شرمندگی اٹھانی پڑتی۔"

"خیال ہے آپ کا ورنہ میں تو آپ سے پہلی ہی ملاقات میں خاصہ متاثر ہوا تھا---" شرافت حسین نے اعتراف کیا۔

"ذرہ نوازی ہے جناب کی ورنہ من آنم کہ من دانم۔" عابد حسین نے انکساری کا مظاہرہ کیا پھر چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بولے۔ "ایک بات پوچھوں بشرطیکہ ناگوار خاطر نہ گزرے---"

"تکلف چھوڑیئے عابد صاحب--- جو پوچھنا ہے بے دھڑک پوچھیے---" شرافت حسین نے بے تکلفی کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کسی ذہنی الجھن میں گرفتار ہیں---" عابد حسین نے دبی زبان میں کہا۔ "اگر میں آپ کے کسی کام آ سکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔"

"گزشتہ رات سے ہلکا بخار ہے لیکن تشویش کی کوئی بات نہیں ہے---" شرافت حسین نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"میرا ایک مشورہ ہے---" عابد حسین پہلو بدل کر بولے۔ "اگر آپ بابا رحیم سے اب تک نہیں ملے تو اب مل لیں۔ ان کی دعا سے نہ صرف بخار جاتا رہے گا بلکہ آپ اس خبیث کی بدمعاشیوں سے بھی محفوظ رہیں گے جس کا ذکر میں پہلے بھی کر چکا

ہوں۔"

"آپ کا اشارہ غالباً ننکا کی طرف ہے---؟" شرافت حسین نے سنبھل کر کہا۔

"اجی نام نہ لیں اس منحوس کا۔ مجھے تو اس کا نام سن کر ہی کراہت محسوس ہوتی ہے---"

عابد حسین کی زبانی بابا رحیم کا نام سن کر شرافت حسین کو ایسا محسوس ہوا جیسے لق و دق صحرا میں اچانک پانی کا چشمہ نظر آ گیا ہو۔ اپنے خاص ملنے جلنے والوں سے وہ بابا رحیم کی بزرگی اور چنار گڑھ میں وارد ہونے کے بارے میں بہت کچھ سن چکے تھے۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ننکا جو سفلی عمل کا ماہر ہونے کے سبب پوری بستی میں دندناتا پھرتا ہے وہ بھی بابا رحیم کے آستانے کی طرف جانے سے کتراتا ہے--- عابد حسین کی زبانی بابا رحیم کا نام سن کر شرافت حسین کے دل میں یہ خیال تیزی سے ابھرا کہ وہ فوری طور پر ان سے ملاقات کرنے کی کوشش کریں گے اور اس بچے کے بارے میں اشاروں کنایوں میں دریافت کریں گے جس نے ان کی راتوں کی نیند اور دن کا چین برباد کر رکھا تھا۔

"آپ کس سوچ میں پڑ گئے---؟" عابد حسین نے شرافت حسین کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا پھر دبی زبان میں بولے۔ "پیری مریدی کا میں بھی زیادہ قائل نہیں ہوں لیکن بابا رحیم کی بات ہی کچھ اور ہے--- وہ تعویذ گنڈوں اور ٹونے ٹوٹکوں کے بھی خلاف ہیں اور زیادہ تر عبادت میں مشغول رہنا پسند کرتے ہیں--- عاجزی اور انکساری سے ملتے ہیں لیکن میرا اندازہ ہے کہ وہ بہت پہنچے ہوئے اور روشن ضمیر بزرگ ہیں۔ ایک نظر میں سب کچھ بھانپ لیتے ہیں---"

"میں نے بھی یہی سن رکھا ہے---" شرافت حسین نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میری بدنصیبی ہے کہ اب تک ان کے نیاز نہیں حاصل کر سکا لیکن آپ کے مشورے کے بعد اب پہلی فرصت میں ان کے آستانے پر حاضری دینے کی کوشش کروں گا---"

"نہیں--- تم ایسا نہیں کرو گے---" اچانک مرحوم اور مقتول بچے کی معصوم

آواز شرافت حسین کے کانوں میں گونجی تو وہ چونک اٹھے پھر اس وقت ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے بچے کو عابد حسین کی برابر والی کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت انتقام کی چنگاریاں چیخ رہی تھیں۔ اس نے شرافت حسین کو گھورتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم میرے مجرم ہو جب تک اپنے کئے کی پوری سزا نہیں بھگت لو گے میں تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گا--- اور اگر تم نے بابا رحیم کے پاس جانے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھیانک ہو گا--- میری نظروں میں ابھی تک وہ شہادتیں محفوظ ہیں جو تمہیں قاتل ثابت کر سکتی ہیں---"

"تم کیا چاہتے ہو---؟" شرافت حسین کے منہ سے غیر اختیاری طور پہ نکل گیا۔

"جی---" عابد حسین نے چونک کر شرافت حسین کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ "کچھ مجھ سے فرمایا آپ نے---؟"

"جی--- جی نہیں---" شرافت حسین نے خجل ہو کر کہا پھر بات بناتے ہوئے بولے۔ "دراصل میرے ذہن میں کسی اور کا خیال آ گیا تھا۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا---" عابد حسین دو چار بات کر کے جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شرافت حسین نے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لئے کہ ان کی توجہ بار بار اس کرسی کی طرف بٹ رہی تھی جس پر مقتول بچہ ابھی تک موجود تھا لیکن عابد حسین اسے نہیں دیکھ سکے تھے۔

"میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں---" عابد حسین کو رخصت کرنے کے بعد شرافت حسین نے بچے کو مخاطب کیا۔ "لیکن جو کچھ ہو چکا ہے اس پر ندامت کے اظہار کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے---؟"

"تم نے میری روح کو جس اذیت ناک حالات سے دوچار کر رکھا ہے اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔" بچے نے ہونٹ چباتے ہوئے بے بسی سے کہا۔ "میرے خون دل کا چراغ روشن کر کے تم خزانے تک پہنچ سکو گے یا نہیں--- یہ میں نہیں جانتا لیکن میری روح اس وقت تک اسی دنیا میں بھٹکتی رہے گی جب تک میں

پیٹ بھر کر پانی نہیں پی لوں گا--- پیاس کی شدت نے میری روح کی قوت پرواز کو جکڑ رکھا ہے---"

"تم--- تم---" شرافت حسین نے رقت بھری آواز میں کہا۔ "کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے---؟"

"معاف کرنا یا سزا دینا--- یہ تو خدا کے اختیار میں ہے لیکن تم مجھے پانی پلا دو تو پھر میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔"

"میں تمہیں ابھی پانی پلاتا ہوں---" شرافت حسین نے تیزی سے اٹھ کر تھرماس سے پانی نکالا پھر بھرا ہوا گلاس لے کر پلٹے تو بچہ کرسی پر نظر نہیں آ رہا تھا۔

"تم--- تم کہاں ہو---؟" شرافت حسین نے دبی آواز میں ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"میری روح فضا میں معلق ہے---" بچے کی درد بھری آواز کہیں دور سے آتی سنائی دی۔ "تم نے مجھے جس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے اس سے خدا ہی تم سے سمجھے گا--- اسی کا انصاف میری بے چین روح کو قرار دے گا---"

بچے کے آخری جملے نے شرافت حسین پر لرزہ طاری کر دیا۔ گلاس ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور کرچی کرچی ہو گیا۔



مارٹن ڈگلس کے بعد اس کی بیوی فلورا کی پراسرار موت نے چنار گڑھ کی انتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ فلورا کی لاش ندی کے کنارے برہنہ حالت میں ملی تھی۔ اس کے جسم پر خنجر سے وار کرنے کے متعدد گہرے گھاؤ موجود تھے۔ لاش کے قریب سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا تھا جو قاتل کی نشاندہی کر سکتا۔ ایک عام خیال جو اخذ کیا گیا وہ یہی تھا کہ مقتول جو کوئی جنسی جنونی تھا اس نے فلورا کو فون کر کے گھر سے بلایا اس کے ساتھ زبردستی زیادتی کی پھر خود کو پھانسی کے پھندے سے بچانے کی خاطر اسے بیدردی سے موت کی نیند سلا دیا۔

مارٹن کے مکان کے چوکیدار کا بیان تھا کہ مقتولہ جس وقت گھر سے روانہ ہوئی

اس نے صرف نائٹ گاؤن پہن رکھا تھا۔ چوکیدار کے اس بیان کی روشنی میں یہی سوچا گیا تھا کہ قاتل فلورا کو پہلے سے جانتا تھا دونوں کے درمیان اچھی خاصی شناسائی بھی تھی ورنہ مقتولہ کا رات گئے کسی سے محض شب خوابی کا لباس پہن کر ملاقات کے لئے جانا کوئی جواز نہیں رکھتا تھا لیکن ان تمام مفروضوں کے ساتھ کچھ ایسے سوالات بھی تھے جن کا جواب پولیس کے ماہرین کی سمجھ سے باہر تھا۔

فلورا کی لاش کے قریب نہ تو کہیں دھینگا مشتی کے نشانات ملے تھے نہ ہی اس کا شب خوابی کا لباس ملا تھا۔ چوکیدار کا بیان تھا کہ گاڑی خود فلورا ڈرائیو کر کے لے گئی تھی لیکن اس کی گاڑی لاش سے تقریباً دو میل دور ایک رہائشی علاقے کے درمیان کھڑی پائی گئی تھی۔ اسٹیرنگ پر کوشش بسیار کے باوجود کسی قسم کے بھی فنگر پرنٹس نہیں ملے تھے۔ قرب و جوار کے رہائشی مکانوں کے بہت سارے لوگوں کو بھی کھنگالا گیا لیکن وہ بھی کوئی کار آمد بات نہیں بتا سکے۔ جو چوکیدار رات کی ڈیوٹی پر تھے ان کا بھی یہی بیان تھا کہ انہوں نے اس گاڑی کو نہیں دیکھا تھا۔ اسے کس نے ڈرائیو کیا؟ کس وقت رہائشی علاقے میں لا کر کھڑا کیا؟ اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا اس کے علاوہ یہ بھی غور طلب بات تھی کہ قاتل کو جب صرف فلورا کے جسم سے سروکار تھا تو پھر اس نے گاڑی کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کیوں کی؟ اس کا نائٹ گاؤن کیوں غائب کیا گیا؟ اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ پولیس کی رپورٹ کے مطابق فلورا پر جو کچھ بھی گزری تھی وہ کہیں دوسرے مقام پر گزری تھی۔ بعد میں اس کی لاش کو سرد ہو کر اکڑ جانے کے بعد ندی کے کنارے لا کر ڈالا گیا تھا۔ یہ رپورٹ اس لئے حتمی سمجھی جا رہی تھی کہ لاش پر لاتعداد گہرے زخم ہونے کے باوجود لاش کے آس پاس خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ملا تھا۔

ہنری کی سربراہی میں اس وقت بھی تین افسران سر جوڑے بیٹھے فلورا کے قتل کی گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھے ایک چنار گڑھ کا ایس پی بلونت کمار تھا جس نے آخری بار فلورا سے بات کی تھی لیکن ہنری کے خوف سے اس نے مارٹن کے سلسلے میں فلورا کو کوئی بات نہیں بتائی۔ اس نے ہنری سے بھی اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا

کہ فلورا اور اس کے درمیان کوئی گفتگو ہوئی تھی۔ بلونت کمار ایک جہاندیدہ پولیس آفیسر تھا اور خوب جانتا تھا کہ کسی ایسے معاملے میں جس میں کسی صاحب حیثیت انگریز کا عمل دخل ہو زبان بند رکھنا ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ فلورا کے سلسلے میں بھی وہ اسی اصول پر عمل پیرا تھا۔ دوسرا شخص ملٹری انٹیلی جنس کا ایک نوجوان میجر طارق تھا جسے ہنری کی دعوت پر ٹیم میں شامل کیا گیا تھا اور تیسری شخصیت سب انسپکٹر فیروز کی تھی جو مارٹن کی موت کے بعد اس کی جگہ قائم مقام اسٹیشن ہاؤس آفیسر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس میٹنگ کا سربراہ ہنری کو خاص طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ خود ہنری نے اس معاملے سے علیحدہ رہنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن اس کے آرڈر چونکہ براہ راست انگریز آئی جی نے کئے تھے اس لئے وہ مجبوراً میٹنگ میں شامل تھا۔

"میرا خیال ہے کہ فلورا کی موت کا تعلق بھی کسی نہ کسی زاویئے سے مارٹن ڈگلس کی موت کی ایک کڑی ثابت ہو گا۔" میجر طارق نے اپنی رائے کا اظہار کیا پھر پہلو بدل کر بولا۔ "کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم پہلے مارٹن کے قتل کے اصل مجرم کو تلاش کرنے کی کوشش کریں؟"

"میں اس ضمن میں دو ماہرین کی خدمات حاصل کر چکا ہوں۔" ہنری نے ہونٹ چباتے ہوئے افسردہ آواز میں کہا۔ "وہ مارٹینا کو عمل تنویم کے زیر اثر لانے کے بعد بھی ابھی تک یہ نہیں معلوم کر سکے کہ اس نے مارٹن پر ----- اور ---- مجھ پر جان لیوا حملے کرنے کی کوشش کس مقصد سے کی تھی۔ بلکہ وہ تو سرے سے گولی چلانے کے جرم ہی سے انکار کر رہی ہے ------ ماہرین اس بات پر بھی پوری طرح متفق ہیں کہ وہ ذہنی طور پر بالکل تندرست ہے۔"

"لیکن آپ نے جو بیان دیا تھا وہ ----------" میجر طارق نے دبی زبان میں کچھ کہنا چاہا۔

"میں آج بھی اسی بیان پر قائم ہوں۔" ہنری نے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "وہ آٹومیٹک پستول ابھی تک پولیس کی تحویل میں ہے جس پر سے مارٹینا کی انگلیوں کے فنگر پرنٹس ملے ہیں۔"

"آپ کا ذاتی خیال کیا ہے----؟" بلونت کمار نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔ اس نے بطور خاص ہنری کو مخاطب کیا اور نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کے خیال میں مارٹن کی موت کو ہم پراسرار نہیں کہہ سکتے؟---- میرا مطلب ہے کہ جب آپ کی وائف سرے سے اس جرم کی صحت سے انکار کر رہی ہیں کہ انہوں نے مارٹن پر یا آپ پر قاتلانہ حملہ کیا' تو کیا یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اس وقت ان کا ذہن کسی دوسرے کے اشاروں پر عمل کر رہا تھا اور ہوش آنے پر----"

"مسٹر بلونت کمار---" میجر طارق نے بات کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا آپ ان پراسرار باتوں پر یقین رکھتے ہیں؟"

"بات یقین کی نہیں مشاہدات کی ہے۔" بلونت کمار نے تیزی سے جواب دیا۔ "ہمارے سامنے ایسے لاتعداد واقعات اور حادثات موجود ہیں جن کے رونما ہونے کی وجوہات ناقابل یقین ہیں' بلیک میجک کی صحت سے آج بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گندے علوم کے ماہرین اپنے جنتر منتر سے دشمنوں کو حیرت انگیز طور پر ہلاک کر دیتے ہیں' مقتول بند کمرے میں پایا جاتا ہے جہاں کوری ہانڈی کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے بکھرے ملتے ہیں۔ یہ ہانڈیاں خاص طور پر ہولی جلانے کے موقعوں پر سفلی کا گندا عمل کرنے والے اڑاتے ہیں جو ٹھیک اپنے نشانے پر جا کر ٹکراتی ہیں اور دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں ------ قانون ایسے پراسرار معاملات میں جہاں جادو' ٹونے اور جنتر منتر سے کام لیا گیا ہو سوائے بے بسی کے اظہار کے اور کیا کر سکتا ہے؟"

"آئی۔ سی---" میجر طارق نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "گویا آپ کا اشارہ ننکا کی طرف ہے جو سفلی کے معاملے میں خاصا بدنام ہے لیکن ابھی تک آزادی سے گھومتا پھر رہا ہے---"

"جی ہاں--- ابھی تک ہمارے پاس ایسا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے جس کی بنیاد پر ہم اس پر ہاتھ ڈال سکیں۔" بلونت کمار نے سنجیدگی سے کہا۔ "چنار گڑھ میں اکثر جو اموات واقع ہوئی ہیں ان میں ننکا کا ہی نام آتا رہا ہے لیکن ثبوت کے بغیر؟ اسے حوالات میں بند نہیں کر سکے' ہو سکتا ہے کہ مسٹر مارٹن نے جوش میں آکر ننکا کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ہاتھ کوئی ایسا سراغ آگیا ہو جس کے بل پر وہ ننکا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتا ہو لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا---- مارٹن آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ بظاہر جسے قاتل سمجھا جا رہا ہے وہ اس بات سے ہی منکر ہے کہ اس نے کسی پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ ماہرین اس کی شخصیت کو مکمل طور پر اور خاص طور سے ذہنی اعتبار سے فٹ قرار دے رہے ہیں۔"

"تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ مسٹر مارٹن دور کھڑے ہونے کے باوجود دونوں گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ ایک گولی ان کی پیشانی پر لگی اور دوسری سینے پر عین دل کے مقام پر جبکہ مسٹر ہنری قریب ہونے کے باوجود حیرت انگیز طور پر اس طرح صاف بچ گئے کہ ان کے جسم پر کوئی خراش بھی نہیں آئی اور یہ نکتہ بھی خاص طور سے غور طلب ہے کہ مسٹر ہنری پر گولی چلانے کے بعد مسز مارٹینا بھی حیرت انگیز طور پر بے ہوش ہو گئیں -----" نوجوان سب انسپکٹر فیروز نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہنری پر چلائی گئی پہلی گولی کی ناکامی کے بعد قدرتی طور مسز ہنری کو میگزین میں موجود باقی گولیاں بھی استعمال کر ڈالنی چاہئے تھیں لیکن قاتلانہ عمل کا وہ دہشت ناک تسلسل یکلخت ٹوٹ گیا اور ایسا اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ قاتل یا تو کسی مرض کا شکار ہو یا خلاف توقع قانون کی گرفت میں آ جائے لیکن مسز ہنری کے ساتھ تو ایسی کوئی صورت پیش نہیں آئی ----- وہ اس وقت اپنی ہی چھت کے نیچے موجود تھیں اس لئے ان کے عمل کو زیادہ جارحانہ اور ہولناک ہونا چاہئے تھا مگر----"

"ون منٹ----" میجر طارق نے ہاتھ کے اشارے سے سب انسپکٹر فیروز کو خاموش رہنے کا سگنل دیتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "گویا آپ بھی مسٹر بلونت کمار کی طرح اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسز فلورا کی موت میں بھی کسی غیر مرئی شیطانی طاقت کا عمل دخل شامل ہے۔"

قبل اس کے کہ سب انسپکٹر فیروز' میجر طارق کی بات کا کوئی جواب دیتا ہنری جو
خاموش بیٹھا کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا بول پڑا۔

"میں کسی طور بھی مارٹینا کے حق میں کوئی بیان دے کر قانونی تقاضوں پر اثر
انداز ہونے کی کوشش نہیں کروں گا ——— فی الحال ہمارے سامنے سب سے اہم
مسئلہ فلورا کی اذیت ناک موت کا ہے جس کا سراغ لگانے کی خاطر آپ حضرات کو
یہاں سرکار کی جانب سے اکٹھا ہونے کی زحمت دی گئی ہے۔ ہمیں دوسری تمام
وارداتوں کو بھول کر صرف اور صرف فلورا کے قاتل کو تلاش کرنا ہے۔ خواہ وہ کوئی
بھی ہو———"

"کیا اس کے لئے ابھی تک کسی کو تفتیشی افسر مقرر نہیں کیا گیا؟" میجر طارق
نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں ———" ہنری نے باری باری تینوں افراد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "فلورا
کی موت کی تفتیش کون کرے گا؟ اس کا فیصلہ بھی آپ ہی لوگوں کو مل کر کرنا ہے۔"

"ننکا کے بارے آپ کا ذاتی خیال کیا ہے——؟" میجر طارق نے دبی زبان میں
دریافت کیا۔ "کبھی آپ کے علم میں بھی کوئی ایسی بات آئی ہے جسے حیرت انگیز یا
ناقابل یقین سمجھا جا سکے۔"

"وہ کالا سور ہمارے لئے ایک خطرناک جراثیم ہے۔" ہنری نے پہلی بار نفرت
انگیز لہجے میں کہا۔ "کاش میرے بس میں ہوتا تو میں اسے پہلی فرصت میں توپ کے
دہانے پر رکھ کر اڑوا دیتا ——— ہی از سن آف اے بچ——— باسٹرڈ———"

"کیا فلورا کی موت میں اس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟"

"ہاں———" ہنری ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "خوبصورت عورتوں کے
معاملے میں بے حد کمینہ اور ندیدہ واقع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس حرامزادے کو سفلی
کے علم میں دسترس بھی حاصل ہے۔ اسی لئے وہ قانون کی نظروں سے بچتا رہا
ہے———"

"میں نے کسی کتاب میں ایک زرین اصول پڑھا ہے مسٹر ہنری———" میجر

طارق نے دبی زبان میں سنجیدگی سے کہا۔ "اگر چیچک کے کسی ایک خطرناک مریض کو
ہلاک کرنے سے ہزاروں مریضوں کی جان محفوظ کی جا سکتی ہے تو اس ایک مریض کو
ختم کر دینا زیادہ بہتر ہے———"

"لیکن ———" ہنری نے کچھ کہنا چاہا۔

"اس کے لاکھوں طریقے ہیں———" میجر طارق نے مسکرا کر کہا۔ "محبت اور
جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے——— صرف نیت سچی ہونی چاہئے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ مسٹر طارق کو اگر فلورا کا کیس سونپ دیا جائے تو ہمارے
اور بھی بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔" بلونت کمار نے تجویز پیش کی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ———" ہنری نے جلدی سے کہا۔ شاید اسے
بلونت کمار کا مشورہ پسند آیا تھا۔

"میں تیار ہوں ———" میجر طارق نے نہایت دلیری سے حامی بھر لی۔

"میرا دل گواہی دیتا ہے کہ آپ ضرور کامیاب ہوں گے جناب———" سب
انسپکٹر فیروز نے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا لیکن پیشتر اس کے کہ میجر طارق اس
کے جواب میں کچھ کہتا کمرے میں ایک نسوانی آواز سرسراتی ہوئی ابھری۔

"فلورا مری نہیں امر ہو گئی ہے مورکھو ——— اسے شیش ناگ مہاراج نے
سویکار کر لیا ہے ——— اگر تمہیں وشواس نہیں تو ناگ دیوتا کے پرانے مندر میں جا
کر دیکھ لو جہاں دیوی فلورا نے ناگ مہاراج کے ساتھ شریر کا سمبند قائم کیا تھا
———"

کمرے میں موجود چاروں افراد کی نظریں ایک ساتھ مشرقی گوشے کی جانب گھوم
گئیں جہاں ایک ناگن پھن کاڑھے فضا میں لہرا رہی تھی۔

"تم کون ہو ———؟" میجر طارق نے ناگن پر نظریں جماتے جماتے کہا لیکن
اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی مہارت اور ہوشیاری سے اپنا سروس آٹو مینک بھی
ہولسٹر سے باہر نکال لیا تھا۔

"میرا نام رادھیکا ہے ———" ناگن پھن لہرا کر بولی۔ "شیش ناگ مہاراج

نے کبھی میری بھینٹ بھی سوئیکار کی تھی اور خوش ہو کر ناگن کا سندر روپ دان کر دیا تھا اگلے چندر ماہ تک فلورا بھی ناگن کا روپ دھار لے گی ———"

میجر طارق نے آٹو میٹک والا ہاتھ برق رفتاری سے فضا میں بلند کیا اور لبلبی دبا دی، کمرے میں فائر کی آواز گونجی۔ ناگن تڑپ کر فرش پر گری لیکن اس سے پہلے کہ میجر طارق کے آٹو میٹک سے دوسری گولی نکلتی ناگن کا وجود دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو گیا پھر اس کی نسوانی آواز کمرے میں گونجی۔

"تم نے میرے روپ کی سندرتا بگاڑنے کی کوشش کی ہے ——— میں تمہیں اس گھور پاپ کی ایسی سزا دوں گی کہ تمہاری آتما بھی ہمیشہ ویاکل رہے گی ———

میجر طارق کی آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اور کان جو سن رہے تھے وہ اس پر یقین ہی نہیں کر پا رہا تھا۔ باقی تینوں افراد بھی دم بخود کھڑے ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔



بابا رحیم اس وقت اپنے آستانے میں بڑی دیر سے جائے نماز پر سجدہ ریز تھے۔ اس سے پیشتر وہ حسب معمول تسبیح پڑھنے میں مصروف تھے جب اچانک ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ وہ اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگے جیسے انہیں کسی کی تلاش ہو۔ عام طور سے وہ بہت صبر و تحمل سے کام لینے کے عادی تھے رفتار اور گفتار کے غازی ہونے کے باوجود ان کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ ہمیشہ نیچی آواز میں بات کرنے کے عادی تھے۔ ان کی پرنور آنکھوں میں ہمیشہ شفقت، پیار و محبت اور اخوت کا جذبہ موجزن نظر آتا تھا۔ کسی کی دل آزاری انہیں پسند نہ تھی۔ سائل کے ساتھ وہ ہمیشہ جھک کر ملنے کے عادی تھے لیکن خلاف توقع آج جب ان کی آنکھوں کی رنگت میں تبدیلی رونما ہوئی تو چہرے پر جمال کا رنگ پھیکا ہو کر جلالی کیفیت اختیار کرنے لگا۔ بیٹھے بیٹھے وہ اس طرح چونکے تھے جیسے کہیں کوئی بات خلاف مصلحت ہو گئی ہو، ایک ثانئے کے لئے ان کی آنکھوں میں شدید غصے کا رنگ جھلکا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے کھسک کر جائے نماز پر سجدہ ریز ہو

گئے اس حالت میں وہ بڑی دیر سے خدا کے حضور **سربسجود** آہ و زاری میں مصروف رہے اور دبی زبان میں کچھ دعائیہ کلمات بھی ادا کرتے رہے۔

خاصی دیر تک ان کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا پھر جب انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر بتر تھیں ایک بار ڈرتے ڈرتے انہوں نے نظریں اٹھا کر آسمان کی دیکھا پھر سنبھل کر بیٹھ گئے۔

"خداوند کریم ——— تو قادر مطلق ہے ——— بڑا رحیم و کریم ہے۔ بے حد نکتہ نواز اور مسبب الاسباب۔ تو دلوں کے بھید جانتا ہے یہ شیطان مردود ہے جو بندوں کو اپنا دوست بنانے کی خاطر نت نئے سبز باغ دکھاتا ہے اور جب ناسمجھ انسان اس کے رنگ میں پوری طرح رنگ جاتا ہے تو وہ اس سے دوستی ترک کر کے کسی دوسرے ہدف کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے ——— لیکن اے مالک جہاں! تو چاہے تو ہواؤں کا رخ پھیر دے۔ مردہ جسم میں جان ڈال دے۔ سوکھے درختوں کو ہرا کر دے ——— تو عظمت والا اور قوت والا ہے۔ تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ——— تیرا یہ گنہگار بندہ بڑی عاجزی اور انکساری سے تیرے دربار میں ہاتھ باندھ کر باادب یہ درخواست پیش کرتا ہے کہ تیز و تند ہواؤں کا رخ موڑ دے میرے مالک ورنہ بہت ساری جانیں ضائع ہوں گی ——— میں تیری مصلحتوں سے ناواقف ہوں لیکن اس حقیر فقیر کو تو نے ہی نوازا ہے اس لئے تیرے ہی آگے ہاتھ پھیلا کر تجھ سے تیرے رحم و کرم کی بھیک مانگ رہا ہوں ——— آگے جو تجھے منظور ہو ——— مجھ سے سوال کرنے میں اگر کوئی بے ادبی سرزد ہو گئی ہو تو معاف کر دینا میرے پروردگار۔"

بابا رحیم کی آہ و زاری ختم ہو گئی تو ایک چتکبرے رنگ کا کبوتر پرواز کرتا ہوا آستانے میں داخل ہوا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ بابا رحیم کی ساری توجہ اس کبوتر کی طرف مرکوز ہو گئی۔ جو غٹر غوں ——— غٹر غوں کی آواز نکالتا جاتا تھا اور دائرے کی شکل میں گردش کرتا جاتا تھا۔ ہر بار اس کے رنگ ڈھنگ میں تبدیلی آتی جاتی تھی۔ پہلے وہ چتکبرے سے سفید ہوا پھر سلیٹی رنگ اختیار کرنے لگا۔ اس کے بعد اس کا رنگ سرخ ہو گیا ——— اس کی حرکت میں وحشت شامل ہونے لگی اس کی چھوٹی چھوٹی

آنکھوں سے خون کے قطرے ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے پھر اس کے پر ایک ایک
کے تن سے جدا ہو کر جھڑنے لگے لیکن وہ اس وقت تک گردش میں رہا جب تک ج
سے آخری پر بھی علیحدہ نہیں ہو گیا۔ اس کے بعد وہ چکرا کر منہ کے بل زمین پر گرا
راکھ کا ڈھیر بن گیا پھر ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور راکھ بھی سمیٹ لے گیا۔

بابا رحیم نے اس طرح خوف زدہ انداز میں جھرجھری لی جیسے کوئی بھیانک او
ہولناک خواب دیکھ کر خوف سے لرزہ بر اندام ہو گئے ہوں۔ جلدی سے تسبیح نکال کر
وہ پھر اس کے دانوں پر اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول ہو گئے۔ ان کی انگلیاں نادیر
صندلیں دانوں پر گردش کرتی رہیں پھر معاً تھم گئیں اس کے ساتھ ہی بابا رحیم کے
چہرے پر کھنچاؤ کی کیفیت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ انہوں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر
دائیں سمت دیکھا جہاں ابوالقاسم بیٹھا زیر لب مسکرا رہا تھا۔

"تمہیں یاد ہے ابوالقاسم ---- پچھلی ملاقات میں تم نے مجھے قہوہ پلانے کی
دعوت دی تھی---" بابا رحیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"جی ہاں----"

"اور میں نے کہا تھا کہ تم مجھے بھی باتوں باتوں میں اڑانے کی کوشش کرنے
لگے ہو----" بابا رحیم کی نظریں ابوالقاسم کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"آپ میرے بزرگ ہیں محترم۔ میں نے کبھی آپ کی شان میں گستاخی کرنے
کی کوشش نہیں کی۔" ابوالقاسم نے فوری طور پر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے دریافت
کیا۔ "کہیں مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی----؟"

"ہاں----" بابا رحیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "عابد حسین اس بھٹکے
ہوئے انسان کو سیدھے راستے کی تلاش میں میرے آستانے پر حاضری دینے کا مشورہ
دے رہا تھا لیکن تم نے مقتول بچے کی شکل میں آکر اسے دھمکی دے کر خوفزدہ کر دیا
----"

"میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ وہ اپنے آپ ٹھوکر کھا کر سنبھلنے کی کوشش
کرے----"

"مناسب سمجھنے والی ذات تو خداوند کریم کی ہے وہ جسے چاہے عزت دے اور
جسے چاہے ذلت و رسوائی سے دوچار کر دے----" بابا رحیم نے تیز نظروں سے
ابوالقاسم کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ اپنی ذات کے دوسرے
وجود پر دھیان دو---- تمہاری وہ حیثیت مجھے زیادہ پسند ہے----"

"اس مردود نانہجار نے فلورا کو بھی اپنی کمینگی کی بھینٹ چڑھا دیا۔" ابوالقاسم
نے موضوع بدل کر کہا۔ "میجر طارق نے رادھیکا ناگن کے کہنے پر شیش ناگ کے
پرانے مندر کا دورہ کیا تو وہ بھی ششدر رہ گیا۔ مندر سے خون کا معمہ بھی حل ہو گیا
اور وہ لباس بھی مل گیا جو فلورا کے جسم پر آخری بار سجا تھا۔

بابا رحیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ابوالقاسم کو گھورتے رہے۔

"اب شاید میجر طارق کا نمبر بھی آنے والا ہے۔" ابوالقاسم نے اپنی بات جاری
رکھی۔ "رادھیکا ناگن نے اسے ہلاک کرنے کا مژدہ سنا دیا ہے----"

"اور اس اطلاع کے بعد اب تم شاید مجھے یہ بتانے کی کوشش کرو گے کہ وہ
خبیث اور ملعون انسان شیش ناگ کو رام کرنے کی خاطر ندی کے ایک ویران گوشے
میں ننگ دھڑنگ حالت میں آدھا جسم پانی میں ڈالے اپنے کسی گندے اور ناپاک جنتر
منتر میں لگا ہے اور اس بیہودہ عمل کی تکمیل میں صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے
----"

"کیا اس کے بعد شاہی خزانہ اس کے ہاتھ لگ جائے گا----؟" ابوالقاسم نے
تیزی سے پوچھا۔

"یہی سوال تم پہلے بھی کر چکے ہو----"

"اور آپ مجھے پہلے بھی ٹالتے رہے ہیں----"

"اپنی کھوپڑی کو ٹھنڈا رکھو ابوالقاسم----" بابا رحیم نے دبی زبان میں کہا۔
"تم نے میری بات ٹالنے کی خاطر فلورا کی موت کا ذکر چھیڑ دیا تھا لیکن مجھے اس بات کا
دکھ ہے کہ تم نے شرافت حسین کو میرے پاس آنے سے منع کر دیا----"

"آپ ہی کا ارشاد ہے میرے محترم کہ اللہ کی مصلحتوں کو اس کے سوا کوئی اور

نہیں سمجھ سکتا——" ابوالقاسم نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"میں اب بھی اپنی کہی ہوئی بات پر قائم ہوں لیکن وہ قادر مطلق کبھی کبھی انسان کی رہنمائی کے لئے کوئی ذریعہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔"

"آپ علم، تجربے اور بزرگی میں مجھ سے زیادہ پہنچے ہوئے ہیں۔" ابوالقاسم نے اس بار سپاٹ اور روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ شرافت حسین اب بھی آپ کے ایک اشارے پر کھنچا چلا آئے گا——"

"تم ان باتوں کی باریکیوں کو نہیں سمجھو گے——" بابا رحیم نے دبی زبان میں کہا۔

"میں برابری کا دعویٰ بھی نہیں کروں گا میرے محترم —— لیکن کم از کم آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ ہمیں یہ اختیار حاصل ہے کہ جب چاہیں اور جو شکل چاہیں اپنا لیں —— جہاں ہوا کا دخل بھی ممکن نہ ہو وہاں بھی ہمارا گزر بغیر کسی دشواری کے ممکن ہو جاتا ہے —— قدرت نے تھوڑا بہت ہمیں بھی نواز رکھا ہے ——"

"سنبھلو ابوالقاسم ——" بابا رحیم نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو باتیں تکبر کے زمرے میں آتی ہوں وہ خدا کو پسند نہیں آتیں۔"

"اور کل کیا ہونے والا ہے۔ یہ بھی اس کے سوا کسی کو نہیں معلوم——" ابوالقاسم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "یہ نکتہ بھی آپ ہی نے مجھے باور کرایا تھا——"

"میں تمہیں عاجزی اور انکساری کی تلقین کروں گا ——"

"میجر طارق کے سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟" ابوالقاسم نے معنی خیز انداز میں دریافت کیا۔ "کیا رادھیکا نامی ناگن اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے گی——؟"

"غیب کے حال صرف اوپر والا جانتا ہے ——"

"گویا شرافت حسین آپ سے ملاقات کر لینے کے بعد بھی زندگی کا پروانہ حاصل نہیں کر سکتا تھا——" ابوالقاسم کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش تھی۔

"تم بھول رہے ہو ابوالقاسم کہ میں تمہارے بزرگوں کا دوست ہوں۔" بابا رحیم نے مدھم آواز میں کہا۔

"سرکشی میری طبیعت میں ہوتی تو میں آپ کی بزرگی اور تجربوں سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کبھی نہ کرتا۔" ابوالقاسم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "بہرحال اگر آپ کو میری وجہ سے کوئی دکھ پہنچا ہو تو میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

"شرافت حسین کو قدم قدم پر تمہاری رہنمائی اور مدد کی ضرورت ہو گی——" بابا رحیم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "کامیابی یا ناکامی کا حال کوئی نہیں جانتا لیکن تمہاری رفاقت شرافت حسین کی بہت سی دشواریوں میں کام آ سکتی ہے——"

"اسے میری کیا ضرورت ہو گی میرے محترم—— اس کے ساتھ تو نکا ہو گا——"

"نکا کے علاوہ کچھ اور گندی قوتیں اور بدروحیں بھی ہوں گی جو ایمان کے مقابلے میں کفر کا ساتھ دیں گی——"

"جیت کس کی ہو گی ——؟" ابوالقاسم نے تیزی سے پوچھا لیکن بابا رحیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک ثانئے تک وہ پوری توجہ اور انہماک سے ابوالقاسم کی آنکھوں کے ذریعے اس کے دل کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے رہے پھر انہوں نے آنکھیں بند کیں تو ابوالقاسم اس طرح چونکا جیسے کچھ لمحوں کے لئے اپنی "ہست و بود" سے قطعی بے خبر ہو گیا تھا —— خاصی دیر تک وہ بابا رحیم کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا لیکن جب وہ آنکھیں موندے اپنی دنیا میں مستغرق رہے تو ابوالقاسم بھی یکلخت نظروں سے اوجھل ہو گیا——!



شرافت حسین بستر پر لیٹے کسی گہرے خیال میں مستغرق تھے۔ ستو ان کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس وقت رات کے دس کا عمل تھا۔ ماحول پر ایک عجیب سی اداسی طاری تھی۔ اس تاثر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ستو اور شرافت حسین دونوں اپنی اپنی جگہ گم صم تھے۔ پھر فون کی گھنٹی بجی تو شرافت حسین اس طرح چونکے جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ تیزی سے اٹھ کر انہوں نے فون سیٹ کو گھورا پھر تیسری گھنٹی بجنے پر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ——"

"میں حسنہ بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے بیوی کی آواز سن کر شرافت حسین نے اطمینان کا سانس لیا۔

"واپسی کا ارادہ کب تک ہے؟" انہوں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے ابھی کچھ دنوں اور رکنا پڑے گا۔"

"خیریت ——؟"

"امی کی حالت دوبارہ بگڑ گئی ہے —— لیکن اگر آپ کہیں تو واپس آ جاتی ہوں۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" شرافت حسین کچھ سوچ کر بولے۔ "بلو کیسا ہے ——؟"

"آپ کو بہت یاد کرتا ہے —— کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ دو ایک روز کو الہ آباد آ جائیں؟" حسنہ بیگم نے دبی زبان میں کہا۔ "بلو کا دل بھی بہل جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ میں بھی واپسی میں آپ کے ساتھ ——"

"تم میری وجہ سے بالکل پریشان نہ ہو۔ میں یہاں بہت آرام سے ہوں۔" شرافت حسین نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "رہا میرے آنے کا سوال تو فی الحال یہ ممکن نہیں ہے کام کی نوعیت کچھ ایسی آن پڑی ہے کہ میں چھٹی بھی نہیں لے سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ سات آٹھ روز کے لئے دورے پر بھی جانا پڑے۔ اس کے بعد ہی تمہیں لینے آؤں گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی —— اپنی صحت کا خیال رکھئے گا ——" حسنہ بیگم نے بڑی محبت سے کہا۔

شرافت حسین کچھ دیر تک بیوی سے بات کرتے رہے پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ جو حالات انہیں درپیش تھے اس کی وجہ سے انہوں نے بیوی سے کام کا بہانہ کر کے ٹال دیا تھا۔ مقتول بچے کی بھٹکتی ہوئی روح کی باتوں نے انہیں حد درجہ خوفزدہ اور پریشان کر رکھا تھا انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں وہ بچہ ان کے بلو اور بیوی کے لئے بھی پریشانی نہ کھڑی کر دے اس کے علاوہ انہیں ننکا کا بھی انتظار تھا جو شیش ناگ کو خوش کرنے کی خاطر کسی جاپ کا کہہ کر گیا تھا اور تین چار روز سے غائب تھا۔

"آپ نے بلو سے میری بات نہیں کرائی۔" ستو نے شکوہ کیا تو شرافت حسین کو پہلی بار احساس ہوا کہ کمرے میں ان کے علاوہ ستو بھی موجود ہے۔

"تم یہاں کب سے بیٹھے ہو ——؟" انہوں نے ستو کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"جب سے آپ یہاں موجود ہیں۔" ستو نے معصومیت سے کہا اور پھر بولا۔ "آنٹی اور بلو خیریت سے تو ہیں ——"

"ہاں —— سب ٹھیک ہیں ——"

"بلو مجھے یاد تو کرتا ہو گا ——؟"

"ہاں ——" شرافت حسین نے کہا۔ "اب جا کر سو جاؤ، رات زیادہ ہو رہی ہے ——"

"آپ بھی تو جاگ رہے ہیں ——"

"میری فکر مت کرو —— تم جا کر آرام کرو —— میں بھی کچھ دیر پڑھنے

کے بعد سو جاؤں گا۔"

"آپ ——— کچھ پریشان ہیں؟" ستو نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہ تم سے کس نے کہا ———؟" شرافت حسین نے تعجب سے پوچھا۔

"میرے دل نے ——— میرے دماغ نے ———"

"بہت خوب ———" شرافت حسین کو ستو کی بات پر ہنسی آگئی۔ "گویا اب تم میرے سلسلے میں اپنا دل و دماغ بھی استعمال کرنے لگے ہو۔"

"کیا آپ مجھے اپنی پریشانی کی وجہ نہیں بتائیں گے ———" ستو نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے میں آپ کے کسی کام آ جاؤں۔"

"اچھا ——— تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو ———؟"

"میں ———" ستو کچھ کہتے کہتے رک گیا پھر اپنی آنکھوں میں نمودار ہونے والی تیز چمک پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "میں آپ کی خاطر سب کچھ کر سکتا ہوں ——— آپ نے مجھے سر چھپانے کی جگہ دی ہے، مجھ سے پیار کیا ہے اور ——— آپ ببلو کے ڈیڈی بھی تو ہیں۔"

"اور اگر میں ببلو کا ڈیڈی نہ ہوتا تو کیا تم مجھ سے پیار نہ کرتے ———؟"

"پتہ نہیں ———" ستو نے سادگی سے جواب دیا پھر جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم اگر جانا چاہو تو میں تمہیں ببلو کے پاس بھجوا دوں ———" شرافت حسین نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"میں چلا گیا تو یہاں آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا۔" اس بار ستو نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر تیزی سے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کوئی پندرہ منٹ بعد خواب گاہ کے مغربی گوشے کی کھڑکی پر دستک کی آواز ابھری۔

شرافت حسین کھڑکی پہ دستک کی آواز سن کر چونکے۔ یہ پہلا اتفاق تھا جب کسی نے خواب گاہ کی کھڑکی کو ملاقات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ دستک دینے والا کوٹھی کے احاطے کے اندر موجود تھا اور یقینی طور پر پہرے پر موجود

چوکیدار کی نظروں سے بچ کر وہاں تک پہنچا ہو گا۔ اگر وہ کوئی چور اچکا ہوتا تو اس طرح دستک دینے کی حماقت کبھی نہ کرتا ——— پھر وہ کون ہو سکتا ہے؟ شرافت حسین کا ذہن بڑی تیزی سے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا۔ انہوں نے اپنا ریوالور تکیئے کے نیچے سے نکالا اور دیوار کے ساتھ ساتھ قدم اٹھاتے کھڑکی کے قریب آ گئے۔ دوسری جانب مکمل سکوت طاری تھا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے دستک کی وہ آواز محض ان کے پریشان ذہن کی پیداوار ہو وہ کھڑکی کے قریب سے ہٹنا چاہتے تھے مگر اسی لمحے کسی نے دوبارہ آہستہ آہستہ دستک دی اس کے ساتھ ہی ننکا کی منمناتی ہوئی مکروہ اور کھردری آواز ابھری ———

"سرکار ——— کیا آپ سو گئے ———؟"

شرافت حسین نے ننکا کی آواز پہچاننے میں غلطی سے کام نہیں لیا۔ پردہ کھسکا کر انہوں نے دوسری طرف دیکھا تو رہے سہے شکوک بھی رفع ہو گئے۔ رات کی تاریکی میں ننکا کا سیاہ وجود اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ ان کی نگاہوں کے سامنے موجود تھا۔

"تم ———" شرافت حسین نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ کا سیوک سرکار ———" ننکا نے خوشی سے بتیسی نکالتے ہوئے سرگوشی کی۔ اس سمے آپ کو پریشان کرنے کی شما چاہتا ہوں۔ پرنتو آپ سے ملاقات بھی ضروری تھی ———"

"پچھلے پھاٹک پر چلو، میں ادھر آ رہا ہوں۔" شرافت حسین نے دبی آواز میں کہا پھر خواب گاہ سے نکل کر انہوں نے ستو کو ادھر ادھر دیکھا ——— اس بات کی تسلی کر لینے کے بعد کہ کوئی ان کی نقل و حرکت کو دیکھنے والا نہیں ہے تیز تیز قدم اٹھاتے پچھلے پھاٹک کو آہستگی سے کھول کر دبے پاؤں باہر نکلے تو ننکا ان کا منتظر تھا۔

"مبارک ہو سرکار ———" ننکا نے مدھم آواز میں کہا۔ "آپ کا یہ سیوک شیش ناگ مہاراج کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مجھے وشواس ہے کہ اب ہمارے راستے کی بہت ساری کٹھنائیاں دور ہو جائیں گی۔"

"مجھے اب کیا کرنا ہے ———؟" شرافت حسین نے الجھے ہوئے انداز میں

پوچھا۔

"بس ایک بار اور دیا جلا کر بالک کی آتما سے خزانے کے بارے میں دو چار باتیں معلوم کرنی ہیں اس کے بعد کل ہم روانہ ہو جائیں گے——" ننکا نے خوشی کا اظہار کیا۔

"مجھے بھی تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے——" شرافت حسین نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے سرکار——" ننکا نے بڑی سنجیدگی سے شرافت حسین کو تکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

"ہاں ——" شرافت حسین نے دھیمے لہجے میں جواب دیا پھر مقتول بچے کی مختصر تفصیل بتاتے ہوئے بولے۔ "اس کی بھٹکتی ہوئی روح نے میرا سکون برباد کر رکھا ہے——"

"کیا آپ کو پورا وشواس ہے کہ وہ وہی بالک تھا جسے میں نے آپ کے حوالے کیا تھا——" ننکا نے سرسراتے انداز میں سوال کیا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی کا رنگ یکلخت گہرا ہو گیا تھا جس میں شیطانی قوتیں رقص کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"تمہارا کیا خیال ہے—— کیا میں تم سے مذاق کر رہا ہوں——؟" شرافت حسین نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"یہ ناممکن ہے سرکار——" ننکا بڑے اعتماد سے بولا۔ "جو آتما شریر سے نکل جائے اس کو بلانے کے کارن بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ جنتر منتر پڑھنے پڑتے ہیں—— ہو سکتا ہے آپ نے سپنا دیکھا ہو۔"

"میں تم سے خواب نہیں حقیقت بیان کر رہا ہوں——" شرافت حسین کی پیشانی شکن آلودہ ہو گئی۔

ننکا کی آنکھوں سے الجھن مترشح تھی۔ وہ شرافت حسین کو پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ اسے شرافت حسین کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ نگاہوں نگاہوں میں شرافت حسین کو ٹٹولتا رہا پھر بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہم نے ایک دوسرے کو بڑی بڑی سوگند کھا کر کچھ وچن دیا تھا سرکار—— کیا آپ اس سیوک کی شکتی کا کوئی امتحان لینا چاہتے ہیں——؟"

"بکو مت——" شرافت حسین کو ننکا کا انداز تخاطب پسند نہیں آیا۔ تلملا کر بولے۔ "اگر تم کو میری بات کا یقین نہیں تو دفع ہو جاؤ یہاں سے—— میں لعنت بھیجتا ہوں جھوٹ بولنے والے پر——"

جواب میں ننکا کی نگاہوں میں بھڑکتے شعلے کی لپٹ اور تیز ہو گئی۔ اس کا مکروہ وجود یکلخت اور زیادہ بھیانک اور پراسرار نظر آنے لگا۔ اس کی نظریں شرافت حسین کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ایک لمحے تک وہ خاموش کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے غلیظ ہونٹوں نے حرکت کرنی شروع کر دی مگر وہ اپنا عمل زیادہ دیر جاری نہ رکھ سکا۔ اچانک اس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر شرافت حسین کو دیکھا اور پھر نرم آواز میں بولا۔

"سرکار—— کیا آپ نے اس بالک کے بارے میں کسی اور سے تو کچھ نہیں کہا تھا——؟"

"تمہارا کیا خیال ہے—— کیا میں ایسا کر سکتا ہوں——؟" شرافت حسین نے بدستور بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔

"دھیرج مہاراج—— دھیرج۔" ننکا نے تھوڑے تامل سے کہا۔ "مجھے آپ کی بات کا وشواس آ رہا ہے۔"

"کیا تم اپنی گندی قوتوں کے ذریعے اس بچے کو قابو نہیں کر سکتے——؟ میں نے تو تمہاری کالی طاقتوں کے بارے میں——"

"ننکا کو سمجھنے میں اتنی جلدی مت کیجئے سرکار——" ننکا نے شرافت حسین کا قول کاٹتے ہوئے قدرے سرد اور خشک لہجے میں کہا۔ "سمندر کی تہہ میں ڈبکی لگانے کے لئے منش کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں تب کہیں جا کر وہ چھلانگ لگانے کا وچار کرتا ہے—— آپ اپنے اس سیوک پر بھروسہ کیجئے سرکار میں اس بالک کی آتما کو بہت جلد قابو کر لوں گا—— بس ایک بار خون کی بتی جلانے کی دیر ہے—— پھر سارے کھوٹ دور ہو جائیں گے—— آپ کو سیوک کی کالی طاقتوں کا وشواس بھی آ جائے

گا۔"

شرافت حسین ہونٹ چبا کر رہ گئے۔ چند لمحے پھاٹک کے باہر کھڑے ننکا سے بات کرتے رہے پھر اسے لے کر ایک کمرے میں آ گئے جہاں ننکا کی فرمائش پر اسے سرسوں کا تیل اور خون آلود روئی فراہم کر دی گئی۔

ننکا نے چراغ جلا کر تمام روشنیاں گل کر دیں اور بھگتی کے انداز میں بیٹھ کر کسی منتر کا جاپ کرنے لگا۔ شرافت حسین خاموش بیٹھے اس کی حرکتوں کا جائزہ لیتے رہے۔ کمرے میں چراغ کی مدھم روشنیاں کپکپاتی رہیں پھر چراغ کے تاریک ہالے کے گرد مقتول بچے کا سایہ واضح طور پر گردش کرتا نظر آنے لگا جسے شرافت حسین ایک بار پہلے بھی اسی انداز میں دیکھ چکے تھے۔ ننکا کی نگاہیں سائے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹ بدستور بدبدا رہے تھے گردش کرتے ہوئے سائے کے نمودار ہونے کے کچھ دیر بعد نحیف آواز میں ---- پانی ---- پانی ---- پانی کی تکرار گونجنے لگی۔ ننکا پانی دینے کا جھوٹا وعدہ کر کے بچے کی بھٹکتی ہوئی روح سے شاہی دفینے کے راز معلوم کرتا رہا' بچے کی روح قلعہ میں مدفون خزانے کے بارے میں حیرت انگیز انکشافات کرتی رہی اور بار بار بڑے کربناک انداز میں پانی ---- پانی ---- کی درخواست دہراتی رہی۔

"تجھے پیٹ بھر کر پانی ملے گا ---- یہ میرا وعدہ ہے لیکن اس سے پہلے تجھے ایک سوال کا جواب اور دینا ہو گا۔" ننکا نے ٹھوس آواز میں سائے کو مخاطب کیا۔ "کیا اس شاہی خزانے میں کوئی اور طاقت بھی ہمارا راستہ کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے؟"

متحرک سایہ حسب معمول ایک لمحے کو غائب ہو گیا۔ شرافت حسین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ خزانے کے بارے میں بچے کی روح نے جو معلومات فراہم کی تھیں۔ اس نے شرافت حسین کے اشتیاق کو اور بھڑکا دیا تھا۔ ان کی نظریں چراغ پر جمی ہوئی تھیں۔ چار پانچ منٹ تک کمرے میں موت کا سناٹا طاری رہا اس کے بعد بچے کی روح سائے کی صورت میں نمودار ہو کر دوبارہ ہالے کے گرد چکرانے لگی۔

"کیا معلوم کیا تم نے ----؟" ننکا نے بڑی سنجیدگی سے سائے کو مخاطب کیا۔

"ہاں ---- ایک طاقت اور بھی ہے جو تمہاری کامیابی کے راستے میں کانٹے

بکھیر رہی ہے ---- پانی ---- پانی ---- پانی ----"

"پانی ضرور ملے گا ----" ننکا نے بچے کی روح کو جھانسا دیتے ہوئے پوچھا۔ "وہ طاقت کس کی ہے ---- کیا چاہتی ہے ----؟"

"میں یہ نہیں بتا سکتا ---- پانی ---- پانی ----" بچے نے پھر پانی کی رٹ لگائی۔

"کیا وہ طاقت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی ----؟" ننکا نے تیزی سے سوال کیا۔

"مجھے نہیں معلوم ---- پانی ---- پانی ----" بچے کی آواز میں نقاہت بڑھ رہی تھی۔

"اس وقت وہ طاقت کہاں ہے ----؟" ننکا نے کہا۔ "میں تمہیں پانی میں نہلا دوں گا ---- مجھے اس طاقت کا نام اور ٹھکانہ بتا دو۔"

"میں ---- مم ---- میں نہیں بتا سکتا ہوں ----" سائے نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھ پر ترس کھاؤ' میری روح کو پانی پلا کر آزاد کر دو ---- تمہیں رب کا واسطہ ---- پانی ---- پانی ----"

ننکا نے مزید کوئی سوال کرنے کے بجائے زور سے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا۔ چراغ بجھتے ہی کمرے میں ایک کربناک سسکی ابھری پھر معدوم ہوتی چلی گئی۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے ----؟" شرافت حسین نے روشنی جلانے کے بعد ننکا کو مخاطب کیا۔ "کیا ہم کو خزانے کے حصول میں کچھ دشواریاں بھی پیش آئیں گی؟"

"سیوک آپ کے ساتھ ہے تو پھر چنتا کس بات کی ہے سرکار ---- ہم اوش کامیاب ہوں گے ----"

"تم بچے کی روح سے کس طاقت کے بارے میں دریافت کر رہے تھے ----؟"

"وہی چنڈال (بد ذات) تو آپ کو مرنے والے بالک کا روپ دھار کر چھل (دھوکہ) دینے کی کوشش کر رہا ہے ----"

"کون ہو سکتا ہے ----؟" شرافت حسین نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"وہ جو بھی ہو گا بہت جلد سامنے آ جائے گا——" نکا کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے بولا۔ "آپ چنتا نہ کریں—— آپ کا سیوک اس دشٹ کو بھی جلا کر بھسم کر دے گا——" پھر اس نے کوٹھی سے باہر آنے کے بعد کہا۔ "آپ چلنے کی تیاری کریں سرکار' ہم کل رات ہی خزانہ حاصل کرنے کے لئے نکل چلیں گے۔ پرنتو اس کی بھنک بھی ہمارے سوا کسی اور کو نہیں لگنی چاہئے۔"

شرافت حسین نے گردن کی خفیف سی جنبش سے وعدہ کیا پھر پھاٹک بند کر کے اپنی خوابگاہ میں آ گئے اور اس پراسرار شخصیت کے بارے میں غور کرنے لگے جو بقول نکا کے مقتول بچے کی شکل اختیار کر کے انہیں بار بار خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا——!



شیش ناگ کا ویران مندر غیر آباد علاقے میں ہونے کے باوجود اس وقت پوری طرح روشن تھا۔ عارضی روشنی کا بندوبست کرنے میں ملٹری کے ان چار جوانوں کا ہاتھ تھا جو بڑے محتاط انداز میں اپنی رائفلیں سنبھالے مندر کے چاروں کونوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔

مندر کے اندر میجر طارق' بلونت کمار کے ساتھ کھڑا شیش ناگ کے خوفناک بت کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا جو جمے ہوئے خون سے لتھڑا ہوا تھا' مندر کے فرش اور دیواروں پر بھی جگہ جگہ خون کے دھبے اور چھینٹے موجود تھے۔ فلورا کا نائٹ گاؤن بھی ایک طرف پڑا مل گیا تھا لیکن میجر طارق کا ذہن ابھی تک رادھیکا ناگن میں الجھا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک اس پراسرار معمے کو قبول کرنے کے لئے خود کو آمادہ نہیں کر سکا تھا کہ پتھر کا تراشا ہوا کسی ناگ کا بت کسی جیتے جاگتے وجود کے ساتھ جسمانی تعلق استوار کر سکتا ہے اور پھر اس وجود کی قربانی سے خوش ہو کر اسے دوبارہ کسی ناگن کی شکل میں زندگی بھی عطا کر سکتا ہے۔ یہ باتیں اس کے مذہب میں شرک سمجھی جاتی تھیں۔ ایسی فضول باتوں کا سوچنا بھی اس کے لئے ایک گناہ سے کم نہیں تھا۔

محاذ جنگ پر دشمنوں سے لڑتے ہوئے میجر طارق نے ہزاروں ہولناک مناظر دیکھے تھے۔ دور دراز علاقوں میں زندگی اور موت کو پورے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے کو والہانہ انداز میں گلے لگاتے دیکھا تھا۔ بے شمار پراسرار واقعات کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ اس کا مطالعہ بھی خاصا وسیع تھا۔ دیو مالائی کہانیوں میں اور فکشن کی کتابوں میں بھی اس نے لاتعداد ایسے پراسرار اور ناقابل یقین واقعات پڑھ رکھے تھے جو وقتی طور پر خون کی حدت بڑھانے کا ذریعہ تو ضرور ثابت ہوئے تھے لیکن اس نے ان باتوں پر کبھی یقین نہیں کیا تھا لیکن فلورا کی ہولناک موت کے سلسلے میں اس نے ہنری اور دوسرے ساتھیوں کی موجودگی میں ایک خوبصورت ناگن کو باتیں کرتے سنا تھا پھر اسی ناگن کی بات کی تصدیق کی خاطر وہ اس وقت ایس پی بلونت کمار کے ساتھ شیش ناگ کے مندر میں آیا تھا—— اس کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل فہم تھا مگر وہ اس کو جھٹلانے سے بھی قاصر تھا۔

شیش ناگ کے خون سے لتھڑے ہوئے بت' فلورا کے ڈریسنگ گاؤن اور فرش پر موت اور زندگی کے درمیان ہونے والی کشمکش کے نشانات' خون کے دھبے اور چھینٹیں رادھیکا ناگن کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کر رہی تھیں لیکن میجر طارق کا ذہن ان کو قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔

بڑی دیر تک وہ ایک ایک چیز کا بنظر غور مطالعہ کرتا رہا پھر اس نے ایس پی بلونت کمار کی طرف دیکھا جس کا چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔ بظاہر وہ مطمئن اور پرسکون نظر آ رہا تھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر بلونت؟" میجر طارق نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا پتھر کا کوئی بے جان بت کسی عورت کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر سکتا ہے——؟"

"صورت حال اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے۔" ایس پی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں——"

"اپنے اپنے عقیدے اور یقین کی بات ہے مسٹر طارق ——" بلونت کمار نے

وضاحت کی۔ "میں اس بات سے متفق ہوں کہ کوئی بت کسی انسان کے ساتھ کوئی رشتہ یا بندھن نہیں جوڑ سکتا لیکن انسان اگر چاہے تو بے جان چیزوں سے بھی تعلق رکھ سکتا ہے—— مثال کے طور پر اب بھی کچھ دور دراز علاقوں میں ایسی رسمیں ادا کی جاتی ہیں جو پڑھے لکھے لوگ قبول نہیں کرتے لیکن جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ بڑے خلوص اور لگن کے ساتھ ان رسموں کو اپنا مذہبی فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں—— ہم کسی کو جبراً مجبور نہیں کر سکتے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن فلورا مرڈر کیس میں کسی ناگن کا سامنے آنا اور ثبوت کی خاطر ہماری رہنمائی کرنا—— کیا یہ سب کچھ حیرت انگیز نہیں ہے——؟"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن بہرحال حالات ہمارے سامنے ہیں اور ہم اس کی——"

"ون منٹ مسٹر بلونت——" میجر طارق نے کچھ سوچ کر تیزی سے کہا۔ "میں مانے لیتا ہوں کہ فلورا نے کسی عقیدے یا پھر کسی اور جذبے کے تحت ایک ناگ کے بت سے لپٹ کر اپنی کسی خواہش کی تکمیل کی ہو گی لیکن کیا کوئی بے جان بت کسی زندہ انسان کی طرح اپنے حریف کے جسم پر خنجر کے متعدد گہرے گھاؤ بھی لگا سکتا ہے——؟"

"ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میں بھی مقتولہ کے جسم پر پائے گئے زخموں کو کسی پراسرار قوت کے سر نہیں تھوپ سکتا۔" بلونت کمار نے نہایت سنجیدگی سے کہا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی جنونی قاتل نے فلورا کے مرنے کے بعد اس پہ خنجر سے حملہ کیا اور اس کی لاش کو شیش ناگ کے غار سے نکال کر ندی کے کنارے پھینک دیا—— لیکن ایسی صورت میں کچھ سوالات ہمارے لئے قانونی نکتہ نگاہ سے بہت اہم ہیں—— مقتولہ کی کار کو کس نے اور کس مقصد سے ڈرائیو کیا——؟ وہ آلہ قتل کہاں غائب ہو گیا جس سے مقتولہ کے جسم پر گہرے گھاؤ لگائے گئے——؟ اور اگر قاتل پاگل دیوانہ یا جنسی جنونی تھا تو پھر اسے قانون کو گمراہ کرنے اور الجھانے کی خاطر شاطرانہ چالیں چلنے کی کیا

ضرورت پیش آئی تھی——؟"

"آپ ان سوالوں کا کیا جواب دیں گے——؟" میجر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے پوچھا۔

"اس سے پیشتر ہمیں یہ غور کرنا ہو گا کہ ناگن کے روپ میں نظر آنے والی رادھیکا کون تھی——؟" بلونت کمار نے دبی زبان میں کہا۔ "وہ بند کمرے میں کس طرح پہنچی اور پھر دھواں بن کر کیسے غائب ہو گئی——؟"

"کیا آپ کے ذہن میں اس وقت بھی ننکا کا نام گونج رہا ہے——؟" میجر طارق نے حسب مراتب کا خیال رکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"ہمارے پاس بظاہر ننکا کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں ہے لیکن چنار گڑھ میں ایسے بے شمار واقعات آن ریکارڈ ہیں جو ناقابل یقین حالات میں رونما ہوئے اور ان میں سے بیشتر حادثات میں لوگوں کا یہی خیال تھا کہ اس میں ننکا کی کالی قوتوں کا دخل رہا ہو گا——"

"اس کا ذکر آپ پہلے بھی کر چکے ہیں——"

"مسٹر ہنری نے بھی ننکا کا ذکر بطور خاص کیا تھا۔" بلونت کمار نے زہر خند سے جواب دیا۔ "خاص طور پر خوبصورت عورتوں کے سلسلے میں—— اور فلورا بلاشبہ خوبصورت ہی تھی——"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ ننکا سفلی علم کا ماہر ہے——؟"

"حالات اور واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے——" بلونت کمار نے شانے اچکا کر گول مول جواب دیا۔

"آواگون کے سلسلے میں——؟"

"سوری میجر——" بلونت کمار نے تیزی سے میجر طارق کی بات کاٹتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "ہم یہاں کسی مذہبی مسئلے کو طے کرنے کی خاطر نہیں آئے ہیں——"

"اگر آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔" میجر نے بلونت کمار کے تیور بھانپتے ہوئے کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا مقصد آپ کے تیسرے

سوال کو حل کرنا تھا کہ رادھیکا کون تھی؟ بند کمرے میں کس طرح داخل ہوئی؟ اور دھواں بن کر کس طرح نظروں سے غائب ہو گئی ــــــ؟"

"ایک اہم بات اور بھی ہے۔" بلونت کمار نے الفاظ چباتے ہوئے جواب "غائب ہونے سے پیشتر اس ناگن نے آپ سے انتقام لینے کی بات کی تھی ــــــ"

"مجھے یاد ہے ــــــ" میجر طارق کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "مگر کیا وہ ایسا سکے گی ــــــ؟"

"جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی ناقابل یقین ہے ــــــ کل کیا ہو گا۔ اس کے بار میں بھی وشواس سے نہیں کہا جا سکتا۔"

میجر طارق نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ایس بلونت کمار کے ذہن میں بجنے والے ریکارڈ کی سوئی ایک بار پھر ننکا کے نام پر پہنچ اٹک گئی ہے۔ بلونت کمار کو اس نے محض ایک ساتھی کی حیثیت سے اپنے سا آنے کی دعوت دی تھی اس لئے وہ اس کے ساتھ کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا چنانچہ وہ دوبارہ مندر کے اندر پائی جانے والی افراتفری کا جائزہ لینے لگا۔ خاص طور پر شیش ناگ کے مجسمے پر خون کے بہاؤ کو مختلف زاویوں سے دیکھنے میں مصروف تھا جب کسی نووارد کی آواز سن کر وہ بری طرح چونکا۔

"میجر طارق ــــــ تم یہاں اپنے سے برباد کر رہے ہو۔ فلورا نے شیش ناگ مہاراج کے لئے جو بیلدان پیش کیا ہے اس کا کھوج لگانا تمہارے بس کی بات نہیں ہے، میری مانو تو بلاوجہ کا کھٹ راگ کھڑا کرنے کی حماقت سے باز آ جاؤ۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے ــــــ"

میجر طارق نے تیزی سے پلٹ کر بلونت کمار کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔ اس کے ہونٹ متحرک ضرور تھے لیکن وہ آواز جو میجر کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی بلونت کمار کی نہیں تھی۔ مندر کے اندر کوئی تیسرا شخصیت بھی موجود نہیں تھی۔

"مسٹر بلونت ــــــ" میجر نے خوفزدہ ہوئے بغیر ایس پی کو مخاطب کیا "آپ شاید مجھ سے کچھ کہہ رہے تھے ــــــ؟"

"زیادہ چلتر اور چالاک بننے کی کوشش مت کرو میجر ــــــ" بلونت کمار کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی۔ "اس سمے تمہارے سامنے بلونت کمار کا کیول شریر موجود ہے پرنتو اس میں کسی اور کی آتما موجود ہے ــــ اپنے جیون کو روگ لگانے کا دھیان من سے نکال دو۔ تم نے رادھیکا کے سندر روپ پر بھی گولی داغنے میں جلد بازی کی تھی۔ میں تمہیں ایک آخری موقع اور دے رہا ہوں۔ دلدل میں ڈبکی مارنے کی حماقت کرو گے تو سارا جیون اپاہجوں کی طرح بتانا پڑے گا ــــ جو کچھ گزر گیا، اسے بھول جاؤ ــــ سمے کی قدر کرو ــــ یہ ایک بار بیت گیا تو ہمیشہ ہاتھ ملتے رہو گے ــــ"

"موت برحق ہے، میں موت سے نہیں ڈرتا۔" میجر نے دبنگ آواز میں کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو، اگر مرد ہو تو سامنے آ کر مقابلہ کرو۔"

اس بار بلونت کمار کے ہونٹوں کو جنبش نہیں ہوئی۔ اس کی آنکھیں بدستور پھٹی پھٹی اور بے جان نظر آ رہی تھیں وہ کسی بت ہی کی طرح اپنی جگہ ایستادہ دکھائی دے رہا تھا۔ میجر کی نظریں اسی پر مرکوز تھیں لیکن ایک لمحے بعد ہی وہ کسی سانپ کی تیز اور دہشتناک پھنکار کی آواز سن کر اچھل پڑا۔ تیزی سے پینترا بدل کر اس نے اپنا سروس آٹومیٹک نکالتے ہوئے اس ناگ کو دیکھا جو شیش ناگ کے بت کے قدموں میں پھن اٹھائے فضا میں لہرا رہا تھا۔ میجر نے نشانہ لے کر اسے شکار کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی چلائی ہوئی گولی ضائع ہو گئی۔ ناگ برق رفتاری سے جھکائی دے کر فرش پر رینگتا ہوا میجر کے قریب آ گیا۔ اس نے تیزی سے اپنا تھوڑا سا جسم فضا میں بلند کر کے میجر کو ڈسنے کی کوشش کی مگر اچانک ایک عقاب نما پرندہ نمودار ہوا۔ اس نے ناگ کو پنجوں میں دبوچنے کی خاطر جھپٹا مارا تھا پھر وہ دونوں ہی کسی چھلاوے کی مانند نظروں سے غائب ہو گئے۔

"یہ گولی آپ نے کس پر چلائی تھی ــــــ؟" بلونت کمار کی آواز ابھری۔

میجر طارق نے گھوم کر بلونت کمار کی سمت دیکھا جو نہ صرف اپنی آواز میں اس سے مخاطب تھا بلکہ حیرت بھری نظروں سے اسے گھور بھی رہا تھا۔ میجر کے جواب دینے سے پیشتر اس کے چاروں مسلح جوان بھی اپنی اپنی رائفلیں تانے مندر میں داخل

ہوئے۔ شاید گولی چلنے کی آواز نے انہیں بھی کسی فوری مداخلت پر مجبور کر دیا تھا۔

میجر خاموشی سے اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا ---- اس وقت میجر کے ذہن میں بھی ننکا کا نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا ----!



شرافت حسین، ننکا کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے قلعہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ننکا خلاف توقع اس وقت بہت خوش دکھائی دے رہا تھا، قلعہ کی سمت جانے والے سیدھے راستے کو چھوڑ کر اس نے ایک طویل راستہ اختیار کیا تھا۔ شرافت حسین کو اس کی وجہ معلوم تھی انگریز حکومت نے قلعہ میں مدفون خزانے کی وجہ سے وہاں عام لوگوں کے داخلے پر پابندی لگا دی تھی۔ تفریح یا سیاحت کی غرض سے جانے والوں کو مقامی انتظامیہ سے باقاعدہ تحریری اجازت حاصل کرنی پڑتی تھی۔

ننکا کی طرح شرافت حسین کے دل میں بھی خزانے کی لالچ موجود تھی لیکن انہیں اپنی سرکاری حیثیت کا احساس بھی تھا۔ اس وقت بھی وہ یہی سوچ رہے تھے کہ اگر ان کو ننکا کے ساتھ بغیر اجازت اور کسی خفیہ راستے سے قلعہ میں داخل ہوتے دیکھ لیا گیا تو اس کی کیا پوزیشن ہو گی۔ اس کے علاوہ گھر سے روانہ ہوتے وقت ستو نے ان کے ساتھ جو گفتگو کی تھی وہ بھی ان کے ذہن میں رہ رہ کر ابھر رہی تھی۔ ستو سے انہوں نے یہی بتایا تھا کہ وہ خفیہ طور پر ایک سرکاری دورے پر جا رہے ہیں تاکہ غلط قسم کے اہلکاروں کی بیخ کنی کی جا سکے۔ یہ تاکید بھی کی تھی کہ ان کے دورے کے سلسلے میں کسی کو کان و کان خبر نہ ہو۔ کوئی ان کے بارے میں دریافت کرے تو ستو اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار کر دے۔

"آپ بالکل فکر نہ کریں انکل!" ستو نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا تھا۔ "میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا لیکن آپ کی واپسی کب تک ہو گی؟"

"کوشش کروں گا کہ جلد لوٹ آؤں۔ تم پریشان مت ہونا۔ میں نے ملازموں کو تمہارا خیال رکھنے کی ہدایت کر دی ہے۔"

"آپ بھی اپنا خیال رکھئے گا۔" ستو نے بڑی معصومیت سے جواب دیا پھر

شرافت حسین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔ "میں نے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ سفر کے دوران انسان کو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اپنی خوشی کی خاطر کسی چیونٹی کو بھی جان بوجھ کر نہیں مارنا چاہئے اس لئے کہ یہ گناہ ہوتا ہے۔"

"اور کوئی نصیحت فرمائیں گے آپ ---- ؟" شرافت حسین نے ستو کی معصوم بات پر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ دورے پر جا رہے ہیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بغیر اچھی طرح سوچے سمجھے اور جانچ پڑتال کئے کسی غریب کے پیٹ پر لات نہ ماریئے گا اور برے لوگوں کی پرچھائیں سے بھی دور رہئے گا۔ انکل عابد بھی سب کو یہی نصیحت کرتے ہیں۔"

شرافت حسین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ حیرت سے ستو کی شکل دیکھنے لگے۔ انہیں اچانک بنسی مکرجی یاد آ گئے۔ جنہوں نے چنار گڑھ آنے سے پیشتر اپنی کچھ نصیحتیں کی تھیں۔ ستو نے بھی تقریباً وہی باتیں دہرائیں تو شرافت حسین ششدر رہ گئے انہوں نے ستو کو کریدنے کی کوشش نہیں کی لیکن ایک لمحے کو ان کے ذہن میں یہ خیال ابھرا تھا کہ شاید کوئی غیبی قوت انہیں ان کے ارادے سے باز رکھنے کی تلقین کر رہی ہے۔

ننکا کے ساتھ رات کی تاریکی میں قلعے کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے انہیں بنسی مکرجی کا ایک اور جملہ یاد آ گیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے ان کی زبان پر تالے ڈال رکھے ہیں ورنہ وہ ان مشکلات کے بارے میں کھل کر بتا سکتے تھے جو شرافت حسین کو چنار گڑھ میں پیش آنے والی تھیں۔

بنسی مکرجی کی باتیں ذہن میں ابھریں تو شرافت حسین نے کنکھیوں سے ننکا کی جانب دیکھا جس نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس نے سفلی کے علم کو حاصل کرنے کی خاطر غلیظ اور حرام چیزیں بھی کھائی تھیں۔ مرگھٹ کی راکھ بدن پر مل کر اس نے گندی قوتوں کے حصول کے لئے بڑے کٹھن اور جان لیوا جاپ کئے تھے۔ بوسیدہ قبروں کے اندر ساری ساری رات بیٹھ کر روحوں کو قابو کرنے کے گر حاصل کئے تھے۔ چالیس روز تک اس نے انسان کی سال خوردہ کھوپڑی میں صرف چاول ابال ابال کر پیٹ بھرا تھا، کسی اور چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ جنگلوں اور ویرانوں میں

مہینوں بھٹکتا پھرا تھا تب کہیں جا کر اس نے حشرات الارض کو اپنی مرضی پر چلانے کا فن سیکھا تھا' شیطانی قوتوں کی خاطر اس نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ جوگیوں' سنیاسیوں' پنڈتوں' پجاریوں اور پہنچے ہوئے سادھوؤں کی خدمت کرتے گزارا تھا اور انہی کی بدولت اب وہ مہان پراسرار شکتیوں کا مالک تھا۔ چنار گڑھ کے بیشتر ناقابل یقین حادثات میں اس کا نام لیا جا چکا تھا مگر اب تک کسی نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ قانون کے ہاتھ بھی اس سے کتراتے تھے ——— اور ——— بنسی مکرجی نے خاص طور پر یہ نصیحت کی تھی کہ "جو شخص بھی گند کھانے کا عادی ہو اس کی چھایہ سے دور رہنا۔"

"کس وچار میں گم ہو سرکار۔" ننکا نے اچانک شرافت حسین کی طرف دیکھ کر کچھ ایسے انداز میں استفسار کیا جیسے وہ ان کے ذہن میں ابھرنے والی باتوں کو پڑھ رہا ہو۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا قلعہ میں داخل ہونے کا کوئی ایسا راستہ بھی ہو سکتا ہے جس سے وہاں کے محافظ لاعلم ہوں گے۔" شرافت حسین نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"ننکا کے ساتھ پگ (قدم) ملا کر چل رہے ہو تو پھر ڈر کس بات کا۔" ننکا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "بھوانی کا آشیرواد ہمارے ساتھ ہے' ہم اوش سپھل ہوں گے۔ پہرے داروں کی بھی چنتا نہ کرو سرکار۔ یہ سیوک ان کی نگاہوں کے سامنے بھی گھپ اندھیروں کے بادل بکھیرنے کی شکتی رکھتا ہے———"

"تم نے کہا تھا کہ شاہی دفینے پر خوفناک بلائیں اور شیش ناگ نے رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں———"

"بغیر روئے تو ماں بھی اپنے بچے کو چھاتی سے نہیں لگاتی———" ننکا نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "ہم تو اس خزانے کا کھوج لگانے جا رہے ہیں جس کو حاصل کرنے کے کارن جانے کتنے منش اپنی جان جوکھم میں ڈال چکے ہیں۔"

شرافت حسین نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ایک بار پھر بنسی مکرجی کے بارے میں سوچنے لگا۔ نہ جانے کیوں انہیں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ انہوں نے ننکا

کے ساتھ دوستی کر کے کسی دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔ کئی بار انہوں نے بڑی سنجیدگی سے اس بات پر بھی غور کیا تھا کہ وہ راستے سے واپس لوٹ جائیں لیکن کوئی نادیدہ قوت انہیں آگے بڑھنے پر اکسا رہی تھی۔ خزانوں کی تلاش کے سلسلے میں شرافت حسین نے کئی فلمیں بھی دیکھ رکھی تھیں اور ایسے ناول بھی پڑھ رکھے تھے جو قدم قدم پر مہم جو افراد کے لئے خطرناک اور ہولناک واقعات سے پر تھے لیکن چنار گڑھ کے قلعے میں جو دفینہ موجود تھا اس کے بارے میں انہوں نے مختلف افراد سے جو باتیں سن رکھی تھیں ان باتوں نے ان کی آنکھوں پر حرص و ہوس کی پٹی باندھ رکھی تھی۔ کبھی ان کے دل میں یہ خیال ٹھاٹھیں مارنے لگتا کہ وہ خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور کبھی کچھ اندیشے راہ میں حائل ہوتے محسوس ہوتے تو ان کے دل کی دھڑکنیں بند ہونے لگتیں۔

ننکا جس انداز میں تاریکی کے باوجود ناہموار راستوں پر قدم آگے بڑھا رہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان راستوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس کی رفتار بھی خاصی تیز تھی۔ وہ پوری طرح اپنی دھن میں مگن تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک اس نے خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھا پھر جب قلعے سے اس کا درمیانی فاصلہ کم ہونے لگا تو اس نے شرافت حسین کا ہاتھ تھام کر سرسراتے لہجے میں کہا۔

"سیوک سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہ کیجئے گا سرکار——— ہم کچھ دیر بعد خفیہ راستے سے قلعہ کے اندر داخل ہونے والے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں———" شرافت حسین نے قدرے ناگوار انداز میں وضاحت چاہی۔ "میرا ہاتھ پکڑے رہنے سے تمہیں کیا مقصد حاصل ہو گا———"

"دھیرج سے کام لیں سرکار———" ننکا نے سرگوشی کی۔ "جو کچھ ہو گا وہ آپ کو بھی نظر آ جائے گا لیکن زبان کھولنے کی غلطی نہ کیجئے گا ورنہ بنا بنایا کھیل چوپٹ ہو جائے گا۔"

شرافت حسین اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئے۔ ننکا کے ہاتھ تھامنے والی حرکت ان کو پسند نہیں آئی تھی مگر حالات کے پیش نظر وہ اس سے الجھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ اگلے دس منٹ تک وہ دل ہی دل میں تاؤ کھاتے رہے پھر اس وقت ان کے

خون کی گردش کی رفتار بھی تیز ہو گئی جب انہوں نے قلعے کے قریب پہنچ کر دو مسلح سنتریوں کو اس دروازے پر پہرہ دیتے دیکھا لیا جس سے گزر کر اندر جانے کا پروگرام غالباً ننکا نے پہلے سے مرتب کر رکھا تھا۔

دونوں سنتری اپنی اپنی جگہ پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے۔ شرافت حسین کو اس بات پر حیرت تھی کہ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی ان کی اور ننکا کی موجودگی کو قطعی محسوس نہیں کیا تھا۔ ننکا نے ایک بار پھر شرافت حسین کی کلائی پر اپنے ہاتھ کا دباؤ تیز کیا۔ غالباً یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اپنی زبان بند ہی رکھیں۔

فاصلہ جیسے جیسے گھٹتا جا رہا تھا شرافت حسین کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ننکا بڑے پروقار انداز میں سینہ تانے قدم بڑھاتا رہا پھر سنتریوں سے بمشکل دس فٹ کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ دونوں مسلح پہرے دار بڑی دیانت داری سے نصف رات گزر جانے کے باوجود قلعے کے بند پھاٹک پر باقاعدہ لیفٹ رائٹ اور اباؤٹ ٹرن کرنے میں مصروف تھے مگر ابھی تک انہوں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جس سے شرافت حسین یہ محسوس کر سکتے کہ پہرے داروں کو وہاں ان کی اور ننکا کی موجودگی کی کوئی بھنک بھی ملی ہو۔ ننکا نے شاید اس بات کا دعوٰی ٹھیک ہی کیا تھا کہ وہ پہرے داروں کی نگاہوں کے سامنے گھپ اندھیروں کے بادل بکھیر سکتا ہے۔

ننکا کی پراسرار شیطانی قوتوں کا عملی مظاہرہ پہلی بار شرافت حسین کے سامنے ہو رہا تھا۔ وہ خاموش کھڑے ننکا کے اگلے قدم کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ یکلخت ایک سنتری چکرا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیا ہوا اجیت سنگھ ——— تیری طبیعت تو ٹھیک ہے ———" دوسرے پہرے دار نے تیزی سے اپنے ساتھی کی جانب لپکتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو بھلا چنگا تھا———"

"مجھے شاید——— سس——— سس——— آں——— آں———" زمین پر گرنے والے پہرے دارے نے کچھ سمجھانا چاہا لیکن وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ آخری لفظ اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گیا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے رائفل زمین پر رکھ کر اس کی مدد کرنی چاہی لیکن وہ بھی اچانک سسکاری بھرتا ہوا سنگلاخ

زمین پر گرا اور لوٹ پوٹ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

شرافت حسین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ انہیں یقین تھا کہ دونوں پہرے داروں کی پراسرار موت میں ننکا کی کالی اور گندی طاقت کا ہاتھ ہے۔ وہ ہونٹ دانتوں تلے دبائے خاموش کھڑے مرنے والے سنتریوں کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ چمکیلی اور خوبصورت ناگن ان کی نظروں میں نہیں آ سکی جو پہرے داروں کو ڈسنے کے بعد بل کھاتی ننکا کے قدموں کے قریب آ کر فضا میں اپنا قد بلند کر رہی تھی۔ شاید ننکا نے اپنے کسی دوسرے عمل سے ناگن اور شرافت حسین کے درمیان کوئی پردہ حائل کر دیا تھا۔

"ننکا———" ناگن نے لہراتے ہوئے کہا۔ "میں نے چار بار تمہاری سہائتا کا وچن دیا تھا——— تمہاری ایک اچھا (خواہش) پوری ہو گئی تم اس دروازے کو کھول کر قلعے میں داخل ہو سکتے ہو۔ تالے کی چابی مرنے والے کی جیب میں رکھی ہے۔"

"مجھے وشواس تھا میرے من مندر کی رانی کہ تم اپنا وچن ضرور پورا کرو گی۔" ننکا نے کوئی آواز نکالے بغیر دل ہی دل میں کہا۔

"اپنی دوسری اچھا بیان کرو———"

"رادھیکا رانی ——— کیا تم کو خبر ہے کہ تمہارے اس پریمی نے شیش ناگ مہاراج کو راضی کرنے کے کارن فلورا کے نازک اور کومل شریر کا بلیدان دیا ہے———"

"مجھے معلوم ہے———" ناگن نے اپنی لمبی زبان لپلپائی۔

"کیا ناگ دیوتا نے سیوک کی بھینٹ سوئیکار کر لی———؟"

"میں وشواس سے نہیں بتا سکتی———"

"کب تک اپنی کٹیلی اداؤں سے میرا من تڑپاتی رہو گی———" ننکا نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سرسراتی آواز میں کہا۔

"تم پھر بھٹک رہے ہو——— میں نے تم سے کہا تھا کہ جس دن تم نے میرے شریر کو چھونے کی کوشش کی اس دن میں اپنے دیئے ہوئے وچن سے آزاد ہو جاؤں گی———"

"بڑی کٹھور ہو رادھیکا رانی ——" نکا نے نگاہوں ہی نگاہوں میں اپنا مفہوم بیان کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں تمہیں تمہارے دیئے ہوئے وچن سے آزاد کر سکتا ہوں پرنتو ایک شرط پر۔"

"وہ کیا——؟"

"مجھے اس شکتی کا پتہ اور ٹھکانے بتا دو جس کے بارے میں تم ہی نے مجھے چوکنا کیا تھا۔"

"میں نے کہا تھا کہ میں اسے دیکھ نہیں سکتی—— پرنتو اتنا جانتی ہوں کہ وہ آخری سے تک تمہارا راستہ کھوٹا کرتا رہے گا۔"

نکا ناگن کے جواب پر بل کھا کر رہ گیا۔ ایک لمحے تک اسے سرخ سرخ نظروں سے گھورتا رہا پھر بڑے روکھے انداز میں بولا۔ "تم اب جا سکتی ہو —— لیکن یہ دھیان رہے کہ ابھی تمہیں میری تین خواہشیں اور پوری کرنی ہیں۔"

"مجھے یاد ہے——" ناگن نے پھن لہرا کر سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "تم جب بھی آواز دو گے میں تمہاری سہائتا کو آ جاؤں گی اور اپنی شکتی کے حد میں رہ کر اپنے وچن کا پالن کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

ناگن نظروں سے اوجھل ہوئی تو وہ سحر بھی ٹوٹ گیا جو نکا نے قائم کر رکھا تھا۔

"دیکھا سرکار اپنے سیوک کا چمتکار۔" نکا نے شرافت حسین کو مخاطب کیا۔

"کیا تم ان دونوں کو موت کی نیند سلائے بغیر قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے——؟" شرافت حسین نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ابھی سے پریشان ہونے لگے سرکار—— ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے ——" نکا نے زہر خند سے جواب دیا پھر شرافت حسین کا ہاتھ چھوڑ کر دروازے کی جانب قدم بڑھانے لگا——!



مارٹینا قتل کے الزام میں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بند تھی لیکن ہنری کی بدولت اسے وہ تمام سہولتیں میسر تھیں جو اکثر جیلوں میں چور دروازے سے منہ مانگے داموں کے عوض فراہم کر دی جاتی ہیں۔ جیل کا تمام عملہ ہمہ وقت مارٹینا کی دلجوئی کا پورا پورا خیال رکھتا تھا۔ انہیں امید نہیں تھی کہ وہ عدالت کے سیدھے راستے سے گزر کر پھانسی کے پھندے تک پہنچ سکے گی جیل کی کال کوٹھری سے لے کر پھانسی گھر کے راستے میں ایسے ان گنت موڑ بھی آ سکتے تھے جو مارٹینا کو دودھ کی مکھی کی طرح کیس سے بری کرا سکتے تھے۔ ہنری کی براہ راست پہنچ گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز تک تھی جس کی پلکوں کی محض ایک جنبش مارٹینا کو قید تنہائی سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا دلا سکتی تھی۔

دوسروں کی چہ میگوئیوں اور قیاس آرائیوں کے برعکس خود مارٹینا کو بھی اس بات کا یقین تھا کہ قانون اسے موت کی سزا نہیں دے سکتا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی ایک پل کو بھی یہ خیال نہیں ابھرا تھا کہ اس نے مارٹن ڈگلس یا ہنری پر گولی چلائی ہو گی۔ اس نے متعدد بار اس بارے میں بے حد سنجیدگی سے اپنا ذہن پوری طرح ٹٹولا تھا لیکن ہر بار اس کو صرف ایک ہی خیال گزرا تھا۔ "اس کی قید میں یقیناً ہنری کا ہاتھ شامل ہو گا جو اسے نظرانداز کر کے ہمیشہ دوسری عورتوں کے ساتھ داد عیش لینے کا عادی تھا۔" مارٹن ڈگلس کی موت کی خبر سننے کے بعد اسے اپنے خیال میں زیادہ وزن محسوس ہوا۔ نکا کے بعد ہنری نے مارٹینا اور مارٹن کے تعلقات پر بھی شبہ کیا تھا۔ وہ مارٹینا پر بندشیں عائد نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے مارٹن کو ٹھکانے

لگا دیا اور اس کا الزام مارٹینا کے سر تھوپ دیا۔۔۔۔ لیکن جب اسے فلورا کی موت کی دردناک تفصیل معلوم ہوئی تو اس کا ذہن الجھنے لگا' اسے خوب معلوم تھا کہ ہنری ٹوٹ کر فلورا سے پیار کرتا تھا اس پر چھپ چھپ کر بے دریغ رقم خرچ کرتا تھا۔ اس کی نازبرداری اٹھاتا تھا۔ اسی کی خاطر اس نے مارٹن کو خصوصی رعایتیں دے رکھی تھیں۔ حالات کی روشنی میں وہ کم از کم فوری طور پر ہنری کو فلورا کے ممکنہ قاتلوں کی فہرست میں شامل کرنے کو تیار نہیں تھی۔

مارٹینا کے وکیل نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ بہت جلد اسے ضمانت پر رہا کرا لے گا اور اس کے بعد عدالت سے بھی بری کرانے کی جان توڑ کوشش کرے گا۔ یہ بات خود مارٹینا بھی جانتی تھی کہ ہنری اسے موت کے منہ میں نہیں جانے دے گا اس لئے کہ مارٹینا کو اگر تختہ دار تک پہنچا دیا گیا تو ہنری کی ساکھ اور شہرت کو بھی دھچکا لگے گا۔

مارٹینا اس وقت بھی اپنی ذہنی گتھیوں کو سلجھانے میں منہمک تھی جب اسے نکا کا خیال آیا اور وہ بل کھا کر رہ گئی۔ نکا کی خاموشی اس کے لئے معنی خیز تھی۔ دوسروں کی طرح وہ بھی نکا کی پراسرار شیطانی قوتوں سے واقف تھی۔ نکا سے اس کی ملاقات محض ایک اتفاق تھی لیکن نکا کی آنکھوں کے سحر نے پہلی ہی نظر میں اسے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا پھر تعلقات استوار ہونے کے بعد وہ اس کی مردانہ قوت کی بھی قائل ہو گئی۔ یہی بات ہنری کو سخت ناگوار گزری تھی لیکن مارٹینا نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اسے قوی امید تھی کہ اگر کوئی آڑا وقت آیا تو نکا اپنی سفلی قوتوں کو بروئے کار لا کر اس کی مدد ضرور کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جیل میں مارٹینا سے ملاقات کرنے کی خاطر چھوٹے بڑے سب ہی آتے رہے تھے لیکن نکا نے بھول کر بھی اس کی خبر نہیں لی تھی۔

باہر فرش پر سنتری کے بوٹوں کی آواز ابھری تو مارٹینا نے نظر گھما کر دیکھا پھر سنبھل کر پروقار انداز میں بیٹھ گئی۔ سنتری تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ خوبصورت اور جوان میجر طارق بھی تھا جسے فلورا مرڈر کیس کا تفتیشی افسر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ بات

اسے خود جیلر نے بتائی تھی جو اس کے مداحوں میں سے ایک تھا۔

میجر طارق نے جیل کی آہنی سلاخوں سے گزر کر اندر جانے سے پہلے ہی ان مراعات کا اندازہ لگا لیا تھا جو قتل کے کیس میں ملوث کسی قیدی کو حاصل نہیں ہوتی تھیں لیکن اس نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ مارٹینا سے رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد وہ ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ مارٹینا کی نظروں میں متضاد کیفیتیں رنگ بدل رہی تھیں۔ کبھی وہ اسے سوالیہ انداز میں گھورنے لگتی۔ کبھی کسی خیال سے اس کی کشادہ پیشانی پر شکنیں ابھر آتیں اور کبھی وہ پسندیدہ نظروں سے اس کے چہرے کے نقوش کو عجیب انداز میں دیکھنے لگتی۔ بہرحال میجر کو مارٹینا کے چہرے پر پریشانی یا تشویش کی ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی جو کسی قاتل کے نشست و برخاست میں ضرور نظر آتی ہے۔ وہ عورت ہونے کے باوجود یقیناً بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھی جو پوری طرح مطمئن اور پرسکون نظر آ رہی تھی۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے میجر تو تم شاید فلورا کے پراسرار قتل کے سلسلے میں مجھ سے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہو۔۔۔۔" مارٹینا نے سنجیدگی سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میں آپ کے اندازے کی تردید نہیں کروں گا۔" میجر نے سنبھل کر کہا۔

"مجھے مختلف ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ فلورا کے بارے میں۔۔۔"

"تم شاید اس بات کو فراموش کر رہے ہو کہ فلورا کے قتل کے وقت میں ان ہی سلاخوں کے اندر قید تھی۔" مارٹینا نے تیزی سے میجر کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ایسی صورت میں' میں بھلا تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔۔۔۔"

"اور کچھ نہیں تو کم از کم کسی پر اپنے شبے کا اظہار تو کر سکتی ہیں۔" میجر نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کوئی ایسا فرد جو فلورا کی جان کا دشمن ہو یا جسے اس کی موت سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہو۔۔۔۔"

"تمہارے سوال کی روشنی میں' میں بھی تم سے ایک سوال کروں گی۔" مارٹینا نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "مارٹن ڈگلس جیسے ایک معمولی

کارندے کی موت سے مجھے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا جو میں اس جرم کی پاداش میں اس وقت یہاں موجود ہوں——— رہا ہنری پر گولی چلانے کا مفروضہ جو میرے خلاف قائم کیا گیا ہے تو کیا کوئی عورت اتنی احمق بھی ہو سکتی ہے کہ اپنے شوہر کو کسی دوسرے کی موجودگی میں موت کا شکار کرنے کی کوشش کرے گی جبکہ وہ خوابگاہ کی تنہائی میں اس عمل کو نہایت اطمینان سے سرانجام دے سکتی ہے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں——— لیکن مسٹر ہنری کا بیان———"

"میرا وکیل کورٹ میں ہنری کے بیان کی دھجیاں اڑا دے گا۔" مارٹینا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا وہ بڑے جذباتی انداز میں بولی۔ "یہ سراسر جھوٹ ہے کہ مارٹن ڈگلس پر میں نے گولی چلائی تھی۔ میں پہلے بھی اس کی تردید کر چکی ہوں۔"

"گویا آپ کو اس کیس میں ملوث کیا جا رہا ہے———"

"اس کے سوا اور کیا سوچا جا سکتا ہے———؟" مارٹینا نے جھلا کر جواب دیا۔

"کیا کوئی خاص وجہ ہے جس کی بنا پر مسٹر ہنری———"

"سوری میجر———" مارٹینا نے ایک بار پھر میجر طارق کے جملے کو درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔ "میرے وکیل نے سختی سے ہدایت کی ہے کہ میں اس ضمن میں فی الحال اپنی زبان بند ہی رکھوں———"

"ایز یو وش———" میجر نے بڑے مہذب انداز میں جواب دیا پھر فلورا کی موت کی مختصر تفصیل اور اپنے ساتھ پیش آنے والے پراسرار حالات کو بڑی صاف گوئی سے بیان کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ ان معاملات کی روشنی میں میری کوئی رہنمائی کر سکیں گی؟"

مارٹینا نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات چغلی کھا رہے تھے کہ اس کے ذہن میں کوئی نام ضرور مچل رہا تھا جسے وہ زبان تک لانے سے گریز کر رہی تھی۔ تفصیل سننے کے دوران بھی وہ کئی بار چونکی تھی۔

"مارٹن کی موت کے بعد فلورا کا دردناک قتل——— کیا ان دونوں واقعات میں کسی ایک شخص کا ہاتھ ملوث نہیں ہو سکتا———؟" میجر نے اس بار قدرے چبھتے

ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"یقیناً ہو سکتا ہے میجر———" مارٹینا نے بڑی تیزی سے خود پر قابو پاتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "اور اب یہ ذمہ داری تمہیں سونپی گئی ہے کہ تم اس نامعلوم قاتل کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لاؤ———"

"کیا آپ اور فلورا ایک دوسرے کی شناسا تھیں———؟"

"نہیں———" مارٹینا نے برا سا منہ بنایا۔ "میں نے اسے متعدد بار دیکھا ضرور تھا لیکن ہمارے درمیان کبھی کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔"

"جن پراسرار واقعات کی تفصیل میں نے آپ کو سنائی ہے ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"حیرت انگیز اور ناقابل یقین———" مارٹینا نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

"ننکا کا نام کبھی سنا ہے آپ نے———؟" میجر نے پہلو بدل کر مدھم آواز میں پوچھا۔

"ہاں——— صرف میں ہی نہیں بلکہ چنار گڑھ کے بیشتر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ننکا پراسرار اور گندی قوتوں کا مالک ہے۔" مارٹینا نے سپاٹ انداز میں کہا۔

"میڈم مارٹینا———" میجر نے تھوڑا سا آگے جھک کر بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ جس شیطانی قوت نے ایس پی بلونت کمار کے جسم پر قبضہ کر کے مجھ سے گفتگو کی، کسی رادھیکا کو ناگن کے روپ میں بولنے کی طاقت دی اسی گندی طاقت نے اس وقت آپ کے جسم پر بھی قبضہ کر رکھا ہو جب آپ نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اسی پراسرار قوت کے اشارے پر پہلے مارٹن ڈگلس اور پھر مسٹر ہنری پر گولی چلانے کی کوشش کی اور بعد میں جب اس ناپاک طاقت نے آپ کو اپنی قید سے آزاد کیا تو آپ کو کچھ یاد نہیں رہا———"

مارٹینا نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اب وہ پھٹی پھٹی نظروں سے میجر طارق کو دیکھ رہی تھی۔ میجر نے جس انداز میں معاملات کی وضاحت کی تھی وہ مارٹینا کے دل کو لگا تھا۔ وہ پہلی بار ننکا کی شخصیت کو ایک دوسرے رنگ میں محسوس کرنے پر مجبور ہو رہی تھی لیکن اس نے کھل کر اس کا اعتراف نہیں کیا۔

"آپ نے اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا———؟" میجر نے ٹھوس آواز

میں دریافت کیا۔ "کیا آپ میری بات سے متفق نہیں ہیں ——؟"

"تم مجھے ایک ذہین اور دور اندیش آفیسر معلوم ہوتے ہو —— ہو سکتا ہے کہ تم نے جو وضاحت کی ہے وہ درست بھی ہو لیکن میں اپنے وکیل کی ہدایت پر زبان بند رکھنے پر مجبور ہوں ——" مارٹینا نے میجر کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر مسکرا کر بولی۔ "میں تسلیم کرتی ہوں کہ تمہاری شخصیت نے مجھے متاثر کیا ہے ممکن ہے کہ اپنے وکیل سے ملنے کے بعد میں تمہارے سوالات کا جواب دے سکوں ——"

"شکریہ ——" میجر نے اپنے ہونٹوں پر پیشہ وارانہ تبسم بکھیرتے ہوئے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے ناپسندیدہ قرار نہیں دیا۔"

"تمہاری باتیں بھی تمہاری طرح خوبصورت ہیں۔" مارٹینا نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "میں تم سے دوبارہ ملنا پسند کروں گی' اس وقت شاید ہمارے درمیان خوشگوار فضا میں کھل کر گفتگو ہو گی۔"

"میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔" میجر نے خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا پھر تھوڑے توقف سے کہا۔ "جانے سے پیشتر میں آپ سے ایک درخواست کروں گا —— آپ اس ملاقات کا ذکر کسی اور سے نہ کریں تو بہتر ہو گا ——"

"میں نہیں سمجھ سکی کہ تمہارے ذہن میں اس ملاقات کو خفیہ رکھنے کا خیال کیوں ابھرا جبکہ جیل کا بیشتر عملہ بھی تمہیں دیکھ چکا ہے —— مجھ سے ملاقات کرنے کی خاطر تم نے باقاعدہ اجازت نامہ بھی ضرور حاصل کیا ہو گا —— ایسی صورت میں صرف میرے زبان بند رکھنے سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"اس کے باوجود آپ میری درخواست کا خیال رکھیں گی۔" میجر مسکراتا ہوا جانے کے ارادہ سے اٹھا۔ اسی وقت مارٹینا کا وکیل جیلر کے ہمراہ آگیا۔ پھر یہ بات جیلر ہی نے مارٹینا کو بتائی کہ عدالت نے اس کی ضمانت کی درخواست منظور کر لی ہے۔

میجر نے وہاں مزید رکنے کی کوشش نہیں کی۔ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ مارٹینا کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا!

○

مرنے والے پہرے دار کی جیب سے چابی نکال کر ننکا نے نہایت اطمینان سے لہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ جہاں کہیں کہیں مدھم روشنی ضرور تھی لن زیادہ تر حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ چابی پہرے دار کی جیب میں ہو ا——؟" شرافت حسین نے استفسار کیا۔

"آپ تو پڑھے لکھے افسر ہیں سرکار۔" ننکا نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس طرف ام آدمیوں کا گزر مشکل سے ہی ہوتا ہے اندر جانے کا کوئی اور راستہ بھی قریب یں ہے اس لئے چابی تو پہرے داروں کے جیب میں ہی ہونی چاہئے۔"

شرافت حسین نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن وہ ننکا کے جواب سے مطمئن بھی یں ہوئے۔ حفاظتی اعتبار سے قلعہ کے اس دروازے کو اندر سے بھی بند ہونا چاہئے تا اور ایک پہرے دار اندر بھی موجود ہونا چاہئے تھا تاکہ وہ باہر ہونے والی کسی متوقع ڑبڑ سے بھی بروقت آگاہ ہو سکتا اور ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد باہر تعینات پہرے اروں کے لئے دروازہ بھی کھول سکتا۔

ننکا نے خون آلود روئی سے چراغ روشن کر کے بچے کی بھٹکتی ہوئی روح سے جو علومات حاصل کی تھیں وہ شرافت حسین کے علم میں بھی تھیں۔ تشنہ روح نے زانے کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے علاوہ یہ بھی بڑے یقین سے کہا تھا کہ ہ خزانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن خزانہ حاصل کرنے کے سلسلے میں وئی واضح بات نہیں کی تھی۔ ننکا کے اصرار کے باوجود اس نے بڑی درد بھری آواز

میں پانی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو کچھ اس کی روح کے اختیار میں تھا وہ بتا چکا ہے۔ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں تھا۔ خزانے کے راستے میں پیش آنے والی دشواریوں کے بارے میں بچے کے سائے نے بھی تقریباً ان ہی خطرات کا اظہار کیا تھا جو ننکا کو رادھیکا ناگن سے معلوم ہوئی تھیں لیکن بچے کا ایک جملہ شرافت حسین کے ذہن میں نقش ہو کر رہ گیا تھا۔ ننکا کے ایک سوال کے جواب میں اس نے بڑی کربناک آواز میں کہا تھا۔

"کل کیا ہو گا یہ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر وقت کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ خون کا ایک قطرہ بھی جب رنگ لاتا ہے تو موت کی آندھی کا طوفانی رقص سینکڑوں زندگیوں کو روند ڈالتا ہے ——— قارون کا خزانہ بھی موت کا بدل نہیں بن سکتا———"

شرافت حسین نے اس جملے کے بارے میں بہت کچھ سوچنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ وقتی طور پر انہوں نے اس جملے کا یہی مفہوم نکالا تھا کہ خزانے کی تلاش میں پہلے بھی بے شمار انسان موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ننکا خاموشی سے قدم اٹھاتا آگے آگے چل رہا تھا۔ شرافت حسین ایک قدم پیچھے تھے۔ خاصی دیر تک مختلف راستوں سے گزرتے وہ اپنی نادیدہ منزل کی سمت بڑھتے رہے۔ قلعے میں داخل ہوئے تو انہیں تقریباً گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن ابھی تک کسی سے ان کی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ وہ جس راستے سے گزر رہے تھے وہ کسی پگڈنڈی کی طرح بل کھاتا ہوا دو دیواروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ناہموار دیواروں پر جابجا دیوی دیوتاؤں اور عجیب الخلقت جانوروں کے ابھرے ہوئے تراشیدہ نقش و نگار نظر آ رہے تھے۔ ان کے رنگ وقت کے ساتھ ساتھ دھندلا گئے تھے اس لئے وہ رات کی تاریکی میں بڑے ہولناک اور ڈراؤنے دکھائی دے رہے تھے۔ دیواروں کی سطح جگہ جگہ سے اکھڑی اور گرد آلود نظر آ رہی تھی۔ چھت اتنی بلند تھی کہ سر اٹھا کر اوپر دیکھنا پڑتا تھا۔ مدھم روشنی ان شگافوں سے پھوٹ رہی تھی جو بلندی پر شاید اسی مقصد کے

ندان کی شکل میں بنائے گئے تھے لیکن ماہ و سال کی گردش سے اب ٹوٹے پھوٹے ف نظر آ رہے تھے۔ پرہول سناٹے اور خاموشی میں کبھی کبھی دور سے کوئی آواز ق اور صدائے بازگشت بن کر پورے قلعہ کے درودیوار میں گونجتی ہوئی دم توڑ تی۔

ننکا ماحول سے بے نیاز قدم اٹھاتا رہا پھر اچانک اس نے اپنی رفتار کم کر دی۔ افت حسین کو بھی اس کی پیروی کرنی پڑی۔ پگڈنڈی نما راستہ ایک موڑ پر جا کر اس ح بند ہو گیا تھا کہ آگے بڑھنے کے لئے کھڑے کھڑے گزرنا ممکن نہیں تھا۔ البتہ کل دو فٹ کا سرنگ نما راستہ ضرور تھا جو گھپ اندھیرے میں ڈوبا دکھائی دے رہا ۔ ننکا ایک لمحے خاموش کھڑا اس تنگ و تاریک راستے کو دیکھتا رہا پھر زمین پر لیٹ کر ں کے اندر جھانکنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس کی لمبائی اور اس سے گزر کر ری جانب نکلنے کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہو۔ شرافت حسین بھی گھٹنوں کے بل گئے۔ ننکا نے اپنے چرمی تھیلے سے ٹارچ نکال کر خلا میں روشنی کا دائرہ پھینکا۔ کچھ اپنی تیز نظروں سے اندر کی طرف جھانکتا رہا پھر ٹارچ بجھا کر شرافت حسین سے ب ہوا۔ "یہ سرنگ نما راستہ مجھے اپنی کامیابی کی پہلی منزل نظر آ رہی ہے —"

"کیا مطلب ———؟"

"دھیان سے دیکھو سرکار!" ننکا نے ٹارچ روشن کر کے خلا کے اوپری حصہ پر نی ڈالی۔ "یہ راستہ کبھی بڑی آسانی سے خزانے تک جاتا ہو گا پرنتو انگریز سرکار اسے بعد میں بند کرا دیا۔"

ننکا نے غلط نہیں کہا تھا۔ روشنی میں شرافت حسین کو بھی راستے میں دیوار بند نے کے جوڑ صاف نظر آ رہے تھے۔ کام بڑی نفاست سے کیا گیا تھا لیکن نئی اور ا تعمیر کا فرق واضح طور پر موجود تھا۔

"تمہارا اندازہ اگر درست ہے تو آگے جا کر ہمیں اور زیادہ دشواریوں کا سامنا ا ہو گا۔" شرافت حسین نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے سرنگ نما راستے کی

دوسری جانب زیادہ سنگین پہرہ موجود ہو اور یہ راستہ ہمارے لئے ایک چوہے دان
ثابت ہو جس میں ایک بار داخل ہونے کے بعد ہمارا واپس نکلنا ممکن نہ ہو——"

"راجوں مہاراجوں نے دھن دولت تھالی میں سجا کر تو نہیں رکھا ہو گا کہ جو
کا من چاہے ہڑپ کر جائے۔" نکا نے آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "انگریز سرکار
بھی اگر سپھل ہو جاتی تو ہمارے لئے راستے میں یہ بھول بھلیاں نہ بنواتی ——
بالک کی چھایا نے بھی یہی کہا تھا کہ ابھی تک خزانہ اپنی جگہ موجود ہے وہاں تک پہنچ
کے کارن ہمیں کچھ پاپڑ تو بیلنے پڑیں گے۔"

"کیا تم اپنی پراسرار طاقتوں سے کوئی حل نہیں نکال سکتے——؟" شرافت
حسین نے سرگوشی کی۔

"دھیرج رکھو سرکار —— میں کچھ اپائے کرتا ہوں۔" نکا نے سنجیدگی سے
جواب دیا پھر اپنی آنکھیں بند کر کے کچھ بدبدانے لگا۔ شرافت حسین خاموشی سے اس
کی شکل دیکھتے رہے۔ وہ بڑے دل گردے کے مالک تھے مگر اس وقت ان کی حالت
بھی دگرگوں ہو رہی تھی۔ ایک بار نکا کے ساتھ قدم بڑھا دینے کے بعد اب واپسی
ارادہ ظاہر کر کے وہ بزدلی کا ثبوت نہیں دینا چاہتے تھے لیکن تاریک سرنگ سے لیٹ
کر کسی مگرمچھ کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے کا خیال ہی ان کے لئے بڑا ہولناک
تھا۔ ابھی وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھال ہی رہے تھے کہ نکا نے آنکھیں کھول
دیں۔

"ہمیں اسی راستے سے ہو کر گزرنا ہو گا۔" اس نے سرنگ کی جانب دیکھ کر
کہا۔ "دوسری طرف خطرہ موجود ہے لیکن بھوانی کی کرپا سے وہ بھی ٹل جائے
گا——"

"ایک بار پھر غور کر لو کہیں جلد بازی میں اٹھایا ہوا قدم ہمارے لئے نقصان
ثابت نہ ہو——" شرافت حسین نے سرگوشی کی۔

"سب سے کٹھن کام تو بالک کے ہردے کے خون سے روئی سرخ کرنا تھا
سرکاری جو ہو چکا——" نکا نے زہرخند سے کہا۔ "اب ڈر کس بات کا اور پھر میں

جو آپ کے ساتھ ہوں۔"

"میں خوفزدہ نہیں ہوں لیکن ——"

"سے کم ہے سرکار میری بات پر وشواس کرو آگے جو بھی ہو گا ہم اس سے بھی
نپٹ لیں گے۔" نکا نے سرسراتے لہجے میں کہا پھر زمین پر لیٹ کر اس نے چرمی تھیلا
اپنے آگے کیا۔ سیدھے ہاتھ میں ٹارچ دبائی اور الٹے ہاتھ سے تھیلے کو خلا میں اندر
پھینک کر خود بھی تیزی سے کہنیوں اور گھٹنوں کے بل زمین پر لیٹ کر پھرتی سے
کھسکتا ہوا تاریک سرنگ میں داخل ہو گیا۔ شرافت حسین بھی ہمت کر کے نکا کے
تعاقب میں اس خلا میں داخل ہوئے جہاں گھپ اندھیرے کے علاوہ ایسی ناگوار بدبو
تھی جو عموماً حشرات الارض یا پھر جنگلی جانوروں کے جسم سے پھوٹتی ہے —— نکا
کے پاس ٹارچ موجود تھی لیکن جانے کیوں اس نے اسے روشن نہیں کیا تھا۔

پندرہ منٹ تک وہ گھپ اندھیرے میں آگے بڑھتے رہے۔ شرافت حسین نے
ہمیشہ دوسروں پر حکم چلایا تھا لیکن اس وقت وہ خزانے کے لالچ میں نکا کے احکامات کی
تعمیل کرنے پر مجبور تھے۔ سرنگ کتنی لمبی تھی انہیں مطلق علم نہیں تھا لیکن جب
دوسری جانب سے روشنی کی جھلک نظر آئی تو اس بات کی امید بندھ گئی کہ اب دہانہ
زیادہ دور نہیں ہے۔

نکا کسی جنگلی مگرمچھ ہی کی طرح رینگتا ہوا خلا سے دوسری سمت نکل گیا تو
شرافت حسین نے بھی اپنی رفتار بڑھا دی۔ جگہ کی تنگی، اندھیرے اور بدبو کی وجہ سے
ان کا دم گھٹنے لگا تھا لیکن دوسری جانب نکلنے کے بعد انہیں سکون کا سانس لینا بھی
دشوار ہو گیا۔ ان کی نظر سب سے پہلے جس چیز پر پڑی وہ دو سروں والا ایک عجیب
الخلقت اور خوفناک درندہ تھا جو بڑی خونخوار نظروں سے نکا کو پھاڑ کھانے کی خاطر گھور
رہا تھا۔ نکا کی شعلہ بار نظریں بھی درندہ پر مرکوز تھیں۔ شرافت حسین نے پھرتی سے
اپنا ریوالور نکال لیا۔

"نہیں سرکار ——" نکا نے جلدی سے کہا۔ "گولی چلانے کی غلطی نہ کرنا
ورنہ ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

شرافت حسین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور حیرت سے اس درندے کو دیکھ رہے تھے جس کا ایک سر چیتے جیسا تھا اور دوسرا دریائی گینڈے سے مشابہت رکھتا تھا۔ شرافت حسین نے ایک لمحے کے لئے نظریں گھما کر قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ وہ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس کے درمیان زنگ آلود توپ کا ڈھانچا رکھا ہوا تھا۔ کمرے میں کسی قسم کا فرنیچر یا دوسرا سازوسامان نہیں تھا۔ البتہ پرانی طرز کے دو دروازے بند نظر آ رہے تھے۔ سرسری طور پر ماحول کا اندازہ لگانے کے بعد شرافت حسین نے ایک بار پھر درندے کی جانب دیکھا جو ابھی تک اپنی جگہ کھڑا ننکا کو بڑے خطرناک تیور سے گھور رہا تھا۔ ننکا بھی اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹ تیزی سے حرکت کر رہے تھے پھر اچانک ننکا نے زمین پر قلا بازی کھاتے ہوئے درندے پر حملہ کرنے کے لئے پینترا بدلا لیکن دوسرے ہی لمحے خوفناک درندے نے ایک بھیانک چیخ ماری اور یکلخت نظروں سے غائب ہو گیا۔

"یہ ـــــ یہ سب کیا تھا ـــــ؟" شرافت حسین نے حیرت سے ننکا کو مخاطب کیا۔

"بھوانی کی جے ـــــ" ننکا نے جواب میں نعرہ بلند کیا پھر اپنا چرمی تھیلا اٹھا کر کاندھے سے لٹکاتے ہوئے بولا۔ "یہ سب مہان شکتیوں کے کھیل تماشے ہیں سرکار' تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔"

"کیا وہ جانور نظروں کا فریب تھا ـــــ؟"

"نہیں ـــــ وہ فریب یا دھوکہ نہیں تھا۔" ننکا نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وہ ایک بھٹکتی ہوئی آتما تھی جو درندے کا خوفناک روپ دھار کر ہمیں ڈرانے کے کارن سامنے آئی تھی۔ اگر میں نے جنتر منتر سے کام نہ لیا ہوتا تو وہ ہمارے شریر کی دھجیاں اڑا دیتی۔"

شرافت حسین کچھ کہنا چاہتے تھے کہ اچانک بند کمرے میں "قیں قیں" کی خطرناک آوازیں گونجنے لگیں۔ ننکا اور شرافت حسین نے بیک وقت نظریں اٹھا کر اوپر کی سمت دیکھا جہاں چھت سے ہزاروں کی تعداد میں چمگادڑیں الٹی لٹکی چلا رہی تھیں۔

"میرے خیال میں یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔" شرافت حسین نے سرگوشی کی۔ "اگر چمگادڑوں نے ایک ساتھ مل کر ہم پر حملہ کر دیا تو جان بچانی مشکل ہو جائے گی ـــــ"

ننکا نے جواب دینے کی بجائے کوئی منتر پڑھ کر زور سے پھونک ماری تو چمگادڑوں کی آوازیں یکلخت بند ہو گئیں پھر جو کچھ ہوا وہ شرافت حسین کے لئے نہ صرف حیرت انگیز بلکہ کریہہ اور وحشت ناک بھی تھا۔ ننکا نے پھونک مارنے کے ساتھ ہی ایک انگلی چھت کی جانب اٹھا کر تیزی سے جھٹکی تھی جس کے بعد ایک چمگادڑ تیزی سے فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی ننکا کے قدموں کے قریب گرد آلود فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ ننکا اسے سرخ سرخ نگاہوں سے گھورتا رہا پھر اس نے جھک کر چمگادڑ کو اٹھایا۔ اس کی دونوں ٹانگوں کو تھام کر درمیان سے چیر دیا اور اس کے خون کو اس طرح اپنے جسم پر ملنے لگا جیسے وہ کوئی مقدس فریضہ ادا کر رہا ہو۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے دوبارہ "جے بھوانی" کا نعرہ بلند کیا۔ ننکا کا پراسرار سیاہ وجود گاڑھے گاڑھے خون میں لتھڑا ہوا بڑا بھیانک نظر آ رہا تھا۔ شرافت حسین نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ ننکا کے بارے میں انہوں نے جو کچھ سن رکھا تھا اس وقت وہ اس سے زیادہ ہی غلیظ اور وحشی نظر آ رہا تھا۔

چند ثانئے تک ننکا فاتحانہ انداز میں نظریں اٹھائے چمگادڑوں کو گھورتا رہا جو اب سہمی سہمی نظر آ رہی تھیں پھر اس نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے شرافت حسین کو مخاطب کیا۔

"تم قسمت کے دھنی ہو سرکار جو ننکا نے تم سے دوستی کا ہاتھ ملا لیا۔"

"تمہیں چمگادڑ کے خون سے جسم رنگنے کی کیا ضرورت تھی ـــــ؟" شرافت حسین نے اس کے جملے کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"آگے جو شکتیاں ہمارے راستے میں روڑے اٹکائیں گی یہ خون ان کو بتائے گا کہ ننکا بھی مہان قوتوں کا مالک ہے۔" ننکا سینے پر دوہتڑ مار کر بڑے جوشیلے انداز میں بولا۔ "دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد اور بھوانی کا پیار میرے ساتھ ہے' کوئی شکتی ہمارا

راستہ کھوٹا نہیں کر سکتی ـــــ ہم خزانہ حاصل کرنے میں اوش کامیاب ہوں
گے۔"

نکا بڑی دیر تک جوشیلے انداز میں ڈینگیں مارتا اور خود اپنی شان میں قصیدے
پڑھتا رہا پھر اس نے دونوں دروازوں میں سے ایک کا انتخاب کیا اور اسے کھول کر
ایک قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ فضا میں ایک شعلہ لپک کر غائب ہو گیا۔ نکا تیزی سے
پیچھے نہ ہٹتا تو شاید جل بھن کر خاک ہو گیا ہوتا۔ شرافت حسین نے اس کی آنکھوں
میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات محسوس کئے۔ ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا
جب وہ اپنی بے پناہ قوتوں کا برملا اعلان کر رہا تھا لیکن شعلہ بھڑک کر غائب ہوا تو اس
کی آنکھوں میں غور و فکر کے رنگ ابھر کر گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ بڑے غصیلے انداز میں
اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے چبانے لگا۔ اس کی سرخ سرخ نگاہیں دروازے کی دوسری
سمت دیکھ رہی تھیں جہاں شعلہ بھڑکنے کے بعد اب گرد و غبار کے بادل منڈلا رہے
تھے۔ کوئی چیز واضح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی نکا خاموش کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا۔
اگر کوئی اور موقع ہوتا تو شرافت حسین نکا کی کیفیت پر دل کھول کر خوشی کا اظہار
کرتے لیکن اس وقت وہ بھی حالات کے بھنور میں نکا کے ہمراہ تھے بلکہ اسی کے رحم
و کرم پر تھے۔ بچے کی روح نے بھی یہی اشارہ دیا تھا کہ شاہی دفینے تک پہنچنے کے
لئے انہیں قدم قدم پر خوفناک بلاؤں سے ٹکرانا ہو گا اور دشواریوں سے سینہ سپر ہونا
پڑے گا۔ نکا نے اپنی کالی قوتوں کے بل پر شرافت حسین کو یقین دلایا تھا کہ ہر بلا اور
مصیبت سے ٹکرانے کی ہمت اور طاقت رکھتا ہے لیکن اس وقت شعلے کے بھڑک کر
غائب ہو جانے کے بعد وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا بات ہے ـــــ؟" شرافت حسین نے مدھم آواز میں دریافت کیا۔ "میں
تمہاری نظروں میں الجھن اور پریشانی محسوس کر رہا ہوں کیا شعلے کا نظر آنا ہمارے لئے
نیک شگون نہیں ہے ـــــ؟"

"تم کوئی چنتا مت کرو سرکار ـــــ نکا اس پرکار کے ہزاروں کھیل تماشے
دیکھ چکا ہے۔"

"کیا ہمیں اپنا راستہ تبدیل کرنا پڑے گا ـــــ؟"

"نہیں ـــــ" نکا نے بدستور خاک اور دھول کے بادلوں کو گھورتے ہوئے
ی آواز میں کہا۔ "اگر ہم نے راستہ بدل دیا تو بھٹک جائیں گے۔ ایک شکتی ایسی
جو ہمارا راستہ کھوٹا کرنا چاہتی ہے لیکن میں اس سے بھی نپٹ لوں گا۔ بس ایک
اس کے کھل کر سامنے آنے کی دیر ہے ـــــ"

"یہ تیرا وچار ہے مورکھ ـــــ" اچانک گرد و غبار کے مرغولوں میں سے
کر کھراتی ہوئی آواز ابھری۔ "تو نے اب تک جو شکتیاں پراپت کی ہیں سرکس کی
ی گری سے زیادہ نہیں ہیں۔ جوکروں کی طرح چھلانگیں لگا کر دوسروں کو حیرت میں
دینا کمال نہیں کہلاتا۔ مہان شکتی حاصل کرنے کے لئے من کو مارنا پڑتا ہے۔ سچے
ے گیان دھیان کرنا پڑتا ہے ـــــ تو کیا جانے کہ شکتی کس چڑیا کا نام ہے جو
کھانے کے عادی ہوں وہ زیادہ اونچی اڑان نہیں اڑ سکتے ـــــ"

"تجھے اگر اپنی شکتی پر گھمنڈ ہے تو سامنے آ کر مقابلہ کر ـــــ" نکا نے
رتے ہوئے کہا۔ "جو دھوکے سے وار کرے وہ مرد نہیں کہلاتا۔"

"تو اگر مرد ہے تو پھر شعلے سے خوفزدہ ہو کر پیچھے کیوں ہٹ گیا ـــــ اپنے
ز منتر کے ویروں کو آواز کیوں نہیں دیتا۔ اتنا لاچار کیوں نظر آ رہا ہے ـــــ
اڑ کے خون سے جسم کو رنگ کر اپنی اوقات بھول گیا تھا ـــــ مکتی چاہتا ہے تو
ں کھڑا ہے وہیں سے واپس پلٹ جا ورنہ کتوں جیسی موت بھی نصیب نہیں ہو گی۔"

نکا کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ غصے کی شدت سے اس
لبوترے چہرے کے کھنچاؤ نے اس کی شخصیت کو اور زیادہ خوفناک بنا دیا تھا اس کی
رخ سرخ آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا رقص پوری شدت سے جاری تھا۔ پیشانی پر
دار ہونے والی آڑی ترچھی شکنیں اس بات کی دلیل تھیں کہ وہ کسی گہری سوچ میں
ی تھا۔

"تیری گندی اور ناپاک کھوپڑی میں جو کیڑے کلبلا رہے ہیں وہ میری گرد بھی
ں پا سکیں گے۔" اس بار پراسرار آواز میں زیادہ گھن گرج تھی ـــــ "میری

بات مان لے دشٹ ورنہ ایسا سراپ دوں گا کہ سات جنم تک تیری آتما کو بھی چین نہیں ملے گا ــــــ"

"میں سمجھ رہا ہوں ــــــ تو رنگ روپ اور ذات پات بدل کر مجھے بھٹکانا چاہتا ہے" ننکا نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "تو جو کوئی بھی ہے زیادہ دنوں تک میری نظروں سے نہیں چھپ سکے گا ــــــ ایک بار میری پکڑ میں آگیا تو کبوتر کی طرح پھڑپھڑاتا رہ جائے گا۔ تب میں تجھے بتاؤں گا کہ بلوان کسے کہتے ہیں ــــــ"

جواب میں خوفناک شعلہ دوبارہ بھڑک کر غائب ہو گیا لیکن اس بار ننکا اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے شروع ہو گئے۔ اس کی پلکوں نے جھپکنا بند کر دیا۔ ٹکٹکی باندھے وہ گردوغبار کے بادلوں کو دیکھتا رہا۔ شرافت حسین گم صم کھڑے ان پراسرار حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے ــــــ ننکا نے کسی منتر کا جاپ مکمل کر کے دھول کے بادلوں کی سمت پھونکا۔ فضا میں بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ بادلوں کی گھن گرج کا شوروغل بلند ہونے لگا۔ پھر یکلخت دروازے کی دوسری سمت سارا غبار کائی کی طرح چھٹ گیا۔

"بھاگ گیا ڈر کر ــــــ" ننکا پوری قوت سے چلایا۔ "ننکا سے پنجہ لڑانے چلا تھا مورکھ میں نے گھیرنے کے لئے جال ڈالا تو دم دبا کر سرپٹ دوڑ گیا ــــــ پر ایک بات دھیان میں رکھنا ــــــ ننکا بہت جلد تیرے چہرے کا نقاب الٹ دے گا۔"

ننکا کچھ دیر تک ہاتھ ہوا میں نچا نچا کر کسی نادیدہ قوت کو للکارتا رہا پھر حلق پھاڑ کر فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ شرافت حسین تصویر حیرت بنے کھڑے وہ سب کچھ دیکھتے رہے جو اس سے پیشتر کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا۔



بابا رحیم اپنے آستانے میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ حسب معمول ان کی انگلیاں سفید تسبیح کے دانوں پر گردش کر رہی تھیں اور نگاہوں میں ایک اضطراب سا مچل رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ بڑے سکون سے آستانے کے باہر بیٹھے یاد الٰہی میں مشغول تھے جب ان کے استغراق میں ہلچل سی پیدا ہوئی۔ بابا رحیم نے آنکھ کھول کر ماحول کا

جائزہ لیا تو احساس ہوا کہ رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ اکثر پیڑ کے تنے سے ٹیک لگائے ساری ساری رات یاد الٰہی میں غرق رہتے تھے لیکن اس وقت وہ اس طرح ہڑبڑا کر اٹھے تھے جیسے کوئی انہونی ہو گئی ہو۔ ان کی آنکھوں میں جلال کی ایک جھلک نمودار ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے خود پر قابو پا لیا پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئے۔ وہ عجیب بے چینی کی کیفیت سے دوچار تھے۔ کبھی انگلی تسبیح کے دانوں پر تیز تیز مچلنے لگی۔ کبھی وہ بے چینی سے ٹہلتے ٹہلتے یکلخت رک کر اس طرح چھت کی طرف نمناک نظروں سے دیکھنے لگے جیسے قدرت سے ہمکلام ہوں۔ اس کے بعد ان کے چہرے پر تناؤ کی کیفیت نمودار ہوتی اور وہ دوبارہ ٹہلنے لگتے۔

آدھے گھنٹے سے وہ ان ہی متضاد کیفیتوں سے دوچار تھے پھر وہ اچانک چونکے' پلٹ کر دیکھا تو ابوالقاسم چٹائی پر ایک طرف سمٹا بیٹھا تھا۔ بابا رحیم کی نگاہوں میں کئی رنگ ایک ساتھ چھلک اٹھے۔ ایک ثانئے کے لئے وہ ابوالقاسم کو ٹٹولتی نظروں سے دیکھتے رہے پر اپنی جائے نماز کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔

"اس وقت کیسے آنا ہوا میرے رفیق ــــــ؟" انہوں نے بڑے نرم لہجے میں ابوالقاسم کو مخاطب کیا۔

"ادھر سے گزر رہا تھا۔ آپ کو بیدار دیکھ کر پرسش احوال کی خاطر آگیا۔" ابوالقاسم نے کہا۔ "میرا اندازہ ہے آپ اس وقت کچھ پریشان ہیں۔"

"بہت خوب ــــــ" بابا رحیم مسکرائے۔ "تم نے اب میرے دل میں جھانکنا بھی شروع کر دیا ہے ــــــ"

"جی نہیں ــــــ" ابوالقاسم نے تیزی سے پہلو بدل کر وضاحت کی۔ "میں نے محض اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔ میری اتنی مجال کہاں کہ آپ جیسے برگزیدہ اور پہنچے ہوئے بزرگ کے ساتھ قدم ملا کر بھی چل سکوں۔"

"اس وقت کہاں سے آ رہے ہو ــــــ؟" بابا رحیم نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"یونہی ٹہلنے کے ارادے سے نکلا تھا ——"

بابا رحیم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ ان کے نورانی چہرے پر سنجیدگی طاری ہونے لگی۔

"ابوالقاسم ——" انہوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں شکوہ کیا۔ "اب تم مجھے بھی باتوں میں اڑانے کی کوشش کرنے لگے ہو ——"

"آپ کو میری طرف سے شاید کوئی غلط فہمی ——"

"غلط فہمی ——" بابا رحیم کا چہرہ تمتما اٹھا۔ "تم بھول رہے ہو کہ میں تمہارے بزرگوں کی محفلوں میں شریک رہا ہوں' جب تم پیدا ہوئے تھے اس وقت دنیا کے ہنگاموں سے منہ موڑ چکا تھا۔ میرے اور تمہارے درمیان عمر کے فرق کے علاوہ جو فاصلے ہیں وہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں —— انہیں ایک ہی جست میں ختم کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"آپ کی خفگی کا سبب دریافت کر سکتا ہوں ——؟" ابوالقاسم آگ سے پیدا ہوا تھا اس لئے کسمسا کر رہ گیا۔

"تم اس وقت یہاں کس مقصد سے آئے ہو ——؟" بابا رحیم نے ابوالقاسم کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے دریافت کیا۔

"کیا آپ کو اس وقت میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے ——؟"

"بات ٹالنے کی کوشش مت کرو میرے عزیز ——" بابا رحیم بڑے ٹھوس لہجے میں بولے۔ "میں واقف ہوں کہ تم ہوا بن کر جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن تمہاری پرواز ذہن کی اڑان سے زیادہ تیز نہیں ہو سکتی۔"

"پھر آپ ہی بتا دیں کہ میں اس وقت یہاں کیوں آیا ہوں ——؟" ابوالقاسم نے مسکرا کر کہا۔

"ہنسی میں بات ٹالنے کی کوشش مت کرو ——" بابا رحیم کے چہرے پر جلال کی کیفیت ابھر آئی۔ "مجھے تعجب ہے کہ تم اپنی من مانی بھی کرتے ہو اور پھر مجھ سے مشورہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہو —— یہ تضاد کس لئے ہے؟؟"

"میں سمجھا نہیں ——"

"میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ مشیت ایزدی کے راستوں میں رخنہ اندازی سے لیکن تمہیں شاید میرا مشورہ پسند نہیں آیا ——"

"آپ کا اشارہ کس طرف ہے ——" ابوالقاسم نے بڑی معصومیت سے کیا۔

"میں ان شعلوں کی بات کر رہا ہوں ابوالقاسم جو کچھ دیر پیشتر اس مکروہ انسان ہانے لپکے تھے جو جہنم کے اذیت ناک راستوں کا مسافر ہے۔" بابا رحیم نے تیزی کہا۔ "کیا مجھے اس گرد و غبار کا حوالہ بھی دینا پڑے گا جو تم نے اس خبیث کو ں کرنے کی خاطر پیدا کیا تھا۔"

ابوالقاسم اس طرح چونکا جیسے اسے اپنی قوت سماعت پر شبہ ہو رہا ہو' وہ بابا ی بزرگی کو دل سے مانتا تھا لیکن ان کے ذہن کی قوت پرواز کا تجربہ اسے پہلی بار تھا۔ کچھ لمحے وہ حیرت سے بابا رحیم کو تکتا رہا پھر سنبھل کر بولا۔

"اگر آپ کو صورت حال کا علم ہو چکا ہے تو یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ وہ ی کا مشورہ تھا جو میرے آڑے آ گیا ورنہ میں اسے اپنی طاقت سے جلا کر راکھ ر بھی بنا سکتا تھا۔"

"یہی تمہاری بھول اور غلط فہمی ہے ——" بابا رحیم نے اس بار بڑی نا اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جس فیصلے میں اس کی مرضی کا دخل نہ ہمیشہ باطل ثابت ہوتے ہیں ——"

"آپ کا کیا خیال ہے میرے محترم۔" ابوالقاسم کے لہجے میں تیزی آ گئی۔ "کیا آدہ میرے مقابلے میں قدم جما کر کھڑا رہ سکتا ہے ——؟"

"بات مقابلے کی نہیں اس کی رضا کی ہے جس نے تمہیں آگ اور مجھے مٹی ا کیا۔" بابا رحیم نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا۔ "کل کیا ہونے والا ہے یہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم اس لئے لازم ہے کہ بندہ پھونک پھونک کر قدم اور جلدی میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اس کی پکڑ کا سبب بن

جائے ـــــ"

"میں آپ کی بزرگی کا احترام کرتا ہوں' آپ ہی کی نصیحتوں اور مشوروں کے سبب میں نے اس کمینہ خصلت مردود کو چھوڑ دیا لیکن میں جانتا ہوں کہ کسی موذی کو ایذا پہنچانے سے پیشتر سر کچل کر مار دینا کوئی گناہ نہیں ہے۔"

"لفظوں کے الٹ پھیر کو سمجھنے کی خاطر بڑے تجربے اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے میرے عزیز۔" بابا رحیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کی مصلحتوں کو سمجھنے کی خاطر انسان کو بہت گہرائی تک جانا ہوتا ہے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" ابوالقاسم نے قدرے الجھ کر کہا۔ "کیا وہ نطفہ بے تحقیق اب تک اپنی خباثتوں سے جو کچھ کر چکا ہے وہ قابل گردن زدنی نہیں ہے ـــــ؟ وہ کافر ہو کر مومنوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ان کے ایمان خراب کر رہا ہے اور ہم تماش بینوں کی طرح تالیاں بجاتے رہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ قادر مطلق مومنوں کا امتحان لے رہا ہو۔"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن میں اب اس ناہنجار کی گوش مالی کا ارادہ کر چکا ہوں۔"

"کیا تم میرا مشورہ بھی قبول نہیں کرو گے ـــــ؟"

"مجھے افسوس ہے میرے محترم ـــــ میں اس خبیث کے مقابلے میں اپنی ہار تسلیم نہیں کر سکتا۔" ابوالقاسم نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔

بابا رحیم نے تیز نظروں سے ابوالقاسم کو گھورا۔ قدرے درشت لہجے میں بولے۔ "اگر تم اس نابکار کے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ کر چکے ہو تو پھر میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی ـــــ جاؤ اور جو تمہارے جی میں آئے کرتے پھرو لیکن میری ایک بات کا خیال ضرور رکھنا جو کچھ تقدیروں میں رقم کیا جا چکا ہے اسے تمام دنیا کی طاقتیں مل کر بھی مٹا نہیں سکتیں۔"

"شرافت حسین ایک مہذب اور شریف خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ بنکا نے اسے اپنی کالی طاقتوں کے جال میں پھانس رکھا ہے اور آپ مجھے اس بدبخت کی سرکوبی

باز رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں اب تمہیں کسی بات کے لئے مجبور نہیں کروں گا ـــــ تم جو چاہو ـــــ"

ابوالقاسم پیچ و تاب کھاتا رہا۔ اس نے فوری طور پر بابا رحیم کی بات کا کوئی ب نہیں دیا۔

"اب کس بات کا تردد تمہیں پریشان کر رہا ہے ـــــ؟" بابا رحیم نے سپاٹ یں دریافت کیا۔

"آپ کی رفاقت مجھے بہت عزیز ہے میرے محترم لیکن آپ کو شاید میری قوت راز نہیں ہے ـــــ" ابوالقاسم کے لہجے میں تکبر آ گیا۔ "میرے ہاتھ کتنے دراز آپ ضرور واقف ہوں گے ـــــ"

"طاقت اور سرکشی میں بڑا فرق ہے۔"

"ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو دکھانا چاہوں گا کہ میں اس مردود ب چاہوں گلا گھونٹ کر جہنم رسید کر سکتا ہوں۔"

ابوالقاسم نے اپنا جملہ مکمل کر کے اپنا سیدھا ہاتھ آگے بڑھایا جو حیرت انگیز کے ساتھ دراز ہوتا ہوا بابا رحیم کے آستانے سے باہر نکل گیا۔ بابا رحیم نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ تسبیح کے دانوں پر ان کی انگلیوں کی گردش تیز ہو گئی۔ نے میں ناگوار خاموشی طاری رہی۔ ابوالقاسم اپنا سیدھا ہاتھ اٹھائے مسکراتا رہا پھر اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ کر آستانے کے اندر کیا تو بابا رحیم کی پیشانی شکن آلود ہو

ابوالقاسم نے اپنی مٹھی میں بنکا کے وجود کو ایک حقیر اور مختصر کھلونے کی مانند لھا تھا جو ہوا میں معلق ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ابوالقاسم نے بڑے فخر سے بابا رحیم ب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اجازت ہو تو جس طاقت کے ذریعہ میں نے اس بدذات کو کھلونا بنا کر اپنی ں جکڑ رکھا ہے۔ اسی قوت کا ایک اور مظاہرہ کر کے اس کو کسی حقیر کیڑے کی

طرح مسل کر خاک میں ملا دوں۔"

"اپنے دل کی اس حسرت کو بھی پورا کرلو ------" بابا رحیم جلال کی کیف میں بولے۔ "شاید قدرت اسی بہانے تمہاری آنکھوں پر بندھی پٹی کھولنا چا ہے------"

ابوالقاسم نے بابا رحیم کی جانب سے نظریں پھیر کر ننکا کے مختصر وجود کو دیکھ اس کے مٹھی میں دبا تڑپ رہا تھا اس کے ہونٹ چیخنے کے انداز میں بار بار کھل ر تھے لیکن اس کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ابوالقاسم ایک ثانئے کے لئے ن حقارت اور نفرت بھری نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے انگلیوں کی گرفت کو تی سے تنگ کرنا شروع کیا تو ننکا کی سرخ آنکھیں حلقوں سے ابل کر باہر آنے لگیں۔ بڑے کرب کی حالت سے دوچار تھا۔ موت اور زندگی کی کشمکش سے دوچار وہ ہاتھ مارتا رہا پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا آنکھوں سے زندگی کا تعلق ختم ہوا تو وہ ا حلقوں میں جم کر بے نور ہو گئیں۔ ابوالقاسم نے بند مٹھی کو دوچار جھٹکے اور دیئے ننکا کے وجود کو حقارت سے زمین پر ڈال دیا جو پوری طرح اکڑ چکا تھا۔

"آپ نے دیکھا میرے محترم ------" ابوالقاسم نے بابا رحیم سے مخاطب کر فخریہ انداز میں کہا۔ "یہ سرکش انسان اپنی حیثیت کو بھول کر اپنے گندے علم ا عمل پر گھمنڈ کر رہا تھا لیکن اب ایک عجوبے کی مانند اس دنیا سے کوچ کر گیا۔"

بابا رحیم نے کوئی جواب نہیں دیا ------ "حق اللہ" کا نعرہ لگا کر انہوں ہاتھ بڑھا کر زمین سے مٹی کی ایک چٹکی اٹھائی۔ منہ کے قریب لا کر دل ہی دل میں پڑھ کر اس پر پھونکا پھر اسے ننکا کے عجوبے کی جانب اچھال دیا۔ ننکا کے بے جان میں زندگی کے اثرات نمایاں ہونے لگے اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے وہ قلابازی کھا اٹھا اور پرواز کرتا ہوا آستانے سے باہر نکل گیا۔

ابوالقاسم اپنی جگہ سٹپٹا کر رہ گیا اس سے پیشتر اسے بابا رحیم کے کسی معجز چشم دید تجربہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر بابا رحیم کی سمت دیکھا۔

"تم اب جا سکتے ہو ابوالقاسم ------" بابا رحیم نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "

کچھ تمہاری نظروں نے دیکھا اسے بھول جاؤ' میں تم سے ایک درخواست اور کروں گا------ دوبارہ میرے آستانے میں اسی وقت داخل ہونا جب میں تمہیں یاد کروں۔"

جملے کے اختتام کے ساتھ ہی بابا رحیم نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ ابوالقاسم کچھ دیر تک انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا------!



گردوغبار کے بادل چھٹ جانے کے بعد ننکا کے فاتحانہ قہقہے کچھ دیر تک کمرے میں گونجتے رہے پھر یکلخت وہ سنجیدہ ہو گیا۔ اس کی سرخ سرخ نگاہیں کھلے ہوئے دروازے کی دوسری طرف کچھ تلاش کرتی رہیں۔ اس کے مکروہ چہرے پر بڑی گھمبیر سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔ اس کا جسم اس طرح ساکت تھا جیسے پتھر کا کوئی مجسمہ ہو' اس کی آنکھوں کے تاثرات بڑی تیزی سے بار بار تبدیل ہو رہے تھے۔

شرافت حسین کو ننکا کا قہقہہ لگانا پھر یکلخت خاموشی اختیار کر کے دروازے کی سمت نظریں جما دینا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا جو شعلے نمودار ہوئے تھے وہ یقیناً ننکا کو جلا کر راکھ کر دینے کے لئے تھے لیکن ننکا نے اپنے بچاؤ میں خاصی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ شرافت حسین کو اس بات کا علم تھا کہ انہیں خزانے تک پہنچنے کے دوران خوفناک اور ڈراؤنے حالات کا سامنا کرنا ہو گا مگر انہیں امید تھی کہ ننکا کی پراسرار کالی قوتیں راستے میں حائل ہونے والی بلاؤں کی سرکوبی کرتی رہیں گی۔ شعلوں کی مزاحمت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ثابت ہوئی جسے ننکا نے اپنی شیطانی طاقت سے ختم کر دیا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے وہ کسی نادیدہ قوت سے بار بار مخاطب ہو رہا تھا لیکن شرافت حسین نے اس کے علاوہ کسی اور کی آواز نہیں سنی تھی۔

"کیا بات ہے ننکا------" شرافت حسین نے تھوڑے توقف کے بعد سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم دروازے کی دوسری سمت اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"جو کچھ میری نظریں دیکھ رہی ہیں وہ تم نہیں دیکھ سکتے ------" ننکا نے

ہونٹ چباتے ہوئے بڑے ہی معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "کیا تم وشواس کرو گے کہ ننکا کا جسم گھٹتے گھٹتے کسی کھلونے کے انوسار چھوٹا ہو گیا تھا پھر ایک ہاتھ نے لپک کر اسے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور جان سے مار کر مٹی میں پھینک دیا۔۔۔۔۔"

"یہ۔۔۔۔ یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔۔؟" شرافت حسین نے حیرت سے پوچھا پھر لہجہ بدل کر بولے۔ "کہیں تم مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو۔۔۔۔؟"

"مرنے کے بعد میری آتما اور شریر کا بندھن بھی ٹوٹ گیا تھا پرنتو میں دوبارہ زندہ ہو گیا۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ اب تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔" ننکا نے بدستور سنجیدگی سے اپنی بات جاری رکھی۔ "کوئی شکتی ایسی ہے جو میرا راستہ کھوٹا کرنے کے جتن کر رہی ہے۔۔۔۔"

"کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سچ ہے؟" شرافت نے کہا۔

"مجھے تم سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔؟" ننکا نے ناگوار انداز میں جواب دیا۔ اس کی نگاہیں بدستور خلا میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

"اس کا اندیشہ تو بچے کے سائے نے بھی ظاہر کیا تھا کہ خزانہ حاصل کرنے کے دوران ہمیں ناقابل یقین حالات سے گزرنا ہو گا۔" شرافت حسین نے کہا پھر دبی زبان میں پوچھا "کیا تم شعلوں کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے۔۔۔۔؟"

"بالک کی چھایا نے جو کچھ کہا تھا وہ اور بات تھی مگر اب جو کچھ میری نظریں دیکھ رہی ہیں وہ تم نہیں سمجھ سکو گے۔" ننکا نے سپاٹ آواز میں کہا۔ اس کی نگاہوں میں سرخی کا رنگ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

"کیا۔۔۔۔ ہمیں واپس لوٹنا پڑے گا۔" شرافت حسین نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا تو ننکا کی تمام خباثتیں پھر بیدار ہو گئیں۔ اس نے شرافت حسین کو سحر آلود نظروں سے گھورا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"میری سنجیدگی کا غلط مطلب مت نکالو سرکار۔۔۔۔ ننکا نے جیون میں کسی کے آگے نظریں نیچی کرنا اور سر جھکانا نہیں سیکھا۔ میں نے خزانے کے لئے جو پاپڑ بیلے

ہیں اس کا سواد (مزہ) پوری طرح لئے بنا واپس نہیں لوٹوں گا۔ تم چنتا نہ کرو، وشواس رکھو۔ کوئی شکتی ہمارے راستے کی دیوار نہیں بن سکتی۔۔۔۔ بس اتنی پرارتھنا کرو کہ ایک بار وہ میری نظروں میں آ جائے۔"

"کیا تم ابھی تک اس کا سراغ نہیں لگا سکے۔۔۔۔؟" شرافت حسین نے تھوڑے تامل سے پوچھا۔

"دھیرج رکھو سرکار۔۔۔۔" ننکا نے اس بار لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "وہ جو کوئی بھی ہے بہت جلد سامنے آ جائے گا۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" شرافت حسین نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا ہمیں آگے جانے کے لئے کوئی اور راستہ اختیار کرنا پڑے گا؟"

"راستے بھی صاف ہو جائیں گے شرافت بھائی۔" ننکا نے اس بار بے تکلفی سے کہا۔ "ہم جس راستے پر قدم اٹھا چکے ہیں اسے کائروں (بزدلوں) کی طرح بدلیں گے نہیں لیکن ہمیں اس کمرے میں کچھ دیر رکنا پڑے گا۔ آگے جانے سے پہلے اپنے چاروں اور ایسی دیوار کھڑی کرنی ہو گی کہ پھر کوئی چھوٹی موٹی شکتی اس سے ٹکرائے تو جل کر بھسم ہو جائے۔۔۔۔"

شرافت حسین، ننکا کے ساتھ ہی فرش پر بیٹھ گئے۔ ننکا کی گفتگو انہیں اس وقت بڑی پراسرار لگی تھی لیکن اب ان کے پاس سوچنے یا کسی متبادل فیصلے کا وقت نہیں تھا۔ ایک بار جو قدم آگے بڑھا چکے تھے۔ اسے درمیان سے واپسی کے ارادے سے موڑنا ان کے اختیار میں نہیں تھا۔ کچھ دیر تک وہ ننکا سے باتیں کرتے رہے پھر آرام کرنے کی غرض سے چرمی تھیلا سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گئے۔ ننکا نے آلتی پالتی مار کر کوئی جاپ شروع کر دیا تھا۔ خاصی دیر تک وہ آنکھیں بند کئے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا پھر اس کے کانوں میں سرسراہٹ کی آواز ابھری تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ رادھیکا ناگن کے روپ میں کمرے میں موجود تھی۔

"اب کس کارن یاد کیا ہے مجھے۔۔۔۔؟" اس نے زبان لپلپاتے ہوئے پوچھا۔

"میری دوسری اچھا یہ ہے کہ اب تم ایک سندری کے روپ میں میرے ساتھ ساتھ رہو گی۔" نکا نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "اس وقت تک جب تک ہم خزانے تک نہ پہنچ جائیں ———"

ناگن نے بگڑے ہوئے تیور سے دو تین بار سر اٹھا کر زمین سے ٹکرایا پھر لوٹ پوٹ کر رادھیکا کا خوبصورت اور حسین روپ اختیار کرتے ہوئے بولی۔

"تمہیں مجھے اپنے ساتھ رکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ کیا تم اس شکتی سے خوفزدہ ہو جس نے پہلی بار تم سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے ———؟"

"تم سندر بھی ہو اور سمجھ دار بھی۔" نکا نے اس کے جسم پر نظر ڈالتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس بات کو من سے نکال دو رادھیکا رانی کہ نکا کسی سے ڈر کر بھاگ سکتا ہے۔ میں کیول یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ رہ کر اس پر نظر رکھو اور دوسری بار اگر وہ راستے میں آئے تو تم اسے اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آؤ' اس کے بعد میں دیکھ لوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے ———"

رادھیکا نے خاموش رہ کر شرافت حسین کی طرف دیکھا جو آہستہ آہستہ خراٹے لے رہے تھے۔

"اس کی چنتا مت کرو ———" نکا نے اس کی نگاہوں کا مفہوم بھانپتے ہوئے کہا "میں نے پہلے ہی اس کی نظروں کے سامنے ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ یہ نہ تمہیں دیکھ سکتا ہے نہ ہمارے درمیان ہونے والی باتیں سن سکتا ہے۔"

"میں تمہاری خواہش پوری کرنے پر مجبور ہوں لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اس شکتی کو نہیں دیکھ سکتی جو تمہارے راستے میں روڑے اٹکائے گی ———"

"گھبراؤ نہیں میرے سپنوں کی رانی ——— میں تمہارے شریر کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔" نکا نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "رہا اس شکتی کا معاملہ تو تمہیں میرے اشارے پر اس کے پیچھے جانا ہو گا ———"

"تم نہیں جانتے ——— اگر میں نے اس کا کھوج لگانے کی کوشش کی تو میری جان کو بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے" رادھیکا نے دبی زبان میں کہا "وہ مجھے زندہ نہیں

چھوڑے گا ———"

"تم بھول رہی ہو کہ میں نے ایک بار تمہارا جیون نہ بچایا ہوتا تو تم اس سمے یہاں نہ ہوتیں ———" نکا یکلخت سنجیدہ ہو گیا "تمہیں اپنے دیئے ہوئے وچن کے انوسار ہر قیمت پر میری آگیا کا پالن کرنا ہو گا ——— ایک بات اور سن لو رادھیکا رانی' مجھ سے دھوکہ کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ایسا سراپ دوں گا کہ تمہاری آتما کو بھی کبھی سکھ چین نصیب نہیں ہو گا اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اب تمہارے ڈسنے کا اثر بھی میرے شریر پر نہیں ہو گا ———"

رادھیکا نے گھور کر نکا کو تیز نظروں سے دیکھا لیکن نکا نے مسکرا کر منہ پھیر لیا پھر وہ بھی پاؤں پھیلا کر زمین پر لیٹ گیا۔ رادھیکا اپنے دوسرے روپ میں بھی ناگن ہی کی طرح بل کھا رہی تھی ———!

دوسری صبح ان کا سفر پھر شروع ہوا۔ رادھیکا عورت کے روپ میں ساتھ تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے نکا کی دوسری شرط گراں گزری تھی۔ وہ انسانی روپ میں نکا کے مکروہ قرب سے دل برداشتہ نظر آ رہی تھی۔ نکا نے اس کے تیور بھانپ لئے تھے لیکن جان بوجھ کر انجان ہی بنا رہا' خزانے تک پہنچنے سے پیشتر وہ رادھیکا سے کسی قسم کا ٹکراؤ نہیں چاہتا تھا۔

شرافت حسین اپنی نیند مکمل کرنے کے بعد تازہ دم دکھائی دے رہے تھے۔ سفر کا سلسلہ اسی دروازے سے شروع ہوا جہاں گزشتہ رات پراسرار اور بھیانک شعلوں نے نکا کی پیش قدمی روک دی تھی۔ دروازے کی دوسری جانب جو کمرہ تھا اس میں پرانے زمانے کے فرنیچر اور دوسرے کاٹھ کباڑ جمع تھے۔ اس کمرے کو عبور کرنے کے بعد انہیں غلام گردش نما ایک راستے سے گزرنا پڑا تھا' نکا خلاف توقع سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ شاید رادھیکا کی موجودگی میں وہ اپنے دل کا کوئی راز افشا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن شرافت حسین اس کی خاموشی کا کچھ اور مطلب اخذ کر رہے تھے۔

خزانے کی تلاش کی مہم پر روانگی سے پیشتر نکا پوری طرح چاق و چوبند اور پراعتماد تھا' اس نے بڑے دعوئ سے کہا تھا کہ خزانے تک پہنچنے میں اسے کوئی دشواری

پیش نہیں آئے گی۔ وہ اپنی کالی قوتوں سے ان پراسرار رکاوٹوں کو دور کرنے کا عزم کر چکا تھا جو مقتول بچے کی پرچھائیں کے علاوہ اسے اپنے ذرائع سے بھی معلوم ہوئی تھیں۔ شرافت حسین اپنی آنکھوں سے ننکا کی خوفناک اور حیرت انگیز طاقت کا کرشمہ دیکھ سکتے تھے لیکن شعلوں کے مقابلے میں ننکا کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ کوئی دوسری طاقت اس کا راستہ روکنے کی درپے ہے مگر وہ طاقت کیا تھی؟ کس کی تھی اور کیا چاہتی تھی؟ ننکا کی باتوں سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

غلام گردش سے گزر کر وہ ایک دروازے کے قریب پہنچے جو اندر سے بند تھا۔ ننکا نے دروازے کے قریب جا کر دوسری جانب کی سن گن لینے کی کوشش کی پھر ہاتھ کے اشارے سے شرافت حسین کو خاموش رہنے کی تاکید کی۔ کمرے کے اندر سے لوگوں کی آپس میں باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"تم تو خواہ مخواہ اپنے ساتھ ساتھ ہماری بھی راتوں کی نیندیں حرام کر رہے ہو" ایک مردانہ آواز ابھری وہ اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا "دو ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہمیں رات رات بھر جاگتے لیکن ابھی تک کوئی چڑیا کا بچہ بھی ادھر نہیں آیا۔"

"بری گھڑی اور برا وقت کبھی آواز دے کر نہیں آتا" دوسرے نے سنجیدگی سے کہا "جب تک اوپر سے کوئی دوسرے احکام نہ موصول ہوں ہمیں اپنی ڈیوٹی سے غفلت نہیں برتنا چاہئے ——"

"تم دونوں اپنی بیکار کی بحث میں پڑے ہو اور میں کچھ اور سوچ رہا ہوں" تیسری آواز ابھری

"وہ کیا ——؟"

"ہم تینوں خزانے کے سب سے قریب ہیں لیکن صرف اس کی حفاظت کی خاطر اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب ——؟"

"مطلب بہت صاف ہے میرے دوستو ——" بولنے والے نے سرسراتے

لہجے میں کہا۔ "تہ خانہ جہاں سے گزر کر خزانے کا راستہ جاتا ہے ہمارے علم میں ہے۔ ہمیں اس کی چوکیداری کے احکام ملے ہیں تاکہ کوئی دوسری پارٹی یہاں سے گزر کر تہ خانے میں داخل نہ ہو سکے لیکن ذرا ٹھنڈے دل اور دماغ سے سوچو —— کیا کوئی ہم سے باقاعدہ اجازت لینے کے بعد آگے جائے گا۔ خود تم نے ابھی اقرار کیا ہے کہ بری گھڑی اور برا وقت کبھی آواز دے کر نہیں آتا —— ذرا سوچو اگر برا وقت آگیا تو ہم تینوں کا انجام کیا ہو گا۔ دردناک موت۔ ہماری لاشیں اس کمرے میں خون میں لتھڑی بے ترتیب پڑی ہوں گی اور خزانے کی تلاش میں آنے والے جنونی افراد ہماری لاشوں کو پھلانگتے ہوئے تہ خانے سے گزر کر خزانے تک پہنچ جائیں گے ——"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو ——؟" دوسرے نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"خزانے پر پہلا حق ہمارا ہے —— ہر شخص کی زندگی میں ایک ایسا موقع ضرور آتا ہے جو اسے زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے جو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ہمیشہ آرام کرتے ہیں اور عیش سے زندگی بسر کرتے ہیں۔"

"ایک بار میرے ذہن میں بھی خزانے کو حاصل کرنے کا خیال ابھرا تھا لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ ——؟"

"ہاں —— میں نے بزرگوں سے سن رکھا ہے کہ جب کوئی خزانہ طویل عرصے تک زمین میں دفن رہے تو خوفناک بلائیں ان پر اپنا قبضہ جما لیتی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ خزانے جیودھاری (جان لینے والے) بن جاتے ہیں۔"

"موت تو برحق ہے میرے دوست۔" پہلے نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "مہم جوئی میں تو خطرات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ گولیوں سے چھلنی ہونے سے تو بہتر ہے کہ خزانے کی تلاش میں ——"

"نہیں —— میں تم دونوں کو اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ یہ مت بھولو کہ

میں تمہارا انچارج ہوں۔"

نکا نے اس سے آگے سننے کی کوشش نہیں کی' وہ تیزی سے پلٹ کر شرافت حسین کے قریب آگیا۔

"ہم اب خزانے کے قریب پہنچ گئے ہیں" اس نے سرگوشی کی "اگلے کمرے میں تین مسلح افراد پہرے پر موجود ہیں۔ خزانے تک جانے کی خاطر ہمیں ان تینوں کو نرک میں جھونکنا ضروری ہے اس کے بعد ہم اس تہہ خانے کو بھی تلاش کرلیں گے جو ہمارے سپنوں کی منزل ہے' جہاں وہ دھن دولت دفن ہے جسے ابھی تک کوئی منش تلاش نہیں کرسکا۔"

"کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم پہرے داروں کو اپنے راستے سے ہٹانے سے پہلے ان سے تہہ خانے کا خفیہ راستہ بھی معلوم کرلو۔" شرافت حسین نے تجویز پیش کی۔ "ظاہر ہے کہ اس تہہ خانے کے راستے میں کچھ بھول بھلیاں بھی ضرور ہوں گی۔"

"میں بھی یہ سوچ رہا تھا" نکا نے سرسراتے لہجے میں کہا پھر اس نے پرخیال انداز میں خلا میں گھورتے ہوئے دل ہی دل میں رادھیکا کو مخاطب کیا جو ابھی تک دل گرفتہ نظر آرہی تھی ------ "تمہاری پریکشا کا سمے آگیا ہے رادھیکا رانی۔ ساتھ والے کمرے میں تین مورکھ ہمارا راستہ روکنے کے کارن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ تمہیں ناگن کا روپ دھار کر انہیں جیون کی قید سے آزاد کرنا ہوگا۔ پرنتو اس سے پہلے ان سے تہہ خانے کا کھوج بھی معلوم کرنا ہے جہاں راجے مہاراجوں کی دھن دولت تمہارے اس پریمی کی راہ تک رہی ہے------"

"مجھے دھن دولت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے------" رادھیکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں------ تم تو خود ایک کومل دھن ہو" ایک لمحہ کے لئے نکا کی نگاہوں میں نشہ سا چھلکا لیکن دوسرے ہی پل وہ بڑی روکھی آواز میں بولا "میں نے جس کارن تمہیں ساتھ رکھا ہے وہ تو تمہیں اوش معلوم ہوگا------"

"ہاں' میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں کیا ہے؟" رادھیکا نے بل کھا کر معنی خیز لہجے میں کہا۔ "پر تم بھی یاد رکھنا کہ یہ تمہاری تیسری اچھا (خواہش) ہے جس کے بعد کیول ایک اور خواہش پوری کرنے کے بعد میں آزاد ہو جاؤں گی۔"

"اتنی ویاکل مت ہو------" نکا سرد آواز میں بولا "میں سمجھ رہا ہوں کہ اپنے دیئے ہوئے وچن کے پالن کے بعد تمہارا ہمارا گٹھ جوڑ ختم ہو جائے گا------"

"ایک بار پھر سوچ لو------" رادھیکا نے نکا کی آنکھوں میں تیرنے والی سرخی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "رادھیکا نے ابھی تک تمہارے ساتھ کوئی چھل کپٹ نہیں کی لیکن------"

"سمے برباد مت کرو رادھیکا رانی------" نکا نے بگڑے ہوئے تیور سے اس کی بات کاٹی۔ بڑے خشک لہجے میں بولا "میری آگیا کا پالن کرو------ اسی میں تمہاری مکتی ہے------"

رادھیکا نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ناگن کا روپ دھارا اور فرش پر رینگتی بل کھاتی دروازے کے جھری سے دوسری طرف چلی گئی۔ نکا کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے رادھیکا کے جانے کے بعد شرافت حسین سے کہا۔

"بس کچھ دیر کی بات ہے سرکار' میرے منتر کے بیر بہت جلد ہمارا راستہ صاف کردیں گے۔ اس کے بعد ہماری منوکامنائیں اوش پوری ہوں گی۔ جو خزانہ حاصل ہوگا وہ ہم آدھا آدھا بانٹ لیں گے پھر یہ سیوک ہاتھ باندھ کر آپ سے ایک انمول چیز مانگنے کی ہمت کرے گا------"

"خون آلود روئی------" شرافت حسین نے چونک کر اپنے شبہے کا اظہار کیا۔

"ہاں سرکار------" نکا نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "بالک کی آتما کو چراغ کی روشنی پر بلانے کا جنتر منتر اس دھرتی پر میرے سوا اور کسی کو نہیں معلوم------ اس منتر کے بغیر خون کی بتی سے دیئے کو جلانا خطرناک ہوگا۔ میں نے

یہ بات ایک بار پہلے بھی آپ سے کہی تھی ------"

"یاد ہے مجھے ------" شرافت حسین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر بات بناتے ہوئے آہستہ سے بولے "پہلے خزانہ ہاتھ آ جائے اس کے بعد میں تمہاری دوسری بات پر بھی ضرور غور کروں گا------"

"بڑی کرپا ہو گی اس سیوک پر------" ننکا زہرخند سے بولا پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ایک لمحے تک وہ کسی بے جان بت کی طرح اپنی جگہ ساکت ہو گیا پھر دوسری بار اس نے آنکھیں کھولیں تو رادھیکا اس کے سامنے موجود تھی۔

"کیا رہا ------؟" ننکا نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میں نے تمہاری تیسری خواہش بھی پوری کر دی ------" رادھیکا نے بل کھا کر کہا۔ "تمہارا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ میں نے ان تینوں کو ڈسنے سے پہلے تہہ خانے کا خفیہ راستہ بھی معلوم کر لیا ہے لیکن ------"

"تم تہہ خانے میں ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی۔" ننکا اس کا جملہ کاٹ کر بولا "یہی بتانا چاہ رہی تھیں نا ------؟"

"ہاں ------" رادھیکا نے حیرت سے ننکا کو گھورتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

"شیش ناگ کی پجارن ہو اس لئے میرے ساتھ اس کے سامنے جانے سے ڈرتی ہو------"

"ہاں------ میں انکار نہیں کروں گی------"

ننکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی بڑی بڑی سرخ اور خوفناک نگاہوں میں پراسرار سائے لہرانے لگے۔ اس نے رادھیکا کے خوبصورت جسم کو غور سے دیکھا پھر شرافت حسین کا ہاتھ تھام کر دروازے کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ دروازے سے گزر کر وہ دوسری طرف داخل ہوئے تو شرافت کو پھر حیرت سے دھچکا لگا۔ فرش پر تین پہرے داروں کی اکڑی ہوئی لاشیں موجود تھیں' ان کے جلد کی رنگت نیلی پڑ چکی تھی اور منہ سے گاڑھا گاڑھا جھاگ نکل رہا تھا۔

"انہیں کسی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے ------" انہوں نے ننکا سے پوچھا

"کیا یہ سب تمہارے منتر کے موکلوں نے کیا ہے ------؟"

"آم کھانے سے مطلب رکھو سرکار ------ گٹھلی گننے کی چنتا میں مت پڑو" ننکا کے انداز میں خودنمائی کا عنصر شامل تھا۔

"کیا تم نے خفیہ تہہ خانے کا راستہ بھی معلوم کر لیا ہے------؟"

ننکا معنی خیز انداز میں مسکرا کر رہ گیا پھر اس نے شرافت حسین کا ہاتھ تھام لیا اور اس راستے پر آگے بڑھنے لگا جس پر رادھیکا کی پراسرار شخصیت رہنمائی کر رہی تھی۔ تقریباً" پندرہ منٹ تک وہ خاموشی سے قدم بڑھاتے رہے پھر ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جہاں کسی دیوی کا قد آور اور بھاری بھرکم مجسمہ موجود تھا۔

"بھوانی' تیرا سیوک تیرے چرنوں میں موجود ہے ------" ننکا نے ہاتھ باندھ کر بڑی عقیدت سے کہا "تیری شکتی اپرم پار ہے تیرا اشارہ ہو تو سیوک تیرے چرنوں میں اپنا جیون بھی بلیدان کر سکتا ہے------"

شرافت حسین خاموشی سے اس دیوی کے بت کو دیکھ رہے تھے جو زمین سے سات آٹھ فٹ ضرور بلند رہا ہو گا اسی اعتبار سے اس کا پھیلاؤ بھی تھا۔ ہو سکتا ہے کبھی اس بت کی پرستش بھی کی جاتی ہو اور اس کے خدوخال بھی رنگ و روغن کی چمک دمک سے خوبصورت نظر آتے ہوں لیکن اس وقت وہ سال خوردہ مجسمہ بڑا گرد آلود تھا۔ رنگ پھیکے پڑ جانے کے علاوہ اس میں کچھ ٹوٹ پھوٹ بھی واقع ہوئی تھی جس نے اس کی موجودہ ہیئت کو بڑا خوفناک اور ڈراؤنا بنا دیا تھا۔ ننکا ہاتھ باندھے بت کے سامنے کھڑا اس کی طاقت اور عظمت کے قصیدے پڑھ رہا تھا اور بار بار اپنے جسم کو آگے کی جانب جھکا کر ڈنڈوت کر رہا تھا۔

مجسمے کو ایک گول چبوترے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ کمرے میں بھوانی کے مجسمے کے علاوہ چاروں طرف دیواروں پر بھی دیوی اور دیوتاؤں کے عجیب خلقت نقش ابھرے ہوئے تھے۔ ہندوؤں کے دور حکومت میں ان کی نگہداشت یقیناً بڑی عقیدت اور احترام سے کی جاتی ہو گی۔ خاص طور پر ان کی دیکھ بھال اور صاف ستھرا رکھنے کی خاطر نوخیز پجارنیں اور داس مقرر ہوں گے لیکن انگریز سرکار نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی

تھی جس کے سبب وہ کمرہ عبادت گاہ کے بجائے پراسرار بھوت گھر نظر آ رہا تھا۔

رادھیکا مجسمے کے دائیں جانب کھڑی ننکا کو دیکھ رہی تھی۔ وہ پوجا پاٹ سے فارغ ہوا تو رادھیکا نے بھوانی کے کاندھوں پر بل کھاتے سانپوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ——— "اس ناگ کو پوری قوت سے تین بار آگے پیچھے کرنے سے دیوی کے چرنوں میں بنا ہوا تہہ خانے کا خفیہ راستہ ہمارے لئے کھل جائے گا لیکن میں اس سے آگے تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گی۔"

ننکا کی آنکھیں یکلخت چمک اٹھیں۔ اس نے بڑے فاتحانہ انداز میں نظریں گھما کر شرافت حسین کی طرف دیکھا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آگے بڑھا اور مطلوبہ سانپ کے پھن پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ شرافت حسین اسے حیرت اور تعجب سے گھور رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ننکا نے دیوی کے مجسمے کے بے جان سانپ کو کیوں جکڑ رکھا تھا لیکن جب ننکا نے اس سانپ کو تین بار آگے پیچھے کیا تو شرافت کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ دیوی کا قد آور بت جس چبوترے پر بنا تھا اس کے بائیں جانب کا ایک چوکور حصہ ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اصلی سطح سے اوپر ہو کر ایک جانب کھسک رہا تھا۔

"بھوانی کی جے ———" ننکا نے اپنی مسرت کے اظہار کے طور پر پھر ایک نعرہ بلند کیا پھر شرافت حسین سے بولا "تہہ خانے کا راستہ ہمارے سامنے ہے——— یہاں تک ابھی کوئی نہیں پہنچ سکا تھا' اب راجے مہاراجوں کی دھن دولت اور تمام خزانے پر ہمارا قبضہ ہو گا۔"

شرافت حسین کوئی جواب دینا چاہتے تھے کہ اچانک مقتول بچہ یکلخت ان کے سامنے نمودار ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی ویرانی نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر موت کے سائے لرز رہے تھے۔ ایک لمحے تک وہ ٹکٹکی باندھے شرافت حسین کو دیکھتا رہا پھر سپاٹ آواز میں بولا۔

"آج میں تم سے پانی کی بھیک نہیں مانگوں گا اس لئے کہ آج تم موت اور زندگی کے اس دہانے پر کھڑے ہو جہاں مستقبل کے گھپ اندھیروں نے تمہیں گھیر

رکھا ہے۔ تقدیر کے فیصلوں کو تدبیر نہیں بدل سکتی۔ ہوس کی لپیٹ میں آیا ہوا شخص بڑا مجبور اور بےبس ہوتا ہے۔ اس بچے کی طرح جو انگاروں کو کھلونا سمجھ کر ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے پھر چھالے پڑ جانے کے بعد روتا اور بلکتا رہتا ہے۔ بلبلانے لگتا ہے اور قدرت اس کی دراز رسی کو کھینچ لیتی ہے——— تمہاری رسی کی درازی بھی اب ختم ہونے والی ہے۔"

شرافت حسین حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس بچے کو دیکھتے رہے جسے انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے بھوکا پیاسا رکھ کر خون آلود روٹی کی خاطر بے رحمی سے ذبح کر دیا تھا۔ وہ اس بچے سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ مرنے کے بعد وہ کسی بھیانک سائے کی طرح ان کا تعاقب کیوں کر رہا ہے لیکن ان کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ کسی نادیدہ قوت نے جیسے ان کے ہونٹ جکڑ رکھے تھے۔ "اندھیرے اور اجالوں کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے شرافت حسین!" بچے نے بڑی حسرت بھری آواز میں کہا "تمہاری بربادی کا سفر اسی وقت شروع ہو گیا تھا جب تم نے مجھے پانی دینے کے بجائے میرا دل چیر کر خون حاصل کیا تھا۔ اب تم اسی سفر کی آخری منزل پر کھڑے ہو۔ میں آج تمہیں الوداع کہنے آیا ہوں آخری بار———"

شرافت حسین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے۔ ننکا' شرافت حسین کی بدلتی کیفیت کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ رادھیکا اپنی جگہ کھڑی کسمسانے لگی۔ وہ بڑی تیزی سے نظریں گھما پھرا کر پریشان انداز میں اس طرح چاروں طرف دیکھ رہی تھی جیسے کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"میرے پاس وقت کم ہے شرافت حسین!" بچے نے روکھے لہجے میں کہا "ایک دن تم نے ہوس کی لالچ میں قصائی بن کر بڑی سنگدلی سے میرے سوکھے حلق پر چھری پھیری تھی۔ میں نے طے کیا تھا کہ تمہیں زندگی کی آخری سرحدوں تک تڑپاتا رہوں گا لیکن آج میں تم سے ایک آخری درخواست کرنے آیا ہوں' جہاں کھڑے ہو وہیں سے واپس لوٹ جاؤ۔"

"تم میری نظروں کا فریب ہو——" شرافت حسین نے دل ہی دل میں کہا۔ "تم اس معصوم بچے کی شکل اختیار کر کے میرا راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہو —— تم کوئی گندی روح ہو جو ہمیں خزانے تک پہنچنے سے باز رکھنا چاہتی ہے۔ میں تمہارے مکر کے جال میں نہیں آؤں گا——"

"آنکھیں رکھتے ہوئے اندھوں جیسی باتیں کر رہے ہو؟" بچے کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ "کیا تم ایمان اور کفر کے درمیان تمیز بھی نہیں کر سکتے؟"

"میری نگاہوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ ورنہ میں ننکا سے تمہارے بارے میں بتا دوں گا۔ اس کی پراسرار شیطانی قوتیں تمہیں جلا کر راکھ کر دیں گی——"

"جلنے کا عمل تو شروع ہو چکا ہے۔ اب راکھ ہونا باقی رہ گیا ہے۔" بچے نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"شرافت بھائی ——" اچانک ننکا نے بڑی سنجیدگی سے شرافت حسین کو مخاطب کیا "یہ تم اتنے غور سے آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہے ہو——؟"

"میں جا رہا ہوں——" بچے نے سپاٹ لہجے میں کہا "آخری بار تمہیں سنبھلنے کا اشارہ کر رہا ہوں کہ اپنے قدموں کو واپسی کے راستوں پر موڑ دو ورنہ تمہارا انجام بڑا عبرتناک ہو گا۔ میری بات ذہن میں رکھنا۔ کل تم نے ایک معصوم بچے کو اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر بے دردی سے قتل کیا تھا تو تمہیں انجام کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کہ وہ تمہاری اولاد نہیں تھی —— لیکن جب تمہارے اعمال کی سزا تمہاری اپنی اولاد کو ملے گی تو کرب سے بلبلاؤ گے۔ موت بھی تم سے نفرت سے منہ موڑے گی۔ تمہارا انجام——"

ننکا نے شرافت حسین کو خاموش دیکھ کر دوبارہ آواز دی۔ شرافت حسین کو نظر آنے والا بچہ بھی اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا یوں لگ رہا تھا۔ جیسے کسی غیبی طاقت نے اس کی آواز حلق کے اندر ہی گھونٹ دی ہو۔ پھر وہ اچانک نظروں سے غائب ہو گیا تو شرافت حسین نے ننکا کی سمت دیکھا۔

"کہاں گم ہو گئے تھے سرکار ——" ننکا نے بے حد سنجیدگی سے دریافت کیا

تم کچھ ویاکل دکھائی دیتے ہو ——"

"ہاں ——" شرافت حسین نے بات بنانے کی کوشش کی "خزانے کے حصول کے احساس نے میرے خون کی گردش تیز کر دی ہے۔"

"دھیرج رکھو —— ہمارے سپنے اوش پورے ہوں گے" ننکا نے مسکرا کر جواب دیا پھر نظریں گھما کر اس نے رادھیکا کی جانب دیکھا جو ابھی تک خلاؤں میں ادھر ادھر کچھ تلاش کر رہی تھی۔

"تم نے تہہ خانے تک راستہ دکھا کر میری تین باتیں پوری کر دی ہیں۔" ننکا نے عجیب معنی خیز انداز میں کہا "پرنتو ابھی میری ایک اچھا باقی ہے —— اس کے بارے میں میں خزانہ حاصل کرنے کے بعد تمہیں آخری بار اسی سندر اور کٹیلے روپ میں دیکھنا پسند کروں گا۔"

"مجھے یاد ہے کہ اب کیول ایک بار مجھے تمہاری آگیا کا پالن اور کرنا ہو گا——" رادھیکا نے بل کھا کر کہا "پرنتو ایک بات یاد رکھنا کہ میں شیش ناگ مہاراج کی داسی ہوں۔ میرا شریر میری آتما میرا سب کچھ شیش ناگ مہاراج کا ہے۔ اپنے من میں میرے لئے کوئی میلا خیال کبھی نہ لانا——"

"سپنے ادھورے رہ جائیں تو منش اندر سے بڑا سونا سونا محسوس کرتا ہے رادھیکا رانی!" ننکا نے سرسراتی آواز میں کہا پھر یکلخت اس کی آواز میں کھردار پن ابھر آیا —— "تم نے کہا تھا کہ کوئی اور شکتی بھی میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کرے گی"

"ہاں——" رادھیکا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ شکتی تمہیں نظر نہیں آئے گی۔"

"کیا مطلب——" ننکا چونکا "کیا تم اسے دیکھ چکی ہو ——؟"

"نہیں ——" رادھیکا نے جلدی سے کہا "میں بھی اس شکتی کو نہیں دیکھ سکی لیکن جو کچھ میں نے کہا تھا وہ جھوٹ نہیں تھا' وہ جو بھی ہے' آخری سے تک تمہاری راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتا رہے گا۔"

نکا نے جواب میں صرف معنی خیز انداز میں مسکرانے پر اکتفا کیا' اس کے ان
میں تکبر اور اعتماد کی ملی جلی کیفیتیں موجود تھیں پھر اس نے شرافت حسین کا ہا
تھاما اور تہہ خانے میں جانے کی خاطر اس خلا کی طرف قدم اٹھانے لگا جو چبوترے :
پیدا ہوئی تھی ——!



مارٹینا اس وقت اپنی کوٹھی کی خوابگاہ میں بڑی بے چینی سے ٹہل رہی تھی' ٹہلتے ٹہلتے رک کر وہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہوا گلاس اٹھا کر شراب کے ایک دو گھونٹ لیتی پھر دوبارہ دبیز قالین کی سینہ کوبی شروع کر دیتی۔ کبھی اس کی آنکھوں میں ایسی چمک پیدا ہوتی جیسے الجھی ہوئی ڈور کا کوئی سرا اس کے ہاتھ آ گیا ہو لیکن دوسرے ہی پل اس کی خوبصورت نگاہوں میں اداسی کی تلچھٹ تیرنے لگتی۔

ضمانت پر رہا ہونے کے بعد وہ سیدھی اپنی کوٹھی پر آئی تھی۔ اس کے وکیل نے خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ جب تک ہنری ازخود اس سے رابطہ کی خاطر پہل نہ کرے وہ اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرے۔ وکیل نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی تھی لیکن مارٹینا سمجھ رہی تھی کہ مارٹن ڈگلس کے قتل کے کیس میں صرف ہنری کا بیان عدالت میں سب سے زیادہ اہم ہو گا۔ ہنری کے سابقہ بیان کی روشنی میں ہی پولیس نے مارٹینا پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت کی تھی اور اب ہنری کے بیان پر ہی اس کی زندگی اور موت کا انحصار تھا۔

ایک گھنٹے قبل فون پر مارٹینا اور اس کے وکیل کے درمیان طویل گفتگو ہوئی تھی۔ وکیل نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اسے پھانسی کے پھندے سے ضرور بچا لے گا' اس کے لئے اسے بھری عدالت میں ہنری کے کردار کو داغدار ثابت کرنا ہو گا اپنے مقصد میں کامیابی کی صورت میں وہ یہ بات جج اور جیوری کے ذہنوں میں بٹھا سکتا تھا کہ ہنری نے محض اپنی عیاشی کو جاری رکھنے کی خاطر ایک جامع منصوبے کے تحت مارٹینا کو پھنسانے کی کوشش کی تھی ——— آلہ قتل پر مارٹینا کی

انگلیوں کے نشانات کے سلسلے میں وہ کئی جواز پیش کر سکتا تھا لیکن بنیادی مسئلہ یہی تھا کہ وہ کسی طرح ہنری کے کردار کو پوری طرح مسخ کر کے عدالت کے روبرو پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔

مارٹینا نے اپنے وکیل سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ——— فون پر طویل گفتگو کرنے کے بعد وہ کچھ الجھ گئی تھی۔ شب خوابی کا لباس پہن کر وہ بستر پر سونے کے ارادے سے لیٹی لیکن اس کے ذہن میں اچانک ننکا کا تصور ابھر آیا۔ ننکا کے تصور کے ساتھ ہی اسے جیل میں میجر طارق کے ساتھ ہونے والی باتوں کا خیال آیا تو نیند اس کی آنکھوں سے اڑ گئی۔ اس نے مضطرب انداز میں اٹھ کر اپنے ذہن کی الجھنوں کو شراب میں غرق کرنے کی کوشش کی لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ اب تک وہ تین پیگ حلق کے نیچے اتار چکی تھی اور چوتھے سے اس جملے کی تپش کو سرد کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو اس کے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔

میجر طارق نے ننکا کی پراسرار قوتوں کا ذکر کرتے ہوئے مارٹینا کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت اس نے مارٹن ڈگلس کو گولی مار کر قتل کیا اور پھر ہنری پر قاتلانہ حملہ کرنے کی خاطر فائر کیا اس وقت مارٹینا کا ذہن ننکا کی کالی طاقتوں کے قبضے میں ہو۔ میجر طارق کا یہی خیال اس وقت مارٹینا کے ذہن میں سوالیہ نشان بن کر بار بار ابھر رہا تھا ——— اسے اس بات کا احساس بھی تھا کہ ننکا نے قید تنہائی کے دوران اس کی کوئی خیر خبر بھی نہیں لی تھی۔

ننکا سے تعلقات استوار کرنے کے بعد ہی مارٹینا کو اس کی پراسرار قوتوں کا علم ہوا تھا۔ اس نے ننکا سے کہا تھا کہ وہ اپنی سفلی قوتوں کو بروئے کار لا کر ہنری کو تھوڑی سی سرزنش کرنے کی کوشش کرے جو اس کے اور ننکا کے تعلقات پر کئی بار برہم ہو چکا تھا۔ ننکا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہنری کو ایسا سبق دے گا کہ وہ دوبارہ کبھی مارٹینا کے کسی نجی معاملے میں دخل اندازی کی حماقت نہیں کرے گا لیکن ننکا نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔

ننکا کے بعد ہنری نے مارٹن ڈگلس کے سلسلے میں بھی مارٹینا کو آڑے ہاتھوں

لینے کی کوشش کی تھی مگر ننکا نے ہنری کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جبکہ وہ ایسی نادیدہ قوتوں کا مالک تھا کہ اگر چاہتا تو ہنری کی سرزنش کر سکتا تھا۔ مارٹینا کو وہ رات بخوبی یاد تھی جب وہ مرگھٹ پر ننکا کی خواہشات کی تکمیل کی خاطر آمادہ ہو گئی تھی——— اس رات فضل خان نامی ایک شخص غلطی سے مرگھٹ کی سمت آ گیا تھا۔ ننکا کے رنگ میں بھنگ پڑا تو اس کی شیطانی قوتیں جاگ اٹھیں۔ اس نے فضل خاں کے ذریعے چنار گڑھ کے لوگوں کے لئے ایک پیغام بھیجا اور فضل خان سے یہ بھی کہا تھا کہ پیغام پہنچانے کے بعد وہ قبرستان جا سکتا ہے۔ اس وقت مارٹینا کے ذہن میں ننکا کی بات کا مفہوم نہیں آ سکا تھا لیکن دوسرے روز جب اسے علم ہوا کہ فضل خان گزشتہ رات ہی موت کا شکار ہو گیا اور اس کا پورا جسم موت کے بعد حیرت انگیز طور پر جلے ہوئے کوئلے کی مانند سیاہ پڑ گیا تو اسے ننکا کی حیرت انگیز قوتوں کا یقین آ گیا تھا۔

مارٹینا نے چوتھا پیگ ختم کرنے کے بعد خود کو دوبارہ بستر پر گرا دیا۔ نشے سے اس کا وجود چکرا رہا تھا لیکن ننکا کا تصور عذاب بن کر اس سے چمٹ گیا تھا۔ یکلخت مارٹینا کے ذہن میں ایک نیا خیال بجلی بن کر کوندا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ ننکا اور ہنری نے جو دونوں عورتوں کے معاملے میں ندیدے تھے آپس میں کوئی گٹھ جوڑ کر رکھا ہو اور ننکا نے ہنری ہی کی خواہش پر مارٹینا کا کانٹا درمیان سے نکالنے کی خاطر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر مارٹن ڈگلس کے قتل پر اکسایا ہو؟"

اس خیال نے مارٹینا کی رگوں میں لہو کی جگہ آگ بھر دی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر جلدی جلدی کسی کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔

"ہیلو مسٹر بلونت کمار ———" وہ دوسری جانب سے کال ریسیور کرنے والے کی آواز پہچان کر بولی "میں نے اس وقت آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا ———"

"بالکل نہیں" ایس پی بلونت کمار نے سنجیدگی سے کہا "میں تو خود آپ کو ضمانت پر رہا ہونے کے سلسلے میں مبارک باد پیش کرنا چاہتا تھا لیکن مسٹری ہنری کے

خیال ہے——"

"آپ کی مبارک باد کا شکریہ" مارٹینا نے ہنری کا نام سن کر برا سا منہ بنا کر بلونت کمار کی بات کاٹتے ہوئے کہا "میں نے اس وقت آپ کو ایک خاص مقصد کے لئے فون کیا ہے——"

"اگر میں آپ کی کوئی سیوا کر سکوں تو مجھے خوشی ہو گی" بلونت کمار کے لہجے میں چاپلوسی تھی۔

"مجھے ننکا کا پتہ درکار ہے" مارٹینا نے بڑی سرد مہری سے پوچھا "اس وقت وہ کہاں مل سکے گا؟"

"اوہ——" دوسری طرف سے ننکا کا نام سن کر بلونت کمار نے حیرت کا اظہار کیا پھر کچھ توقف سے پوچھا "آپ کو اس وقت ننکا سے کیا کام پڑ گیا——؟"

"کیا آپ کام کی نوعیت جاننے کے بعد ہی اس کا پتہ بتائیں گے؟" مارٹینا نے بگڑے ہوئے تیور سے درشت لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھیں——" بلونت کمار نے وضاحت کی "بات دراصل یہ ہے کہ میجر طارق کو بھی ننکا کی تلاش ہے لیکن نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گیا ہے—— ملٹری کے سراغ رساں بھی اس کی تلاش میں کونے کھدرے کھنگارتے پھر رہے ہیں لیکن——"

مارٹینا نے پورا جواب سننے سے پیشتر ہی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کچھ دیر اسی جگہ بیٹھی نچلا ہونٹ چباتی رہی اس کے ذہن میں آندھی کے تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ ننکا کی روپوشی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ "اگر وہ شیطانی قوتوں اور سفلی عمل کا ماہر تھا تو پھر اسے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟—— کہیں ایسا تو نہیں کہ ہنری نے اسے وقتی طور پر انڈر گراؤنڈ ہو جانے کا مشورہ دیا ہو——؟ کیا وہ ننکا اور ہنری کی سازش کا شکار ہو جائے گی——؟"

مارٹینا کے چہرے پر حقارت اور نفرت کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے۔ اس نے کسی زخمی بلی کی طرح جھپٹ کر ریسیور دوبارہ اٹھایا اور ہنری کے نمبر ڈائل

کرنے لگی۔

"ہیلو—— ہنری آن دی لائن——" تیسری گھنٹی کے بعد دوسری جانب سے ہنری کی آواز سنائی دی۔

"مارٹینا بول رہی ہوں——" اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا "کیا تمہیں میری ضمانت پر رہا ہونے کی اطلاع نہیں ملی؟"

"میں نے تمہارے وکیل سے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن شاید وہ مجھے ٹال گیا۔" ہنری نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے اس نے کسی وجہ سے مناسب نہ سمجھا ہو کہ تمہیں میرے بارے میں——"

"میں اسے محض ایک احمق انسان سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتا۔" ہنری نے تیزی سے کہا۔ "چنار گڑھ کی کسی بھی اہم خبر کی اطلاع سب سے پہلے مجھے ہوتی ہے اور یہ بات اسے بھی یقیناً معلوم ہو گی——"

"کیا تم مجھ سے بھی خفا ہو——؟" مارٹینا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"نہیں—— لیکن مجھے افسوس ہے کہ تم نے بھی مجھے اپنی رہائی کی اطلاع دیر سے دی جبکہ میری انفارمیشن کے مطابق تمہیں جیل سے ضمانت پر رہا ہوئے پورے چودہ گھنٹے گزر چکے ہیں——"

"میں سوچ رہی تھی کہ شاید تم مجھے فون کرنے میں پہل کرو گے لیکن——" مارٹینا نے جان بوجھ کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ——" ہنری نے قدرے بدلے ہوئے لہجے میں کہا "میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں، مجھے تم سے کچھ اہم اور ضروری باتیں بھی کرنی ہیں——"

"میں تمہارا انتظار کروں گی" مارٹینا نے دبی زبان میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی، اس کی نگاہوں میں چنگاریاں چٹک رہی تھیں۔ گداز ہونٹوں پر حقارت بھرا تبسم مچل رہا تھا۔ اس نے اپنے لئے پانچواں گلاس تیار کیا اور ایک ہی

گھونٹ میں حلق کے نیچے اتارتی چلی گئی۔

ہنری سے گفتگو کرنے کے بعد اس نے گیٹ پر موجود مسلح چوکیدار کو ہدایت کر دی تھی کہ ہنری کے علاوہ کسی اور کو اندر آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ شراب کی زیادتی نے اس کے بکھرے اعصاب کو سمیٹنے کے بجائے کچھ اور جھنجھوڑ دیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے بالوں کو برش کیا اور اپنے خوبصورت اور گداز جسم کو مختلف زاویوں سے پرکھنے لگی۔ وہ اب بھی ہزاروں سے بہتر تھی اس کے ہیجان انگیز جسمانی نشیب و فراز اب بھی جنس مخالف کو دیوانہ بنانے کی صلاحیتوں سے بھرپور تھے۔

کچھ دیر تک وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے آپ سے باتیں کرتی رہی پھر اس نے اپنا شب خوابی کا لباس بھی اتار کر پھینک دیا اور ٹہلنے لگی۔ اس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے ہنری کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پندرہ بیس منٹ بعد خوابگاہ کے دروازے پر ہونے والی مخصوص انداز کی دستک نے اسے ہنری کی آمد سے باخبر کر دیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے دروازے کے بولٹ کھول دیئے۔ ہنری نے اس کے جسم کو لباس کی قید سے آزاد دیکھا تو ایک لمحے کو ہکا بکا رہ گیا اسے امید نہیں تھی کہ مارتھا اس انداز میں بھی اس کا استقبال کر سکتی ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ سوچ سکا۔ مارتھا نے بڑے والہانہ انداز میں اس کے گردن میں بانہیں ڈال کر کہا تھا۔

"ہنری ——— تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔ تم سے دور رہ کر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"تم نے شاید ضرورت سے زیادہ پی رکھی ہے۔" ہنری اس کو سہارا دیتا ہوا مسہری تک لے آیا "خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔"

"نہیں ——— مجھے ہوش میں لانے کی کوشش مت کرو، ڈوب جانے دو مجھے ——— اپنی مضبوط بانہوں میں" مارتھا نے بہکتے ہوئے کہا "میں تمہارے سینے کی گہرائیوں میں سمٹ کر سو جانا چاہتی ہوں۔"

"او کے ———" ہنری نے مارتھا کے گالوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا پھر اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ دوبارہ واپس آیا تو اس کے جسم پر صرف ڈریسنگ گاؤن نظر آ رہا تھا ——— "آج ہم ایک دوسرے سے اپنی محبت کا اقرار بھرپور انداز میں کریں گے" اس نے مارتھا کے ساتھ لیٹتے ہوئے اس کے خوبصورت جسم کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا ——— "ساری رات جشن منائیں گے۔"

"ہاں ——— آج ہم ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔ اپنی غلطیوں کا کھلے دل سے اعتراف کریں گے اور ——— اور تم مجھے یہ ضرور بتاؤ گے کہ تم نے نکا کو کہاں چھپا رکھا ہے ———؟"

ہنری، مارتھا کی زبان سے نکلا ہوا آخری جملہ سن کر چونکا لیکن شاید اسے سنبھلنے میں دیر ہو چکی تھی۔ مارتین دوسری کروٹ لے کر بڑی تیزی سے مسہری سے نیچے اتر گئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں دبا ہوا لیڈیز آٹومیٹک ہنری کے کشادہ سینے کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے حقارت کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

"ہوش میں آؤ مارتھا ———" ہنری نے ہکلاتے ہوئے کہا "تمہیں یقیناً کسی نے میرے خلاف بھکانے کی کوشش کی ہے؟"

"خشک اور بور باتیں مت کرو ہنری ———" مارتھا نے زہرخند سے کہا "مجھے اپنی جھوٹی محبت کا یقین دلاتے رہو، ابھی تم کہہ رہے تھے نا کہ آج ہم ایک دوسرے سے اپنی محبت کا بھرپور انداز میں اقرار کریں گے ——— ساری رات جشن منائیں گے۔"

"مارتھا ———" ہنری نے تیزی سے کہا "تم اس وقت نشے میں ہو، میری بات سننے کی کوشش کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ عدالت میں اپنے بیان میں لچک پیدا کر کے تمہیں بچانے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ تمہیں میری ضرورت ہے۔ میرا بیان تمہیں پھانسی ——— ای ——— ای ——— اوغ ———"

ہنری اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ مارتھا کی چلائی ہوئی پہلی گولی اس کے سیدھے بازو میں لگی تو ہنری کراہ اٹھا۔ اس نے خود کو بچانے کی کوشش میں چھلانگ لگا کر ایک

طرف بٹنا چاہا لیکن اس کے ستارے گردش میں تھے۔ آٹومیٹک سے نکلی ہوئی دوسری گولی ہنری کی کنپٹی پر لگی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بازو اور کنپٹی سے ابلتا ہوا خون اجلے قالین کو داغدار کر رہا تھا۔ چند لمحے وہ ہاتھ پیر مارتا رہا پھر زندگی کی قید سے آزاد ہو گیا۔

"آئی لو یو ہنری ——" مارٹینا نے حقارت سے مسکراتے ہوئے کہا "ہم اس دنیا میں ایک دوسرے کے وفادار نہیں رہ سکے لیکن دوسری دنیا میں شاید ہمیں پھر ایک دوسرے کی ضرورت پڑے میں جلد ہی تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گی۔"

ہنری کو مارنے کے کچھ دیر بعد مارٹینا ٹیلی فون پر بڑے پرسکون انداز میں میجر طارق سے گفتگو کر رہی تھی۔

"میجر —— میں تمہیں اس وقت اپنی کوٹھی پر آنے کی زحمت دوں گی۔ یہاں ہنری کی لاش تمہاری منتظر ہے جسے میں نے گولی مار دی ہے —— نہیں، میں مذاق نہیں کر رہی —— تم اپنے آدمیوں کے ساتھ آکر میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہو —— میں اپنے نجی معاملے کے سلسلے میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے وفادار نہیں تھے۔ ہنری کی موت پر مجھے کوئی دکھ یا افسوس نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ ہم جس آزاد ماحول کے پروردہ ہیں وہاں کسی حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی شرمندگی نہیں ہوتی —— میں نے ہنری کو کیوں مارا؟ اس سوال کا جواب میں تمہیں نہیں دوں گی —— میں ہنری کے قتل کا اعتراف کر چکی ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں نے مارٹن ڈگلس کا خون کیا یا ہنری پر گولی چلانے کی کوشش کی تھی —— ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ خیال درست ہو کہ ننکا نے اپنی شیطانی قوتوں سے میرے ذہن پر قبضہ کر لیا ہو —— میں نے جو کچھ کیا اس میں میرے ارادے سے زیادہ یقیناً اس باسٹرڈ کی پراسرار طاقت کا دخل رہا ہو گا —— ٹھیک ہے میجر میں تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انتظار کروں گی۔"

مارٹینا نے گفتگو ختم کرنے کے بعد ایک بار پھر ہنری کی لاش کو نفرت سے دیکھا

پھر اٹھ کر لباس تبدیل کیا اور میجر کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ ہنری کو قتل کرنے کے بعد وہ خاصی مطمئن اور پرسکون نظر آ رہی تھی۔



تہہ خانے کا کھلا ہوا چوکور راستہ گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اندر سے سیلن اور تعفن کی بو آ رہی تھی۔ شاید اس خفیہ راستے کو برسوں بعد کھولا گیا تھا۔ ننکا نے اپنی ٹارچ چرمی تھیلے سے نکال کر سیدھے ہاتھ میں پکڑ لی۔ چرمی تھیلا الٹے شانے پر لٹکاتا ہوا شرافت حسین سے بولا۔

"اب ہمیں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہو گا —— خوفناک بلائیں کسی سے بھی ہمارا راستہ روکنے کی خاطر سامنے آ سکتی ہیں۔ خطرے کی صورت میں تم میرا ہاتھ تھام لینا۔ مجھ سے بھاگ کر دور جانے کی کوشش مت کرنا سرکار! ورنہ تمہارے جیون کی ضمانت کوئی بھی نہیں دے سکے گا ——"

"میں خوفزدہ نہیں ہوں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ نادیدہ قوتوں سے مقابلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔" شرافت حسین نے ٹھوس آواز میں جواب دیا پھر توقف سے بولے۔ "کیا تم اپنے جنتر منتر سے پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور نہیں کر سکتے؟"

"چنتا مت کرو شرافت بھائی تم میری شرن میں ہو۔" ننکا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا نہیں، اس کا جواب آنے والا سمے دے گا تم کیول اس بات کا دھیان رکھنا کہ میرے اور کسی خطرے کے درمیان آنے کی حماقت نہ کرنا ——"

پھر ننکا نے ٹارچ روشن کر کے خفیہ راستے کی طرف دیکھا وہ لکڑی کی گرد آلود سیڑھیاں تھیں جو گولائی میں بل کھاتی نیچے اتر رہی تھیں۔ ننکا نے کوئی منتر پڑھ کر اپنے اور شرافت حسین پر پھونکا پھر "جے بھوانی اور جے شیو شنکر" کا نعرہ لگاتا ہوا سیڑھیوں پر قدم جما کر نیچے اترنے لگا۔ ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اندر پھیلے ہوئے گھپ اندھیرے کو دور کرنے کے لئے ناکافی تھا۔ جیسے جیسے وہ سیڑھیاں طے کرتے جاتے تھے

سیلن اور تعفن کی بدبو کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ ننکا آگے آگے تھا۔ شرافت حسین نے حسب ہدایت اس کے کاندھوں پر ہاتھ جما رکھے تھے۔

پندرہ بیس سیڑھیاں نیچے جانے کے بعد تہہ خانے کا کھلا ہوا چوکور راستہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ دوبارہ بند ہو گیا۔ وہ کوئی آٹومیٹک سسٹم تھا جس نے داخلی راستے کو بند کر دیا تھا۔ ننکا اور شرافت حسین کے قدم رک گئے۔

"حیرت انگیز ـــــ" شرافت حسین نے دبی زبان میں ننکا سے کہا۔ "برسوں پرانا خودکار نظام آج بھی کام کر رہا ہے۔"

ننکا نے جواب دینے کے بجائے دوبارہ سیڑھیاں طے کرنا شروع کر دیں۔ شاید وہ کوئی ایسا منتر پڑھ رہا تھا جس کے درمیان اس نے بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ شرافت حسین نے بھی خاموشی اختیار کر لی لیکن دس بارہ سیڑھیاں مزید طے کرنے کے بعد انہیں ایک بار پھر رکنا پڑا۔ کسی دوسرے خودکار نظام سے گھپ اندھیرا یکلخت تیز روشنی سے چھٹ گیا۔ ننکا اور شرافت حسین نے ایک ساتھ ماحول کا جائزہ لیا۔ وہ ابھی تک سیڑھیوں کا نصف حصہ طے کر سکے تھے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر گرد آلود فرش تھا جہاں بے شمار خطرناک اژدھے اور سانپ رینگ رہے تھے۔ روشنی کے ہوتے ہی وہ بھی چوکنا ہو گئے اور انہوں نے پھن پھیلا کر پھنکارنا شروع کر دیا۔ وہ ایک مختصر ہال تھا جس کے مشرقی گوشے میں گنیش دیوتا کا بت زمین پر ایستادہ تھا۔ ننکا کی نگاہیں کبھی گنیش دیوتا کے بت کو اور کبھی زمین پر پھنکارتے ہوئے سانپ اور اژدھوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہم اتنے سارے سانپوں اور خطرناک اژدھوں سے مقابلہ کر سکیں گے ـــــ؟" شرافت حسین نے دبی زبان میں ننکا سے پوچھا۔

"دھیراج رکھو سرکار ـــــ ابھی تو اصلی کھیل شروع ہوا ہے۔" ننکا نے سرگوشی کی پھر بلند آواز میں کہنے لگا۔ "شیش ناگ مہاراج تیرا یہ سیوک تیری مہان شکتی کو پرنام کرتا ہے۔ تجھے یاد ہو گا کہ یہاں تک آنے سے پہلے میں نے تیرے چرنوں میں ایک سندر ناری کی بلی پیش کی تھی اس کے خون سے تیری مورتی کو اشنان دیا تھا۔

مجھے وشواس ہے کہ تو نے میری بھینٹ کو سوئیکار کر لیا ہو گا۔ اب تیرا یہ سیوک بنتی کرتا ہے کہ تیرے جو داس زمین پر رینگ رہے ہیں انہیں میرے راستے سے ہٹا لے ـــــ"

ننکا نے اپنا جملہ مکمل کیا تو ایک کے سوا سارے سانپ پلک جھپکتے ہی نظروں سے غائب ہو گئے۔ جو باقی رہ گیا وہ پندرہ سولہ فٹ کا ایک اژدھا تھا جو خطرناک انداز میں اپنی لمبی زبان بار بار لپلپا رہا تھا۔ شرافت حسین حیرت زدہ نظروں سے طلسمی دنیا کے عجیب و غریب اور ناقابل یقین چمتکار دیکھتے رہے۔ ننکا نے منہ ہی منہ میں کسی منتر کا جاپ کرتے ہوئے سیڑھیوں پر قدم اٹھانا شروع کر دیا۔ اس کی سرخ سرخ خوفناک نظریں زمین پر رینگتے ہوئے اژدھے پر جمی ہوئی تھیں۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھنے سے پیشتر ننکا نے شرافت حسین کو رکنے کا اشارہ کیا پھر چرمی تھیلا اور ٹارچ ان کے حوالے کر کے محتاط قدم اٹھاتا ہوا فرش پر چلنے لگا۔ اژدھے نے بھی اپنا رخ ننکا کی جانب موڑ لیا تھا۔

اچانک ننکا نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے جھٹکے تو چنگاریاں نمودار ہو کر اژدھے کی جانب لپکنے لگیں مگر اس سے پیشتر کہ وہ اژدھے تک پہنچتیں بھرے بادل کا ٹکڑا ابھر کر سامنے آ گیا۔ چنگاریاں اس سے ٹکرا کر غائب ہو گئیں۔ ننکا نے تیزی سے قلابازی کھا کر خود کو محفوظ کیا۔ اس نے بادل کے ٹکڑے کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ لیا تھا۔ جواب میں اس نے اپنا سیدھا پاؤں زمین پر مارا تو بادل گرجتا ہوا غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اژدھے کے جسم نے بھی حیرت انگیز طور پر سمٹ کر جنگلی جانور کا روپ دھار لیا جو ریچھ سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس کے حلق سے خوفناک آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اپنے پچھلے پیروں پر کھڑا وہ آہستہ آہستہ ننکا کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"دشٹ ـــــ" ننکا نے اسے دبنگ آواز میں للکارا۔ "میں نے تیری آتما کو پہچان لیا ہے۔ اگر مکتی چاہتا ہے تو میرے راستہ سے ہٹ جا ورنہ میں تجھے جلا کر بھسم کر دوں گا ـــــ"

جنگلی جانور نے جواب میں جست بھری لیکن ننکا نے تیزی سے خود کو اس کے

حملے سے بچا لیا پھر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر شرافت حسین دم بخود رہ گئے۔ ننکا نے خطرناک جانور کو جھکائی دینے کے بعد دوبارہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف کیا تو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے برق رفتاری سے لپک کر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے حلق سے بھیانک اور ہولناک چیخیں بلند ہونے لگیں۔ وہ خود کو اس شیطانی عذاب سے بچانے کی خاطر اچھل کود کر رہا تھا لیکن ہولناک شعلوں کے حصار سے نکل نہیں پا رہا تھا۔ ننکا ہاتھ بلند کئے اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا۔ جب جانور جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا تو ننکا نے تھکے تھکے انداز میں اپنے ہاتھ نیچے کر لئے۔ اس کے ہاتھ نیچے کرتے ہی راکھ کا ڈھیر بھی اڑ کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔

"یہ سب کیا تھا۔۔۔؟" شرافت حسین نے ننکا کے قریب جا کر پوچھا۔ "اژدھا جنگلی جانور کس طرح بن گیا۔۔۔؟"

"یہ سب گندی آتماؤں کے کھیل ہیں۔۔۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔" ننکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا پھر وہ گنیش دیوتا کی مورتی کے سامنے جا کر رک گیا۔ ہاتھ باندھ کر کئی بار جھک جھک کر ڈنڈوت کیا پھر اس کے ہونٹ بدبدانے لگے۔ دیر تک وہ آنکھیں موندے کسی منتر کا جاپ کرتا رہا پھر اس نے چرمی تھیلے سے چاقو نکال کر اپنے الٹے بازو پر ہلکا سا شگاف لگایا اور بہنے والے خون کو سیدھے ہاتھ کی انگلیوں سے سمیٹ کر مورتی پر چھینٹیں اچھالنے لگا۔ اس عمل کو وہ بار بار دہرا رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں کی جنبش میں بھی تیزی آنے لگی تھی۔

شرافت حسین تصویر حیرت بنے ننکا کی ان حرکتوں کو دیکھ رہے تھے جن کے بارے میں انہوں نے خواب میں بھی کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ اچانک انہوں نے گنیش دیوتا کے ہاتھی نما سر کی سونڈ کو حرکت کرتے دیکھا۔ پتھر کی وہ سونڈ لمبی ہو کر فرش سے ٹکرائی اور پل بھر میں سمٹ کر دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ ننکا نے تیزی سے گرد آلود فرش پر اوندھا لیٹ کر مورتی کے چرنوں کو بڑی عقیدت سے کئی بار چوما پھر اٹھ کر خوشی سے ناچنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی سرخیوں میں شیطانی قوتوں کا رقص نظر آ رہا تھا۔ کئی لمحوں تک وہ دیوانہ وار اچھل کود میں مشغول رہا پھر اس

نے شرافت حسین کو مخاطب کیا۔۔۔ "مبارک ہو سرکار۔ اب ہم راجے مہاراجوں کے خزانے سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ چھوٹے دیوتاؤں کے سردار (گنیش دیوتا) نے میری بھگتی کے انداز سے خوش ہو کر مجھے خزانے تک پہنچنے کا راستہ دکھا دیا ہے۔۔۔"

"کیا ہمیں اب کسی اور تہہ خانے کا راستہ تلاش کرنا ہو گا۔۔۔؟" شرافت حسین نے پوچھا۔

"کچھ کٹھنائیاں تو بھوگنی پڑیں گی سرکار پرنتو تم گھبراؤ نہیں میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔"

ننکا جواب دینے کے بعد جھک کر دوبارہ گرد آلود فرش پر بیٹھ گیا اور اس جگہ کی مٹی صاف کرنے لگا جہاں گنیش دیوتا کی سونڈ ٹکرائی تھی۔ گرد و غبار ہٹنے کے بعد قیمتی پتھروں کی بڑی بڑی تکون اور چوکور سلیں نظر آنے لگیں۔ جنہیں بڑی چابکدستی سے تراش خراش کر نہایت دلکش انداز میں ترتیب دیا گیا تھا۔ ننکا کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ وہ دھول اور مٹی میں نہا کر کچھ اور بدہیبت نظر آنے لگا تھا لیکن خزانے کو پا لینے کی لگن نے اس کو ہر احساس سے بیگانہ کر دیا تھا۔

دس بارہ بڑی بڑی سلیں صاف کرنے کے بعد وہ ایک لمحے کو رکا اور انہیں بہت غور سے دیکھنے لگا۔ شرافت حسین اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے پھر کسی فوری خیال کے تحت انہوں نے فرش کے ایک ایسے چوکور ٹکڑے کی طرف اشارہ کیا جو دوسروں سے قدرے مختلف تھا۔

"اس ڈیزائن کو غور سے دیکھو۔" انہوں نے ننکا کو مخاطب کیا۔ "بظاہر یہ بھی دوسروں سے ملتا جلتا ہے لیکن اس میں دو ٹکڑوں کو غلط انداز میں جوڑا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ فرش بنانے والے نے غلطی سے ایسا کر دیا ہو لیکن یہی وہ جگہ ہے جہاں مورتی کی سونڈ ٹکرائی تھی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو شرافت بھائی۔" ننکا نے اس ٹکڑے کو دیکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ "یہی وہ آخری منزل ہے جسے طے کرنے کے بعد ہمارے سپنے پورے ہو جائیں گے۔۔۔"

"کیا ہمیں اس ٹکڑے کو اکھاڑنا ہو گا۔۔۔؟"

"یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس سے پہلے ہمیں کوئی دوسرا طریقہ بھی سوچنا ہو گا۔۔۔" ننکا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"دوسرا طریقہ۔۔۔؟"

"ہاں سرکار۔۔۔" ننکا کی نظریں بدستور اسی حصے پر جمی تھیں جس کی نشاندہی شرافت حسین نے کی تھی۔ "جن کاریگروں نے فرش بنایا ہو گا وہ اتنے مورکھ تو نہیں ہوں گے کہ اس پتھر کو بار بار اکھاڑنے کا دھیان ان کی بدھی میں نہ آیا ہو۔۔۔ کوئی نہ کوئی کل پرزے یہاں بھی کہیں آس پاس ضرور ہوں گے جو اس ٹکڑے کو ادھر ادھر کرتے ہوں گے۔۔۔ تہہ خانے کا راستہ بھی آپ ہی آپ نہیں بند ہوا تھا وہاں بھی کسی سیڑھی پر کوئی مشینی الٹ پھیراوش موجود ہو گا۔"

"تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے" شرافت حسین نے تائید کی۔ "ہمیں اس پتھر کو اس کی جگہ سے ہٹانے کا میکنزم بھی تلاش کرنا ہو گا۔"

ننکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور ٹکٹکی باندھے اس چوکور ٹکڑے کو کچھ دیر دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہونٹ جنبش کرنے لگے۔ شاید وہ اپنے منتر کے بیروں سے اپنی مشکل کا حل دریافت کرنے کے لئے کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ شرافت حسین کے ذہن میں خزانے کا تصور مچل رہا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ننکا کی پراسرار شیطانی قوتیں اس پتھر کو بھی درمیان سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائیں گی جس کے دوسری جانب خزانہ دفن تھا مگر اس سے پیشتر کہ مطلوبہ پتھر اپنی جگہ سے جنبش کرتا ننکا نے چونک کر پھر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر یکلخت غیظ و غضب کے تاثرات ابھر کر گہرے ہونے لگے۔ تیزی سے اس نے اطراف کا جائزہ لیا پھر ایک سمت نظریں جما کر کھڑا ہو گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ مطلوبہ شے اسے نظر آگئی ہو جسے دیکھنے کی خاطر وہ اپنی نظروں کے زاویے بدل رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔۔۔؟" شرافت حسین نے ننکا کو مخاطب کیا۔ "تم اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟"

ننکا' شرافت حسین کی آواز سن کر دوبارہ چونکا اور اسی ایک پل میں شرافت حسین پر جیسے قیامت گزر گئی۔ وہ ننکا کے جواب کے منتظر تھے کہ کسی نادیدہ طاقت نے انہیں کولی بھر کر فضا میں بلند کیا اور اتنی زور سے اچھالا کہ وہ ہوا میں قلابازی کھاتے ہوئے دور جا کر فرش پر گرے۔ ان کی ساری ہڈیاں کڑکڑا کر رہ گئیں۔ خوف اور دہشت کے احساس سے شرافت حسین کو اپنا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ وہ بزدل یا ڈرپوک نہیں تھے لیکن کسی غیر مرئی قوت سے مقابلہ کرنا بھی ان کے اختیار میں نہیں تھا۔ جس قوت نے انہیں زمین سے کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر دور پھینکا تھا وہی ان کا گلا گھونٹ کر موت کی ابدی نیند بھی سلا سکتی تھی۔ اس خیال کے ساتھ ہی موت کا بھیانک تصور ان کی پلکوں تلے رقص کرنے لگا۔ وہ ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ بجلی کا تیز کڑکا ہوا اور آگ کا ایک دائرہ چکراتا ہوا ان کے اطراف پھیل کر غائب ہو گیا پھر ننکا کی آواز ان کی قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"جہاں پڑے ہو وہاں قدم جما لو۔۔۔ اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش کرو گے تو مارے جاؤ گے۔۔۔"

شرافت حسین نے درد سے کراہتے ہوئے ننکا کی سمت دیکھا جو اپنے دونوں ہاتھ فضا میں اس طرح چلا رہا تھا جیسے کسی ماہر لٹھ باز کے انداز میں کسی دشمن سے مقابلہ کر رہا ہو۔ کچھ دیر وہ اسی مضحکہ خیز کیفیت سے دوچار رہا پھر اس نے ہاتھ روک لئے اور گرج کر بولا۔

"تجھے بھوانی کی سوگند۔۔۔ تو جو کوئی بھی ہے سامنے آکر مقابلہ کر۔"

جواب میں کوئی آواز نہیں ابھری۔ ننکا جس جگہ کھڑا تھا وہاں چھت سے دہکتے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی لیکن انگارے ننکا کے جسم سے ٹکرانے کے بجائے اس کے چاروں طرف دور دور گرنے لگے۔ شاید ننکا نے اپنے اطراف کسی منتر کا حصار کھینچ رکھا تھا جو اسے محفوظ کئے ہوئے تھا۔

"تو اگر کوئی پوتر آتما ہے تو میں تجھے تیرے دھرم کی سوگند دیتا ہوں۔۔۔ مردوں کی طرح سامنے آ جا۔۔۔ یا پھر میرا راستہ کھوٹا کرنے کا وچار من سے نکال

دے۔۔۔۔"

نکا نے دوبارہ بلند آواز میں کہا۔ اس بار جواب میں درودیوار اس طرح لرزنے لگے جیسے بھونچال آگیا ہو۔ نکا اپنی جگہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ فرش پر گرا اس نے دوبارہ اٹھنے میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا لیکن اب اس کی آنکھوں میں بھی تشویش جھلک رہی تھی۔

"میں تجھے دیکھ نہیں سکتا پرنتو میں نے تیرا بھید پالیا ہے۔" نکا نے چیخ کر کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تو بھی مہان شکتی کا مالک ہے لیکن جس کارن تو یہ کھیل تماشے کر رہا ہے اس میں میرا کوئی دوش نہیں ہے' سنسار میں بھانت بھانت کے منش سانس لے رہے ہیں ان کے روگ بھی بھانت بھانت کے ہیں۔ من کی بھاؤنائیں منش کو اندھا کر دیں تو وہ پاپ اور پن کے جھمیلوں میں نہیں پڑتا۔ اپنا راستہ خود بناتا ہے۔ اس کے بھاگ میں کیا لکھا ہے۔۔۔؟ اس کا انت کیا ہو گا۔۔۔؟ یہ کیول اسی کو معلوم ہے جو آکاش پر بیٹھا کٹھ پتلی کا کھیل رچا رہا ہے۔۔۔ تو کون ہوتا ہے اس کے کام میں روڑے اٹکانے والا۔۔۔ میں تجھے پھر تیرے دھرم کرم کی سوگند دیتا ہوں کہ سامنے آکر پنجہ لڑا لے۔۔۔ نہیں تو میرا راستہ کھوٹا نہ کر۔۔۔ چلا جا یہاں سے۔۔۔"

ایک بار پھر پورا ماحول گھن گرج کی آوازوں سے دہل گیا پھر شدید گرم ہوا کی سرسراتی ہوئی لہر ابھر کر دور ہوتی چلی گئی۔ نکا کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا چاروں طرف دیکھتا رہا پھر اطمینان کا سانس لے کر شرافت حسین سے بولا۔

"خطرہ ٹل گیا سرکار۔۔۔ اب چنتا کی کوئی بات نہیں۔۔۔"

"تم ابھی کس سے باتیں کر رہے تھے۔۔۔؟" شرافت حسین نے اپنے جوڑ پٹھوں میں ہونے والے درد کو برداشت کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم ان جھمیلوں کو سمجھنے کی کوشش مت کرو شرافت بھائی۔" نکا نے معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو جو میرا تمہارا گٹھ جوڑ ہو گیا میں نے تمہارے ساتھ جو پرتگیا کی ہے اس سے پیچھے قدم نہیں ہٹاؤں گا پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا خزانے کو آدھو آدھ بانٹ لینے کے بعد ہمارے راستے الگ

الگ ہوں گے۔ تم کبھی بھول کر بھی میرا کھوج لگانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ بڑے جنجال میں پھنس جاؤ گے۔"

"میں تمہاری بات کا مقصد نہیں سمجھا۔" شرافت حسین نے قدرے ترش لہجے میں دریافت کیا۔ نکا کا لب و لہجہ اس وقت انہیں پسند نہیں آیا تھا۔

"زیادہ جانکاری بھی جیون کا روگ بن جاتی ہے۔" نکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "کل کیا ہو گا۔۔۔؟ کیا ہونے والا ہے۔۔۔؟ اسے جاننے کے کارن منش کو بڑی کٹھن تپسیا کرنی پڑتی ہے۔۔۔ ابھی تم نے کیول میری آواز سنی تھی۔۔۔ دوسری طرف کون بول رہا تھا یہ صرف تمہارا سیوک ہی سن سکتا تھا۔۔۔"

"نکا۔۔۔" شرافت حسین نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ آدھا خزانہ ہاتھ سے نکل جانے کا خیال تمہیں پریشان کر رہا ہے۔۔۔؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہو سرکار۔۔۔ دھن دولت تو ہاتھوں کا میل ہے۔" نکا مسکرا کر بولا۔

"تم شاید ایک بات بھول رہے ہو۔۔۔" شرافت حسین نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم نے کہا تھا کہ خون آلود روئی حاصل کرنے کا عمل تمہارے بس کا روگ نہیں تھا۔۔۔ اسی لئے تمہیں میری ضرورت کا احساس ہوا تھا۔"

"میں نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں کہا تھا۔" نکا کی آنکھوں کی سرخی گہری ہونے لگی۔ "خزانے کو حاصل کرنے کے کارن ہمارا ملاپ ضروری تھا۔۔۔ اس کے بنا ہم دونوں کے سپنے ادھورے رہ جاتے۔"

"کیا خزانے کے بٹوارے کے بعد تمہیں خون میں رنگی ہوئی روئی کی ضرورت نہیں ہو گی؟" شرافت حسین نے نکا کی خواہش کو دہرایا تو نکا بل کھا کر رہ گیا لیکن اس نے بڑی جلدی اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"میں تو تم سے ٹھٹھول کر رہا تھا سرکار۔۔۔ تم سچ مچ برا مان گئے۔۔۔"

جواب میں شرافت حسین بھی مسکرا دئیے لیکن نکا کی طرف سے ان کے دل میں ایک گرہ ضرور پڑ گئی تھی۔۔۔!

ہنری کی موت نے وہ باب بند کر دیا تھا جو مارٹن ڈگلس کی موت سے شروع ہوا تھا۔ بظاہر میجر طارق کو جس قتل کی تفتیش پر معمور کیا گیا تھا وہ بھی ہنری کے تابوت ہی کی طرح مردہ خانے میں دفن ہو گئی تھی۔ مارٹینا نے اپنی گرفتاری کے بعد ایک بار پھر یہی بیان دیا تھا کہ اس نے مارٹن کو قتل نہیں کیا تھا لیکن ہنری کو قتل کرنے کا الزام اس نے خوشی خوشی قبول کر لیا تھا۔ اس نے فاضل مجسٹریٹ کو باور کرانے کی کوشش میں بڑی مدلل دلیل پیش کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ جانتی ہے کہ قتل کے جرم کا اقرار کر لینے کے بعد پھانسی کا پھندا اس کا مقدر بن چکا ہے۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے اس بات کا اظہار بھی کیا تھا کہ وہ رحم کی درخواست نہیں کرے گی اور جب موت ہی اس کی آخری منزل ہے تو پھر اسے مارٹن ڈگلس کے سلسلے میں جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجسٹریٹ نے باز پرس کرتے ہوئے اس سے پوچھا تھا کہ اگر وہ مارٹن کی قاتلہ نہیں ہے تو پھر آلہ قتل پر اس کی انگلی کے نشانات کیوں کر موجود پائے گئے جس سے چلائی گئی گولی مقتول کے جسم سے برآمد ہوئی تھی۔ مارٹینا نے اس ضمن میں بڑی معصومیت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا پھر عدالت کے حکم پر اسے ایک بار پھر جیل بھیج دیا گیا۔

ہنری کی موت پر انگریزوں کے درمیان کچھ دنوں چہ میگوئیاں جاری رہیں پھر خاموشی اختیار کر لی گئی۔ شاید اس لئے کہ ہنری کی موت میں اس کی سفید فام بیوی ہی کا ہاتھ تھا جو اقبال جرم کر چکی تھی۔ اگر اس کی جگہ کوئی سیاہ فام مقامی آدمی ہوتا تو ممکن تھا کہ انگریز حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی ہوتی اس لئے کہ وہ ہندوستان کے گورنر جنرل کے اعتماد کا آدمی تھا۔

میجر طارق نے کاغذات کی خانہ پری کرنے کی خاطر مارٹینا کے اقبالی بیان کے ساتھ اپنی ایک حتمی رپورٹ لکھ کر داخل دفترا کرا دی۔ سرکاری طور پر اب مارٹن کے قتل کی مزید تفتیش کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی لیکن میجر طارق نے ذاتی طور پر اس کیس کے پس منظر میں نظر آنے والے ایک ایسے پراسرار ہاتھ کو محسوس کیا تھا

س کی وجہ سے وہ اس میں دلچسپی لینے پر مجبور تھا۔

نکا کے بارے میں میجر طارق بھی بے شمار بے سروپا کہانیاں سن چکا تھا لیکن ان کہانیوں کو اس نے مقامی لوگوں کی ضعیف الاعتقادی سے تعبیر کیا تھا۔ اپنی فوجی نوعیت کی حساس ذمہ داریوں کے باعث اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ اس قسم کی پراسرار کہانیوں میں دلچسپی لیتا لیکن مارٹن کے قتل کی تفتیش کے دوران نکا کی پراسرار قوتوں کا ذکر ایک بار پھر اس انداز میں سامنے آیا کہ وہ اس کی شخصیت میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا۔ پہلی بار مارٹینا سے جیل میں ملاقات کرنے کے بعد ہی اس نے خفیہ طور پر نکا کی تلاش شروع کروا دی تھی۔ وہ نکا سے دوبدو ملاقات کر کے اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا لیکن نکا کی تلاش میں اس کے بہترین سراغرساں بھی بری طرح مایوس ہوئے تھے۔ انہوں نے چنار گڑھ کا پورا علاقہ چھان مارا تھا مگر نکا کا کوئی پتہ یا نشان نہیں ملا تھا۔ پرانے قلعہ کی سمت کسی کا دھیان یوں نہیں گیا کہ وہاں بغیر اجازت کسی کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا اور سرکاری اہلکار ہر وقت ڈیوٹی پر معمور رہتے تھے۔

ہنری کے سلسلے میں مارٹینا کے اقبالی بیان نے میجر طارق کو ذہنی طور پر الجھا دیا تھا۔ کچھ سوالات ایسے تشنہ رہ گئے تھے جنہوں نے تفتیشی فائل داخل دفتر کرا دینے کے بعد بھی میجر طارق کے پر تجسس ذہن کو الجھا رکھا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں اس وقت ایک بار پھر جیل خانے میں مارٹینا کے روبرو بیٹھا اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مارٹینا کو بھی اس کی آمد پر تعجب ہی ہوا تھا۔ ایک ثانئے کے لئے وہ میجر طارق کی پرکشش شخصیت کو معنی خیز نظروں سے تکتی رہی پھر اس نے مہر سکوت توڑی۔

"میجر ــــ میں اس وقت تمہاری اس ملاقات کا مقصد نہیں سمجھ سکی۔" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم مجھ سے کسی ہمدردی کا اظہار کرنے آئے ہو یا یہ پوچھنے آئے ہو کہ میں نے ہنری کا قتل کیوں کیا اور اگر کیا بھی تھا تو اس کا اقرار کیوں کر لیا ــــ"

"اس کے علاوہ بھی کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں مادام مارٹینا جو انسان کو ایک دوسرے میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیتے ہیں۔"

"تمہارے درمیان ایسا کون سا رشتہ ہے۔۔۔؟" مارٹینا نے حیرت سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"انسانیت کا رشتہ۔۔۔" میجر طارق بڑے لطیف انداز میں مسکرایا۔

"مجھے تمہارے منہ سے یہ بات سن کر خوشی ہوئی۔۔۔" مارٹینا نے اس کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا۔ "اب جب کہ میری حیثیت ایک قاتل سے زیادہ اور کچھ نہیں رہ گئی' تم نے مجھ سے ملاقات کر کے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔"

"میں ایک دوست کی حیثیت سے آپ سے کچھ ایسی باتیں دریافت کرنے آیا ہوں جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکیں۔" میجر طارق نے پہلو بدل کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ نے میرے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دیا تو میں کوئی شکوہ نہیں کروں گا البتہ مجھے اس بات کا دکھ ضرور ہو گا کہ آپ نے مجھے قابل اعتماد نہیں سمجھا۔"

"تم اپنی طرح باتیں بھی بڑی خوبصورت کرتے ہو۔" مارٹینا کے ہونٹوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ ابھری۔ اس نے میجر کی نظروں میں بڑی اپنائیت سے جھانکتے ہوئے کہا۔"

"تم شاید پہلے شخص ہو جو پھانسی کے مجرمہ ہونے کے بعد مجھ سے اتنے خلوص سے کھل مل کر باتیں کر رہے ہو ورنہ جو لوگ مجھ سے پہلے ملتے تھے ان کی باتوں میں چاپلوسی ہوتی تھی۔ ان کا کوئی مطلب' کوئی غرض ہوتی تھی۔ میں پھانسی کے وقت آخری سانسوں تک تمہیں یاد رکھوں گی۔۔۔" وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکی پھر بولی۔ "تم جو چاہے پوچھ سکتے ہو' میں تمہاری بات کا جواب دوں گی۔۔۔"

"آپ نے مسٹر ہنری کو کیوں قتل کیا؟" میجر نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"دو میں سے کسی ایک کو مرنا ہی تھا۔" مارٹینا نے سرد آہ بھری۔ "میں خاموش رہتی تو ہنری کا بیان میرے خلاف مارٹن کے قتل کا سب سے بڑا ثبوت ہوتا۔۔۔ ویسے

بھی ہنری کا دل مجھ سے بھر چکا تھا۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟" میجر طارق چونکا۔ "ہنری کا دل آپ سے بھر چکا تھا۔۔۔؟ میں سمجھا نہیں۔۔۔"

"تفصیل بتانے بیٹھوں گی تو بلاوجہ تمہارا اور میرا دونوں کا وقت برباد ہو گا۔" یکلخت مارٹینا کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ "بس اتنا سمجھ لو کہ ہنری اپنے عہدے کی آڑ میں خوبصورت' جوان اور نت نئی لڑکیوں اور عورتوں کا شکار کھیلنے کا عادی تھا۔ ان عورتوں میں سے ایک فلورا بھی تھی۔۔۔ مارٹن ڈگلس کی خوبصورت اور حسین بیوی۔ مجھے ہنری کی بہت ساری ایسی کمزوریاں معلوم ہیں جو اگر منظر عام پر آ جاتیں تو شاید خودکشی کے سوا اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہ بچتا۔"

"آئی سی۔۔۔" میجر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "گویا مسٹر ہنری آپ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے بارے میں بھی ضرور غور کرتے رہے ہوں گے۔"

"صرف ہنری نہیں۔۔۔" مارٹینا نے حقارت سے منہ بنا کر کہا۔ "جو شخص اپنی کمزوریوں سے واقف ہو وہ بڑا بزدل اور ڈرپوک ہو جاتا ہے۔ ہنری بھی انہیں لوگوں میں سے تھا جو زندگی بھر گناہ سے باز نہیں آتے اور اپنی عیاشی پر پردہ ڈالنے کی خاطر ایسی سازشوں کا جال بنتے رہتے ہیں جو دوسروں کی توجہ بٹاتی رہیں۔۔۔" مارٹینا نے ایک لمحے کے تامل کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "ہنری اپنی کمزوریوں کی وجہ سے مجھے اپنے راستے کی دیوار سمجھتا تھا لیکن تنہا مجھے راستے سے ہٹانے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔۔۔"

"کیا آپ واقف ہیں کہ کون افراد اس کا ساتھ دے رہے تھے۔۔۔؟"

"وہ صرف ایک ہی شخص ہے۔۔۔ دی گریٹ باسٹرڈ آف چنار گڑ (The great bastard of Chunar garh)" مارٹینا نے اس بار مٹھیاں بھینچ کر شدید نفرت سے کہا۔ "وہ حرام کا تخم ایک طرف مجھے بیوقوف بناتا رہا اور دوسری طرف ہنری سے اپنی دوستی نبھاتا رہا لیکن یہ بات میرے ذہن میں مارٹن کی موت کے بعد آئی۔ وہ اگر چاہتا تو مجھے بچا سکتا تھا۔ اس کی نگاہ کا ایک اشارہ ہنری کو جلا کر راکھ

کر سکتا تھا لیکن وہ جیل میں مجھ سے ملنے بھی نہیں آیا ـــ میرے مقابلے میں شائد ہنری اس کمینے کے لئے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو رہا تھا ـــ"

"آپ کا اشارہ ننکا کی طرف ہے ـــ؟" میجر طارق نے حیرت سے دریافت کیا۔

"ہاں ـــ" مارٹینا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑی صاف گوئی سے اقرار کیا پھر اپنے اور ننکا کے تعلقات کا اقرار کرتے ہوئے بھی اسے کوئی جھجک نہیں ہوئی۔ اس نے ننکا کی گندی قوتوں کے سلسلے میں اپنے ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "وہ ولد الحرام ناقابل یقین قوتوں کا مالک ہے۔ میں نے بھی شاید اس مکروہ انسان کی آنکھوں کے سحر میں گم ہو کر اپنا جسم اس کے حوالے کر دیا تھا ـــ میجر طارق تم شاید میرے اس بیان کی روشنی میں میرے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہ کر سکو گے۔ شاید اس لئے کہ تمہارے معاشرے میں ان باتوں کو گناہ اور جرم سمجھا جاتا ہے لیکن ہم آزاد قوم کے آزاد باشندے ہیں۔ ہم جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہوتے اس لئے جرم کا اعتراف کرتے وقت ہمارا ضمیر ہمیں ملامت نہیں کرتا۔ ہم جو کرتے ہیں اپنی مرضی، اپنی خوشی سے کرتے ہیں۔ پھر اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں تھوپیں ـــ؟"

میجر طارق حیرت سے مارٹینا کی عجیب و غریب منطق سنتا رہا لیکن اسے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی چنانچہ مارٹینا نے اپنی جذباتی باتیں ختم کیں تو اس نے پہلو بدل کر کہا۔

"میں نے پہلے بھی آپ سے اسی شبہے کا اظہار کیا تھا کہ مارٹن پر گولی چلاتے وقت آپ کے ذہن پر کسی اور کا قبضہ ہو گا۔"

"وہ ننکا کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو گا۔" مارٹینا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارے کہنے کے بعد ہی مجھے اس باسٹرڈ پر شبہ ہوا تھا۔"

"اب فلورا کی پراسرار موت کے بارے میں آپ کیا کہیں گی ـــ؟" میجر طارق نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"فلورا کی موت میں بھی ننکا کا ہاتھ ہو گا۔" مارٹینا نے بڑے یقین سے کہا۔

"ایک بار اس نے مجھے بتایا تھا کہ دیوی دیوتاؤں کو راضی کرنے کی خاطر اسے اکثر جوان عورتوں اور بچوں کی بھینٹ بھی چڑھانی پڑتی ہے۔"

"کیا آپ کو ان باتوں پر یقین ہے ـــ؟"

"نہ سہی ـــ لیکن جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا ہے ـــ فلورا اور مارٹن کی موت جن حالات میں واقع ہوئی ہے کیا تم ان باتوں سے انکار کر سکو گے ـــ؟"

"آپ کا کیا خیال ہے ـــ ننکا اب کہاں ہو گا ـــ؟" میجر طارق نے مارٹینا کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"جہنم میں ـــ" مارٹینا نے الجھتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا۔ "اب جبکہ میں ہنری کی موت کی ذمہ داری قبول کر چکی ہوں اور جانتی ہوں کہ پھانسی کا پھندا یا پھر بجلی کی کرسی مجھے موت سے ہمکنار کر دے گی ـــ مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں آخری وقت میں پرسکون رہنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے بھی ننکا کی ذات سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ کسی طرح اسے گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچا سکوں۔" میں نے اس کی تلاش میں چنار گڑھ کا کونا کونا تلاش کر ڈالا ہے لیکن وہ میرے ہاتھ نہیں آیا ـــ"

"میری ایک بات مانو گے میجر ـــ" اس بار مارٹینا نے بڑے پرخلوص اور دوستانہ لہجے میں کہا۔ "اس کمینے کا خیال ذہن سے نکال دو۔ وہ حیرت انگیز اور ناقابل یقین پراسرار قوتوں کا مالک ہے ـــ ہو سکتا ہے وہ وقتی طور پر کسی مصلحت کی بنا پر تمہاری نظروں سے روپوش ہو گیا ہو لیکن وہ جب بھی چاہے گا تمہیں نقصان پہنچا دے گا اور اگر ایسا ہوا تو مجھے دکھ ہو گا ـــ اس لئے کہ میں تمہیں دوست سمجھتی ہوں۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے دوستی کے قابل سمجھا لیکن میں ننکا کی شیطانی قوتوں سے زیادہ اس رحمانی قوت کا علمبردار ہوں جس کے سامنے ساری طاقتیں ہیچ ہیں۔" میجر طارق نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "ننکا کی تخلیق میں بھی اسی سپرپاور بھی قدرت و مصلحت شامل ہے۔ اور وہی جب چاہے گا ننکا کو ایک حقیر کیڑے کی طرح مسل کر پھینک دے گا۔"

"میں نے تمہارے گاڈ کے بارے میں بھی بہت کچھ پڑھا ہے میجر لیکن۔۔۔"

"پلیز مس مارٹینا۔۔۔" میجر طارق نے ہاتھ اٹھا کر بڑی سرد مہری سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہو گا کہ ہم اس بحث میں نہ پڑیں۔۔۔ جو کتابوں میں لکھا ہے جب ہم ان پر سچے دل سے عمل نہیں کر سکتے تو ہمیں اس پر بحث کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں ہے۔۔۔"

"میجر۔۔۔" مارٹینا نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "اگر تمہیں میری کوئی بات ناگوار گزری ہو تو میں معافی کی خواستگار ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔" میجر نے مسکرا کر جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں؟"

"میری ایک آخری خواہش پوری کر سکو گے میجر طارق۔" مارٹینا نے اچانک رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی حسرت بھری نظریں میجر طارق کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"آپ حکم دیں۔۔۔"

"حکم نہیں۔۔۔ یہ میری درخواست ہے کہ پھانسی کے وقت تم میری نظروں کے سامنے رہو۔ شاید اس لئے کہ تم وہ واحد شخص ہو جسے میں اپنا دوست کہہ سکتی ہوں۔"

"زندگی سے اتنی جلدی مایوس نہیں ہوتے۔۔۔" میجر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی تو عدالت میں باقاعدہ پیشیاں ہوں گی اس کے بعد۔۔۔"

"تم کسی مرحلے پر مجھے بچانے کی کوشش نہیں کرو گے۔۔۔ یہ میری درخواست نہیں میرا حکم ہے۔" مارٹینا نے تیزی سے اٹھتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں کہا پھر منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔۔۔ میجر نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ مارٹینا کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔۔۔!



ننکا کی نگاہیں اس چوکور پتھر پر مرکوز تھیں جس کی دوسری جانب اس کے خیال

کے مطابق شاہی دفینہ موجود تھا لیکن اس کا ذہن بدستور اسی طاقت کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کے بارے میں رادھیکا نے اسے بتایا تھا۔ اس نادیدہ قوت کو بے نقاب کرنے کی خاطر اس نے تمام جتن کر لئے تھے۔ سارے جنتر منتر آزما لئے تھے مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اسے یہ خیال بھی رہ رہ کر آ رہا تھا کہ اگر اس نے بروقت اپنے آپ کو حصار میں نہ کر لیا ہوتا تو دہکتے انگاروں کی بارش اسے یقیناً جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی۔

جس نادیدہ قوت نے اس کا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کی تھی اس نے شرافت حسین کو بھی اٹھا کر ہوا میں اچھال دیا تھا جس کے سبب شرافت حسین کو اندرونی چوٹیں آئی تھیں۔ وہ طاقت ایسا نہ کرتی تو شاید ننکا اس کی موجودگی سے پوری طرح باخبر نہ ہو سکتا۔ شرافت حسین کے بجائے اگر اس نے اپنا نشانہ ننکا کو بنایا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ ننکا کو خود کو حصار میں محفوظ کرنے کا موقع بھی میسر نہ آتا۔ یہی خیال ننکا کے ذہن کو الجھا رہا تھا۔ اب اسے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ نادیدہ طاقت کی ہمدردیاں شرافت حسین کے ساتھ تھیں۔۔۔ آخر کیوں؟ اس قوت نے شرافت حسین کو ہوا میں اچھال کر ننکا کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا اسے اندھیرے میں رکھ کر جان سے مارنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔ اس کا کیا مقصد تھا؟ کیا نادیدہ قوت اسے صرف اپنی برتری کا احساس دلانا چاہتی تھی یا اسے خزانے تک پہنچنے سے روکنے کی خاطر اس نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ جب چاہے گا ننکا کے راستے کی دیوار بن جائے گی۔

ننکا کا شیطانی ذہن بڑی تیزی سے تمام امکانی پہلوؤں کا احاطہ کر رہا تھا۔ اس نے شرافت حسین سے گٹھ جوڑ کرتے وقت دیوی دیوتاؤں کی لمبی چوڑی قسمیں کھا کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا لیکن اب یہ خیال اس کے دل میں گرہ ڈال رہا تھا کہ نادیدہ قوت کی ہمدردیاں شرافت حسین کے حق میں تھیں اور اگر ایسا تھا تو پھر شرافت حسین کو بھی اس کے بارے میں کسی نہ کسی زاویے سے علم ضرور رہا ہو گا۔

ننکا کی آنکھوں میں ابھرنے والی سرخی شعلوں کا روپ اختیار کرتی جا رہی تھی۔

شیطانی قوتیں اس کی کھوپڑی میں گردش کر رہی تھیں۔ شرافت حسین اس وقت اس سے دو قدموں کے فاصلے پر تھے۔ ننکا چاہتا تو اپنی کالی طاقتوں سے انہیں پل بھر میں ہلاک کر سکتا تھا لیکن وہ بھوانی کی سوگند توڑنے سے پیشتر اپنے شبے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنی آنکھیں موند کر ایک منتر کا جاپ شروع کر دیا۔

شرافت حسین خاموش کھڑے ننکا کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہے تھے۔

ننکا نے خزانے کی آخری منزل پر پہنچ کر جس انداز میں کینچلی بدلی تھی وہ اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہے تھے۔ ہوا میں قلابازیاں کھا کر زمین پر گرنے سے ان کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ ننکا نے کسی طاقت سے ٹکرانے کے بعد جس لب و لہجے میں شرافت حسین سے گفتگو کی تھی وہ بھی انہیں ناگوار گزری تھی۔ ان کے ذہن میں یہ شبہ بھی کلبلا رہا تھا کہ جس طاقت نے انہیں دبوچ کر ہوا میں پھینکا تھا وہ بھی ننکا ہی کے کسی جنتر منتر کے موکل کی شرارت رہی ہو گی۔ شاید خزانے کے قریب پہنچ کر ننکا کے ارادے بدل گئے تھے۔ اس کی نیت میں فتور آ گیا تھا۔ وہ اپنی قسمیں توڑ کر خزانے کو تنہا ہڑپ کر جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شرافت حسین کو اپنی معصومیت کا یقین دلانے کی خاطر اس نے ہوا میں اچھل کود کر محض ڈرامہ رچایا تھا۔

شرافت حسین اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے رہے۔ وہ قلعہ کے تہہ خانے میں ننکا کے ساتھ تنہا موجود تھے جہاں ہر طرف ہولناک ویرانی اور پراسرار نادیدہ قوتیں موجود تھیں۔ جو سنی سنائی روایت کے مطابق سال خوردہ شاہی دفینے پر اپنا قبضہ مسلط کئے ہوئے تھیں اور کسی انسان کو وہاں تک پہنچنے سے روکنا چاہتی تھیں۔ ایسے حالات میں گھرے ہونے کی صورت میں شرافت حسین' ننکا کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ننکا کی کالی قوتوں کے تماشے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے اسے للکار کر نیچا دکھانے کی غلطی نہیں کر سکتے تھے لیکن ایک بات انہوں نے بہرحال دل میں ٹھان لی تھی کہ اگر ننکا نے خزانے کے حصول کے بعد اس کے بٹوارے کے سلسلے میں آنا کانا کی تو وہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اس سے ٹکرا جائیں گے خواہ اس کا انجام کتنا ہی ہولناک کیوں نہ ہو۔

ننکا بدستور آنکھیں بند کئے کسی منتر کے جاپ میں پوری طرح غرق تھا۔ وہ اپنے تصور میں رادھیکا کو اجاگر کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا جس نے پہلی بار کسی دوسری طاقت کے بارے میں باخبر کیا تھا۔ دس پندرہ منٹ تک وہ اپنے منتر کو بار بار دہراتا رہا۔ اس کی بند آنکھوں کے سامنے بجلیاں سی تڑپتیں پھر غائب ہو جاتیں۔ ننکا نے اپنا ارادہ نہیں بدلا وہ سمجھ رہا تھا کہ رادھیکا اس کے سامنے آنے سے کترا رہی ہے۔ اسے شیش ناگ مہاراج کی حمایت حاصل تھی۔ وہ شیش ناگ کی داسی تھی لیکن ننکا نے بھی فلورا کے حسین اور گداز جسم کے گاڑھے خون سے شیش ناگ کی مورتی کو غسل دیا تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ کچھ دیر کشمکش جاری رہی پھر جیت ننکا ہی کی ہوئی۔ اس کے تصور میں تڑپتی کڑکتی بجلیوں نے بہرحال ایک خوبصورت زہریلی ناگن کی شکل اختیار کر لی۔

"میں تجھے رادھیکا کے روپ میں دیکھنا پسند کروں گا۔" ننکا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا۔

"نہیں ـــ" ناگن نے خونخوار انداز میں پھن لہراتے ہوئے سرد مہری سے جواب دیا۔ "میں شیش ناگ مہاراج کی داسی ہوں تم مجھے اس سے کسی ناری کے روپ میں آنے پر مجبور نہیں کر سکتے ـــ"

"رادھیکا ـــ" ننکا کا لہجہ اور سرد ہو گیا۔ "کیا تو بھول رہی ہے کہ اس سے تو کس سے مخاطب ہے؟"

"میں نے تمہاری چار اچھائیں پوری کرنے کا وچن دیا تھا ایک اچھا باقی رہ گئی ہے اس کے بعد ـــ"

"اونچے سروں میں بڑھ چڑھ کر نہ بول مورکھ ـــ" ننکا کے تیور خطرناک ہونے لگے۔ "اگر میں نے چوتھی اچھا کو سینے میں دفن کر لیا تو تیری آتما کو کبھی مکتی حاصل نہ ہو گی ـــ"

ننکا کا جواب سن کر خوبصورت ناگن کی آنکھوں میں مایوسی اور بے چینی نظر آنے لگی۔

"میری آگیا کا پالن کر۔۔۔" نکا نے گرج کر کہا۔ "میں تجھے شیش ناگ مہاراج کی سوگند دیتا ہوں۔"

ناگن ایک لمحے کو فضا میں بل کھاتی رہی پھر اس نے تڑپ کر رادھیکا کا روپ اختیار کر لیا۔ دیوداسیوں کے سندر روپ میں وہ اس وقت اندر سبھا کی کوئی اپسرا دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز قیامت ڈھا رہے تھے۔ اس کے انگ انگ میں مستیوں کے ساغر ٹکرا رہے تھے۔ وہ سرتاپا ایک نشہ تھی جو کسی بھی ہوشمند کو ایک نظر میں بے خود کر سکتا تھا لیکن نکا نے اس وقت بہکنے کی حماقت نہیں کی۔ شاید اس نے رادھیکا کی نگاہوں میں چھپے نفرت کے احساس کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ بھی اسی میدان کا کھلاڑی تھا جس میں زندگی کے سو سال پورے کرنے کے بعد ایک خوبصورت ناگن نے روپ بدلنے کا اعزاز حاصل کر لیا تھا۔ اس نے سالہا سال دیوی دیوتاؤں کو راضی کرنے کی خاطر پہاڑی گپھاؤں اور جنگلوں کے خطرناک گوشوں میں بیٹھک لگا کر مہان شکتیاں حاصل کی تھیں۔ کالے علم پر دسترس حاصل کی تھی اور پرانی قبروں میں ساری رات ایک ٹانگ سے کھڑا رہ کر بھٹکی ہوئی آتماؤں سے باتیں کرنے کا گر حاصل کیا تھا۔ رادھیکا اس کے مقابلے میں محض ایک ذرہ تھی۔ اسے شیش ناگ کی ہمدردی حاصل نہ ہوتی تو نکا پلک جھپکتے میں اس کا کریا کرم کر سکتا تھا۔

"تم نے اس سے مجھے کیوں یاد کیا ہے۔۔۔؟" رادھیکا نے سرسراتی آواز میں دریافت کیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں شیش ناگ کی مورتی کے آگے سے تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گی۔"

"اسی کارن میں نے تجھے اپنے خیالوں میں آواز دی ہے۔۔۔" نکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اب کیا ضرورت پیش آ گئی۔۔۔؟" رادھیکا کے انداز میں بیزاری تھی۔

"تو نے کہا تھا کہ ایک شکتی میرا راستہ کھوٹا کرتی رہے گی۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔۔۔"

"کیا ابھی تک وہ میرے آڑے نہیں آئی۔۔۔؟" نکا نے ایک ایک لفظ پر زور

دیتے ہوئے پوچھا۔ اس کی خون آلود نظریں بدستور رادھیکا کے خیالی وجود کا ایکسرے کرنے میں مصروف تھیں۔

رادھیکا جواب میں خاموش رہی تو نکا کی نگاہیں چمک اٹھیں۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اسے دیکھ چکی ہے۔۔۔" نکا نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "وہ۔۔۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے راستے میں روڑے اٹکانے آیا تھا۔۔۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔" رادھیکا نے تھوڑے توقف سے بل کھاتے ہوئے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "آج میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔"

"کون ہے وہ۔۔۔؟"

"میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔" رادھیکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "دیوی دیوتاؤں نے میری زبان پر تالے ڈال رکھے ہیں تمہیں میری بات پر وشواس نہیں آتا تو بھوانی کا جاپ کر کے دیکھ لو۔"

"اس نے شرافت حسین پر حملہ کیا تھا لیکن۔۔۔"

"مجھے مجبور مت کرو۔۔۔" رادھیکا نے بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔ "میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔ ایسا کیا تو دیوتاؤں کا سراپ ہم دونوں کو بھوگنا پڑے گا۔۔۔"

"کیا میرا متر اس شکتی کو جانتا ہے۔۔۔؟" نکا نے پینترا بدل کر پوچھا۔

رادھیکا نے کوئی جواب نہیں دیا خاموش کھڑی ہونٹ چباتی رہی تو نکا نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

"کیا وہ دوبارہ مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔۔۔؟"

اس بار جواب دینے کے بجائے رادھیکا نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ کالی آندھی کا بھنور ایک سمت سے تیزی سے ابھرا تھا پھر رادھیکا کو اپنے اندر سمو کر آسمان کی طرف غائب ہو گیا۔" نکا نے آنکھیں کھول کر شرافت حسین کی جانب دیکھا۔

"کیا تم اتنی دیر سے آنکھیں بند کئے چوکور پتھر کو درمیان سے ہٹانے کا میکنزم تلاش کر رہے تھے؟" شرافت حسین نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"دھیرج رکھو سرکار—— ایک ایک کر کے سارے پتھر راستے سے ہٹ جائیں گے——" ننکا نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے سپنے اوش پورے ہوں گے—— میں نے جیون میں کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑا۔"

"اگر ہم کامیاب ہو گئے تو اس کامیابی کی خوشی میں میں تمہیں ایک انعام ضرور دوں گا۔"

"تم—— اور ننکا کو انعام دو گے——" ننکا نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "تمہارے پاس دینے کو کیا دھرا ہے——"

"کیوں—— کیا تم اس خون میں ڈوبی روئی کو بھول گئے جو میرے پاس محفوظ ہے——"

"تم سچ کہہ رہے ہو سرکار——" ننکا روئی کا نام سن کر یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "کیا تم وہ مجھے دان کرو گے۔"

"ہاں—— میں نے یہی فیصلہ کیا ہے——" شرافت حسین نے حالات کے پیش نظر دوستانہ لہجے میں کہا۔

"پھر میں بھی تمہیں اپنی مہان شکتی کا ایک چمتکار اور دکھاتا ہوں۔" ننکا نے پرجوش آواز میں جواب دیا پھر اس نے اپنے سینے کا ایک بال توڑ کر اس پر کچھ پڑھ کر ہوا میں اچھالا تو شرافت حسین کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ انسانی ہڈیوں کا ایک پنجر فضا میں معلق زندہ انسانوں کی طرح ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔

"مجھے پہچانا مادھو لال میں ننکا ہوں تمہارا پرانا سیوک۔" ننکا نے ہڈیوں کے پنجر کو بڑے زہریلے لہجے میں مخاطب کیا۔

"مجھ پر دیا کرو—— کیوں میری آتما کو پریشان کر رہے ہو۔" پنجر سے کرب میں ڈوبی آواز ابھری۔ "میں تمہارے آگے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں—— مجھے شما کر دو۔"

"کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے——" ننکا زہرخند سے بولا۔ "یاد ہے تمہیں—— تم نے اور شوالی نے جمنا کے سلسلے میں میرا اپمان کیا تھا۔ کرم چند کو

پانے کے کارن تمہیں شوالی اور جمنا کو کھونا پڑا تھا۔ کیول تم باقی رہ گئے تھے پھر تم نے ننکا کو پولیس جال میں پھنسانے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً تمہاری کھاٹ بھی کھڑی کرنی پڑی——"

"جو ہونا تھا ہو چکا—— اب کس جنم کا بدلا لینے کو میری آتما کو پریشان کر رہے ہو——؟"

"تمہاری وجہ سے جمنا کے شریر کی ہڈیاں تتر بتر ہو گئیں۔" ننکا نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب جمنا کے بجائے تمہاری آتما کو میرا ایک چھوٹا سا کام کرنا ہو گا۔ اس چوکور پتھر کو ہٹانے کے لئے یہاں جو کرتب دکھایا گیا ہے تمہاری آتما کو اسے کھوجنا ہو گا اس کے بعد تم آزاد ہو گے——"

ہڈیوں کے پنجر سے کوئی آواز نہیں ابھری وہ فضا میں معلق انسانوں کی طرح کچھ دیر ادھر ادھر چکراتا رہا پھر گنیش دیوتا کی مورتی کے پیچھے جا کر رک گیا۔ ننکا تیزی سے لپکتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ شرافت حسین حیرت سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پنجر کا سیدھا ہاتھ کھڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ گنیش دیوتا کی مورتی کی پشت پر بنے ہوئے نقش و نگار کے ایک مخصوص ابھار کو ہلکا سا اندر کی طرف دبایا تو گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ چوکور پتھر نیچے کی جانب دب کر ایک طرف سرکتا چلا گیا۔

ننکا اور شرافت حسین دونوں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ ہڈیوں کا پنجر ہوا میں معلق تھا۔

"مادھو لال——" ننکا نے پنجر کو مخاطب کیا۔ "تم اب جا سکتے ہو——"

ہڈیوں کا پنجر دوبارہ کھڑکھڑایا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوتا فرش میں پیدا ہونے والی خلاء سے ایک عجیب الخلقت پرندہ تیزی سے اڑتا ہوا نمودار ہوا اور پنجر سے ٹکرا گیا۔ روشنی کا ایک تیز جھماکا ہوا پھر ہڈیوں کا پنجر خون کے قطروں کی شکل میں گرتا ہوا غائب ہو گیا۔ ننکا نے تیزی سے لپک کر شرافت حسین کا ہاتھ تھام لیا۔ عجیب الخلقت پرندہ جس کے جسم سے ناقابل برداشت تعفن پھوٹ رہا تھا فضا میں چکراتا پھر رہا تھا۔ ننکا کی تیز نظریں پرندے پر جمی ہوئی تھیں جس نے اب انتہائی

کریہہ اور بھیانک آواز میں چلانا شروع کر دیا تھا۔

"یہ کیسی بلا ہے ننکا——" شرافت حسین نے سہمے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

ننکا نے شرافت حسین کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس کے ہونٹ بڑی تیزی سے ہل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں پرندے پر مرکوز تھیں جو سنگلاخ دیواروں سے ٹکراتا پھر رہا تھا۔ اس کے انداز میں خوفناک غضب تھا۔ وحشت تھی پھر یکلخت اس نے اپنا رخ تیزی سے ننکا کی سمت کیا۔ اس کی خونخوار نظروں سے شعلے نکل رہے تھے۔ ننکا اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ اس نے پرندے کو قریب آتے دیکھا تو اپنا الٹا ہاتھ بلند کر کے انگلیاں جھٹکنے لگا۔ اس کی انگلیوں سے کڑکتی ہوئی بجلیاں نکلیں اور خوفناک پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا نیچے گرنے لگا۔ بجلیوں کے جال نے اسے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ وہ چیختا ہوا فرش سے ٹکرایا تو ایک خوفناک دھماکے کی آواز ہوئی پھر دھوئیں کے کثیف بادل نمودار ہو کر اس طرح پھیلے کہ پل بھر میں ہر شے اس میں چھپ کر رہ گئی۔ شرافت حسین کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ انہیں ننکا کی گرفت اپنے ہاتھ پر محسوس ہو رہی تھی لیکن ننکا نظر نہیں آ رہا تھا——!



بابا رحیم اس وقت اپنے آستانے سے باہر ایک تناور درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ حسب معمول ان کی انگلیاں تسبیح کے دانوں پر کسی وظیفے کا ورد کرنے میں مصروف تھیں۔ ان کی آنکھیں بند تھیں لیکن چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہیں۔ کوئی خیال انہیں پریشان کر رہا تھا۔ تسبیح پڑھتے پڑھتے ان کی انگلیاں یکلخت تھم جاتیں۔ وہ آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہتے پھر دوبارہ آنکھیں موند کر سر جھکا لیتے۔ خاصی دیر سے وہ ان ہی کیفیتوں سے دوچار تھے پھر ایک بار جب انہوں نے آنکھیں کھول کر آسمان کی جانب نظر اٹھائی تو تسبیح ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ ان کے جسم میں آہستہ آہستہ لرزے کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ چہرے پر پریشانی کے سائے پھیل کر گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ آنکھوں میں پہلے نمی کے آثار نمودار ہوئے پھر آنسو قطرے کی شکل میں پلکوں سے ڈھلک کر ان کی نورانی ڈاڑھی کو بھگونے لگے۔ ہونٹوں کو جنبش ہوئی تو سسکیوں کی مدھم مدھم آواز سنائی دینے لگی پھر سسکیاں آہ و زاری اور رقت میں تبدیل ہو گئیں۔ وہ پلک جھپکائے بغیر آسمان کی سمت دیکھتے رہے۔ آنسوؤں نے رفتہ رفتہ پرنالے کی شکل اختیار کر لی—— سسکیاں ہچکیوں میں تبدیل ہونے لگیں تو تڑپ کی کیفیت دوچند ہو گئی۔ وہ اچانک اس طرح دھاڑیں مار مار کر رونے لگے جیسے کسی شدید کرب میں مبتلا ہوں پھر روتے روتے وہ یکلخت خاموش ہو گئے۔

آسمان کی جانب سے نظریں ہٹا کر انہوں نے اطراف کا جائزہ لیا تو کشادہ پیشانی

پر بے شمار آڑی ترچھی شکنیں نمودار ہو گئیں۔ آنکھوں میں تجسس جاگ اٹھا۔ بابا رحیم نے قدموں میں پڑی تسبیح کو اٹھا لیا پھر ایک طویل سانس لے کر بڑے ہی نرم اور شفیق لہجے میں بولے۔

"اب آ ہی گئے ہو تو پھر یہ پردہ کیسا---"

بابا رحیم کا جملہ ختم ہوا تو ایک ادھیڑ عمر کا شخص ان سے پانچ قدم کے فاصلے پر کھڑا نظر آیا۔ وہ سر سے پاؤں تک سفید لباس میں ملبوس تھا۔ چہرے پر خش خشی ڈاڑھی نظر آ رہی تھی۔ وہ بھی نورانی چہرے کا مالک تھا لیکن اس کی آنکھوں میں بے چینی تیر رہی تھی۔

"میں آپ کی عبادت اور ریاضت میں دخل اندازی کی معافی چاہتا ہوں لیکن آپ کی آہ و زاری مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔" ادھیڑ عمر کے شخص نے بڑی عقیدت سے کہا۔

"میں اس مالک دوجہاں سے لو لگائے کسی بدنصیب کے حق میں دعائے خیر کر رہا تھا تمہاری مداخلت سے وہ سلسلہ ٹوٹ گیا جو بڑی مشکل سے قائم ہوا تھا۔" بابا رحیم نے دل شکستہ انداز میں جواب دیا۔

"میں معذرت خواہ ہوں اے عالی مرتبت بزرگ۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم نے دیدہ و دانستہ میرے استغراق میں دخل اندازی نہیں کی--- شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔"

"آپ کی گفتگو میرے شوق تجسس کو سوا کر رہی ہے---" ادھیڑ عمر والے نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "کیا میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کی خاطر آپ جیسا خدا کا پسندیدہ اور نیک بزرگ خیر و برکت کے لئے دعا گو تھا۔"

"وہ راہ بھٹک کر غلط راستے پر بہت دور نکل گیا تھا۔" بابا رحیم نے سرد آہ بھر کر مدھم آواز میں کہا۔ "اس عالم رنگ و بو کے برقی قمقموں نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی۔ صراط مستقیم سے لڑکھڑا کر وہ ان راستوں پر ہو لیا جو دور سے سراب

کی مانند دھندلانے لگتا ہے۔ نیک و بد کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ حرص و ہوس بینائی کو متاثر کرتی ہے تو انسان کو صرف ایک ہی راستہ نظر آتا ہے۔ بدی کا راستہ جس کی آخری منزل بڑی ہولناک ہوتی ہے--- میں جس کی خاطر دعا کر رہا تھا وہ بھی غلط راستوں پر نکل گیا ہے---"

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں---"

"کسی کی دلجوئی کرنا بھی عبادت ہے میرے عزیز---" بابا رحیم نے کہا۔ "تم میری مزاج پرسی کو آ گئے یہی بہت ہے۔"

"آپ حکم دیں تو میں---"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" بابا رحیم نے جھری جھری لے کر جواب دیا۔ "لیکن اب وقت گزر چکا ہے۔ اب صرف وہی اپنی کرم نوازی کر سکتا ہے۔"

"رات خاصی گزر چکی ہے محترم--- میں آپ کو دو گھڑی آرام کا مشورہ دوں گا۔"

بابا رحیم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک لمحے تک کسی خیال میں گم رہے پھر دبی زبان میں کہا۔ "کیا میں تمہارا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"خادم کو ہاشم عبداللہ کہتے ہیں۔"

"ابو القاسم سے واقف ہو---؟" بابا رحیم نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"ہمارا تعلق ایک ہی قبیلے سے ہے---" ہاشم عبداللہ نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔

"تم ایک دوسرے کے دوست بھی ہو---"

"جی ہاں--- میں انکار نہیں کروں گا۔"

"اور اس وقت تم اسی کے ایما پر میرے پاس آئے ہو---"

"ابو القاسم آپ سے شرمندہ ہے میرے محترم۔" ہاشم عبداللہ نے کہا۔ "آپ نے غالباً اسے بلا اجازت قدم بوسی کے شرف سے محروم کر دیا تھا۔ آپ کی صحبت سے دور ہو کر وہ بڑا مضطرب ہے۔"

"تم اس کی سفارش کر رہے ہو---؟"

"یہ میری درخواست ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں---" ہاشم عبداللہ نے بڑی انکساری سے کہا۔

"میں اس سے ناراض نہیں ہوں میرے عزیز--- میں اس کی طبیعت سے واقف ہوں وہ آگ سے تخلیق کیا گیا ہے اس لئے اس کے اندر جوش کا عنصر بھی شامل ہے جبکہ بندے کو جوش سے زیادہ ہوش سے کام لینا چاہئے۔" بابا رحیم نے نرم لہجے میں کہا۔ "وہ ہمیشہ کچھ کر گزرنے کی خاطر مضطرب رہتا ہے۔ خدا کی مصلحتوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کچھ ایسی ہی وجہ تھی کہ میں نے اسے اپنے قریب آنے سے روک دیا تھا میں واقف ہوں کہ وہ کیا کارنامے انجام دے رہا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ مشیت ایزدی کے لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ کبھی کبھی جلد بازی اور طاقت کا غلط استعمال بنے بنائے کام کو بگاڑ بھی دیتا ہے---"

"اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے میرے محترم---"

"اس سے کہنا ابھی کچھ دن اور انتظار کرے۔" میں اسے خود اپنے پاس آنے کی دعوت دوں گا مگر وقت آنے پر---" بابا رحیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اب جا سکتے ہو---"

ہاشم عبداللہ نے دوزانو ہو کر سلام کیا پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ بابا رحیم کچھ دیر تک اطراف میں نظریں دوڑاتے رہے پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر ہاتھ کے اشارے سے اپنے گرد حصار کھینچا اور آنکھیں بند کر کے دوبارہ مراقبے کی حالت سے دو چار ہو گئے---"



دھوئیں کے کثیف بادل نے پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ شرافت حسین کو سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ وہ اپنی کلائی پر ننکا کی گرفت محسوس کر رہے تھے لیکن ننکا کا وجود ابھی تک ان کی آنکھوں سے اوجھل تھا۔

"ننکا---" شرافت حسین نے گھٹی گھٹی آواز میں اسے پکارا۔ "کیا تم میرے

قریب ہو---؟"

ننکا کی سمت سے کوئی جواب نہیں آیا۔ شاید وہ اپنی کالی طاقتوں کے ذریعے دھوئیں کے بادلوں کو راستے سے ہٹانے کی جدوجہد میں مصروف تھا یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ عجب الخلقت پرندے کے تعاقب میں نکل گیا ہو۔ شرافت حسین نے اس کی انگلیوں سے کڑکتی بجلیوں کے جال کو نکلتے دیکھا تھا۔ خوفناک طلسمی پرندہ اس کڑکتی بجلی کے جال میں پھنس کر بے بسی سے چلاتا ہوا تیزی سے زمین سے ٹکرایا تھا پھر دھوئیں کے بادل چھا کر گہرے ہوتے چلے گئے۔ ہو سکتا تھا کہ زمین سے ٹکرانے کے بعد وہ ننکا کی شیطانی قوتوں کے جال سے آزاد ہو گیا ہو اور اب دھوئیں کی شکل میں ننکا کو پسپا کرنے کے لئے نبرد آزما ہو۔ بہرحال یہ بات ناقابل یقین تھی کہ ننکا کی گرفت شرافت حسین کے ہاتھوں پر بدستور قائم تھی لیکن وہ جسمانی طور پر موجود نہیں تھا۔ شرافت حسین نے اپنے دوسرے ہاتھ سے ٹٹول کر اسے محسوس کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا ہاتھ تاریکی میں لہرا کر رہ گیا پھر ایک خیال بڑی سرعت سے شرافت حسین کے ذہن میں بجلی بن کر کوندا--- "کہیں ایسا تو نہیں کہ ننکا کی پراسرار قوتیں طلسمی پرندے کے مقابلے میں دم توڑ گئی ہوں اور مدفون خزانے پر تسلط جمانے والی خوفناک بلاؤں میں سے کسی ایک نے ان کا ہاتھ جکڑ رکھا ہو---" اس خیال کے ساتھ ہی موت کی سرد لہر شرافت حسین کے پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ انہوں نے ہاتھ سے خود کو چھڑانے کی خاطر اپنی پوری جسمانی طاقت صرف کر دی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ہاتھ کی گرفت آہنی شکنجے سے زیادہ مضبوط ثابت ہو رہی تھی۔

دھوئیں کے کثیف بادلوں میں شرافت حسین کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ ان کے ڈوبتے ذہن میں مختلف پریشان کن خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے--- شاید خزانے پر پہرہ دینے والی گندی طاقتوں نے ننکا کی سفلی قوتوں اور اس کے جنتر منتر کو زیر کر لیا تھا--- ممکن ہے ننکا کو گھپ اندھیرے میں کسی زہریلے ناگ نے ڈس کر اس کا قصہ تمام کر دیا ہو--- ہو سکتا ہے کہ ننکا نے خطرے کو محسوس کرتے ہی فرار ہو جانے کا راستہ اختیار کر لیا ہو اور خزانے کے حصول کے مقابلے میں

زندگی کو ترجیح دے کر اپنے آپ کو بچا لے گیا۔۔۔ مگر میرا کیا ہو گا؟ کیا میں اسی تہہ خانے میں تڑپ تڑپ کر مرجاؤں گا اور کسی کو میرے انجام کی خبر بھی نہ ہو گی۔۔۔"

شرافت حسین کو اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہونے لگا۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ نادیدہ ہاتھ ان کے گلے پر اپنا حلقہ تنگ کر رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں تلے موت کے سائے لرزنے لگے۔ وہ بری طرح کھانس رہے تھے۔ موت کا تصور ان کے لئے بے حد کربناک ثابت ہو رہا تھا۔ اچانک وہ کسی دم توڑتے ہوئے جانور کی طرح ہاتھ پیر مارنے لگے۔ ان کی وحشت نے جنونی انداز اختیار کر لیا۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر ننکا کو آوازیں دے رہے تھے لیکن انہیں خود اپنی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ نادیدہ قوتوں نے انہیں پوری طرح سے جکڑ رکھا تھا پھر یکلخت تازہ ہوا کا ایک جھونکا آیا تو شرافت حسین کی اکھڑی ہوئی سانسیں دوبارہ بحال ہونے لگیں۔ انہوں نے موت سے نجات حاصل کرنے کی خاطر اپنی کشمکش جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تو کہیں بہت دور سے آتی ہوئی ایک آواز ان کی قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"تم زندگی کی مسرتوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو۔۔۔ تمہارے لئے واپسی کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اب بھی مدفون خزانے کا خیال ذہن سے نکال دو۔۔۔ ورنہ تمام زندگی اذیتوں سے دوچار ہوگے۔ ہو سکتا ہے کہ موت بھی تم سے نگاہیں پھیر لے۔۔۔ جو کچھ گزر چکی ہے وہی عبرت کے لئے کافی سمجھو۔۔۔"

"تم کون ہو۔۔۔؟" شرافت حسین نے بوکھلا کر چاروں طرف دیکھا۔ "اگر تم میرا وہم نہیں ہو تو میری مدد کرو۔"

"میں تمہاری مدد کرنے سے قاصر ہوں۔ تم صرف میرا کہا مان لو۔۔۔ خزانے کا خیال دل سے نکال دو۔"

"تم۔۔۔" شرافت حسین نے بے چینی سے نظریں ادھر ادھر دوڑاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ہمدرد ہو تو سامنے آؤ ورنہ میں یہی سمجھوں گا کہ تم بھی کوئی بلا ہو جو مجھے خزانے سے دست بردار ہونے کا مشورہ دے رہی ہے۔"

"تم اندھے ہو چکے ہو اے بدبخت انسان۔۔۔ وقت کی گردش تمہیں اپنی چکی میں پیس ڈالے گی۔ ایک خزانہ پانے کی خاطر تم نے زندگی کے بیش بہا خزانوں سے منہ موڑ لیا۔۔۔ کچھ بوجھ ہلکا کر لو۔۔۔ خزانے کا خیال تمہارے وجود سے علیحدہ نہ ہوا تو پچھتاوے بھی زندگی کا روگ بن جائیں گے۔"

"ننکا نے مجھے بتایا تھا کہ خزانے کی راہ میں خوفناک بلائیں ہمارے لئے راستہ تنگ کرنے کی کوشش کریں گے۔" شرافت حسین نے بلند آواز میں کہا۔ "میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔۔۔"

"اس بدذات کا ہاتھ جھٹک کر اپنا راستہ الگ کر لے۔۔۔ جو غلاظتوں میں پلا بڑھا ہو وہ سچائی کے راستے پر نہیں چل سکتا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔۔۔؟"

"جہنم میں۔۔۔" اس بار شدید غصے کی حالت میں جواب ملا۔ "اور اگر تو نے میری بات نہ مانی تو تیرا انجام بھی عبرتناک ہو گا۔"

پھر شرافت حسین آوازیں دیتے رہے لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ دھوئیں کے کثیف بادل ابھی تک تہہ خانے میں چکراتے پھر رہے تھے لیکن اب شرافت حسین کو پہلی جیسی گھٹن کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ البتہ وہ اپنی جگہ سے جنبش کرنے سے قاصر تھے۔ ان کی کلائی پر ابھی تک کسی کی گرفت موجود تھی۔ کئی بار انہوں نے ہاتھ گھما کر ننکا کے جسم کو چھونے کی کوشش کی مگر انہیں ہر بار مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شرافت حسین کی الجھن اور بے چینی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ جو کچھ پیش آ رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ ننکا کی گندی قوتوں کا چمتکار وہ اپنی نظروں سے دیکھ چکے تھے لیکن اس وقت وہ جس صورتحال سے دوچار تھے وہ ان کی عقل گنگ کر دینے کو بہت کافی تھی۔ یہ خیال ہی ان کے لئے بڑا وحشت ناک تھا کہ ننکا کے ایک ہاتھ نے ان کو پوری طرح جکڑ رکھا تھا اور وہ اپنے باقی ماندہ جسم کے ساتھ کہیں اور چلا گیا تھا۔ اس قسم کے واقعات بچوں کی کہانیوں میں جن بھوت کے

حوالے سے تفریحِ طبع کے لئے تحریر میں ضرور لائے جاتے تھے لیکن حقیقت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا مگر اس وقت شرافت حسین پورے ہوش و حواس میں ایسی ہی حیرت انگیز سچویشن سے دوچار تھے۔ ان کے ذہن میں مختلف وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ ایک خیال یہ بھی کلبلا رہا تھا کہ کہیں نکا نے ان کے ساتھ دھوکا نہ کیا ہو۔۔۔ خزانے کو تنہا ہڑپ کر جانے کی لالچ میں آکر شرافت حسین کو حالات کے شکنجوں میں جکڑ دیا ہو اور خود خزانہ لے کر فرار ہو گیا ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی انہیں اپنے بیوی بچے کا خیال آیا تو وہ تڑپ کر رہ گئے۔ مایا جال میں پھنس کر انہوں نے اپنی زندگی کی تمام مسرتوں سے منہ پھیر لیا تھا۔ نکا کی کالی طاقتوں نے کسی آکٹوپس کی طرح انہیں پورے طور پر موت کے چنگل میں جکڑ لیا تھا۔ خزانے کے لالچ میں وہ معصوم بچے کو بھوکا پیاسا رکھ کر موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ نکا نے اس کے دل کے خون میں ڈوبی ہوئی روئی سے چراغ جلا کر اس کی بے چین روح سے خزانے کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ مقتول بچے کی روح پانی کی تلاش میں دنیا میں بھٹکتی رہے گی اور نکا اس کے ذریعے دنیا کے تمام مخفی خزانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہے گا۔

تہہ خانے میں داخل ہونے سے پیشتر نکا نے اس خون آلود روئی کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ شرافت حسین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ ان کے ذہن میں ایک نئے شبہے نے سر ابھارا۔ ہو سکتا ہے کہ نکا انہیں اپنی شیطانی قوتوں سے پوری طرح بے بس کرنے کے بعد اسی روئی کی تلاش میں نکل گیا ہو۔ اس خیال سے شرافت حسین کی وحشتوں کو ہوا دی تو وہ پوری قوت سے نکا کو آواز دینے لگے۔ دو تین بار حلق پھاڑ کر چلانے کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ انہیں رفتہ رفتہ یقین آتا جا رہا تھا کہ وہ نکا کے بچھائے ہوئے فریب کے جال میں پوری طرح پھنس چکے ہیں اور اب شاید موت ہی ان کو چھٹکارا دلا سکتی ہے۔

شرافت حسین ابھی اپنے انجام کے بارے میں غور کر ہی رہے تھے کہ اچانک دھوئیں کے کثیف بادل کائی کی طرح چھٹ گئے اور تہہ خانہ روشنی میں نہا گیا۔ اس

کے ساتھ ہی جس ہاتھ نے شرافت حسین کو جکڑ رکھا تھا وہ بھی غائب ہو گیا پھر وہ نکا کے بے ہنگم قہقہوں کی آوازیں ہی تھیں جس نے شرافت حسین کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

شرافت حسین نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ان کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ نکا، گنیش دیوتا کے بت کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں اسی عجیب الخلقت پرندے کا کٹا ہوا سر موجود تھا۔ جس نے نکا اور خزانے کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔ خوفناک پرندے کی بڑی بڑی آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل کر باہر آ گئی تھیں۔ اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون کے موٹے موٹے قطرے ٹپک رہے تھے۔ نکا اس مردہ پرندے کو ہاتھ میں اٹھائے دیوانہ وار قہقہے لگا رہا تھا۔

"نکا۔۔۔" شرافت حسین نے اسے مخاطب کیا۔ "تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔۔؟"

"میں اس دشٹ کے پیچھے گیا تھا جس نے میری شکتی سے ٹکرانے کی حماقت کی تھی۔" نکا نے پرندے کی کھوپڑی بلند کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارے راستے کا سب سے بڑا پتھر تھا۔ ایسی خطرناک بلا تھی کہ اگر نکا چوک جاتا تو اس سے میری اور تمہاری رام رام ست ہے ہو رہی ہوتی۔ میں نے اسے اپنے جنتر منتر سے جلا کر راکھ کرنا چاہا تھا مگر یہ پاپی مجھے جل دے کر بھاگ گیا۔ میں اسی کے پیچھے گیا تھا۔ اگر یہ ہاتھ سے نکل جاتا تو ہمارے سپنے ادھورے رہ جائے۔۔۔"

"اور مجھے یہاں کسی دوسری طاقت نے جکڑ رکھا تھا۔ وہ کوئی انسانی ہاتھ تھا۔۔۔ صرف کلائی تک محسوس کیا جانے والا ایک ہاتھ اس کا باقی جسم غائب تھا۔۔۔"

نکا نے ایک اور فلک شگاف قہقہہ لگایا پھر سینہ تان کر بولا۔

"وہ سب بھی تمہارے اسی سیوک کا چمتکار تھا۔ وہ ہاتھ میرے منتر کے ایک بیر کا تھا جس نے تمہیں تمہاری حفاظت کے لئے جکڑ رکھا تھا۔ اگر تم ایک قدم بھی ادھر ادھر ہوتے تو خوفناک بلائیں تمہیں پل بھر میں چٹ کر جاتیں۔۔۔" نکا ایک لمحے کو رکا پھر اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم نے ساتھ مرنے اور ساتھ

جینے کی سوگند اٹھائی تھی پھر میں تمہیں اکیلا تو موت کے منہ میں نہیں جھونک سکتا تھا۔"

"اب ہمیں کیا کرنا ہو گا۔۔۔؟" شرافت حسین نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

جواب میں ننکا نے خوفناک پرندے کے کٹے ہوئے سر کو ہوا میں اچھال کر پھونک ماری تو سر بھڑکتے شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔ ننکا نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ وہ مر چکا ہے لیکن شرافت حسین اسی کٹے ہوئے سر سے بلند ہونے والی کربناک اور کریہہ آوازیں سن رہے تھے جو شعلوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک خوفناک آوازیں گونجتی رہیں پھر سب کچھ نظروں سے غائب ہو گیا۔ ننکا نے "جے بھوانی" کا نعرہ بلند کیا پھر قدم اٹھاتا اسی چوکور خلا کے قریب آ گیا جو مادھو لال کی آتما نے پیدا کی تھی۔ شرافت حسین بھی ننکا کے ساتھ ہی گھٹنوں کے بل گرد آلود فرش پر بیٹھ کر خلاء کی دوسری طرف دیکھنے لگا جہاں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔۔۔ ننکا نے چرمی تھیلے سے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ روشنی کا دائرہ تاریکی کو چیرتا ہوا جس چیز سے ٹکرایا اسے دیکھ کر ننکا اور شرافت حسین دونوں خوشی سے اچھل پڑے۔ وہ تین بڑے بڑے صندوق تھے جو گرد سے بری طرح اٹے ہوئے تھے لیکن ان صندوقوں سے لاتعداد سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ روشنی دیکھ کر وہ بھی کلبلانے لگے۔ کچھ نے پھن کاڑھ کر غضبناک انداز میں پھنکارنا بھی شروع کر دیا۔ ننکا کچھ دیر تک روشنی کے دائرے کو صندوقوں پر ادھر ادھر گھماتا رہا پھر اس نے ٹارچ بند کر دی لیکن سانپوں کے پھنکارنے کی آوازیں بدستور سنائی دے رہی تھیں۔

خلاء سے صندوقوں کا فاصلہ بیس پچیس فٹ سے کم نہیں ہو گا۔" شرافت حسین نے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں نیچے پہنچنے کے لئے چھلانگ لگانی پڑے گی لیکن۔۔۔"

"سانپ اور اژدھے پل بھر میں ہمیں جیون روگ سے مکتی دلا دیں گے۔" ننکا نے جملہ مکمل کیا پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔ "ننکا کے ہوتے کسی بات کی چنتا مت کرو سرکار۔ یہ سانپ اور اژدھے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان کے لئے میری

ایک پھونک ہی بہت ہو گی۔ "پھر انتظار کس بات ہے۔۔۔؟"

"دھیرج سے کام لو سرکار۔" ننکا سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے پہلے ایک نظر دیکھ لینے دو کہ ان صندوقوں کے اندر کیا ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔" شرافت حسین نے چونک کر پوچھا۔ "نیچے اترے بغیر تم صندوق کے اندر کس طرح دیکھ سکتے ہو۔۔۔؟"

جواب میں ننکا نے مسکرا کر شرافت حسین کو دیکھا پھر خلاء کے قریب ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر کے بڑی دیر تک منہ ہی منہ میں کچھ بدبداتا رہا۔ شرافت حسین کی نگاہیں ننکا کے چہرے پر مرکوز تھیں اور دل اندر سے بلیوں اچھل رہا تھا۔ انہوں نے جس خزانے کو حاصل کرنے کا خواب دیکھا تھا وہ اب ان کی دسترس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ننکا نے اپنی شیطانی قوتوں سے ہر مرحلے پر راستے کی تمام رکاوٹیں دور کر دی تھیں۔ خوفناک اور عجیب الخلقت پرندہ ان کے راستے کا آخری پتھر تھا جسے ننکا نے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ اور اب وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا اپنی کالی طاقتوں کے ذریعے ان تین بڑے بڑے صندوقوں کے اندر جھانک رہا ہو گا جہاں شاہی خزانہ موجود تھا۔

شرافت حسین کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ مدفون خزانے سے صرف بیس پچیس فٹ دور پہنچ جانے کے بعد ان کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی گردش تیز ہو گئی تھی۔ ہر خیال سے بے نیاز ہو کر وہ صرف اس مال و دولت کے بارے میں غور کر رہے تھے جو ان کے ہاتھ آنے والی تھی۔ ننکا پورے گیان دھیان سے آنکھیں بند کئے اپنے جاپ میں غرق تھا۔ کبھی اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھر کر گہرے ہونے لگتے۔ کبھی وہ یکلخت بے حد سنجیدہ نظر آنے لگتا اور کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ کسی شدید الجھن میں پھنس گیا ہو۔ شرافت حسین کے چہرے کے تاثرات بھی ننکا کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو رہے تھے۔ پھر خاصی دیر بعد ننکا نے آنکھیں کھول دیں۔ ان بڑی بڑی خوفناک آنکھوں میں خون کی سرخیاں تیرتی نظر آ رہی تھیں۔ آنکھیں پھاڑے وہ خلاء میں کچھ تلاش کرنے میں مصروف نظر آ رہا تھا۔

"کیا رہا ننکا۔۔۔؟" شرافت حسین نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "تم اس طرح خلا میں کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟"

ننکا کی کیفیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ شاید اس نے شرافت حسین کی بات نہیں سنی تھی اور اگر سنی بھی تھی تو سن کر ٹال گیا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔

"صندوقوں میں بند خزانے میں تم نے کیا کچھ دیکھا۔۔۔؟" شرافت حسین نے قدرے بلند آواز میں اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

ننکا کسی بے جان بت ہی کی طرح خاموش بیٹھا رہا تو شرافت حسین سے ضبط نہ ہو سکا۔

"ننکا۔۔۔ تم کن خیالوں میں گم ہو۔" انہوں نے ننکا کا ہاتھ تھام کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ تم نے صندوقوں کے اندر کیا دیکھا۔۔۔"

ننکا اس طرح چونکا جیسے کچی نیند سے بیدار ہو گیا ہو۔ اس نے نظریں گھما کر شرافت حسین کو دیکھا پھر ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

"ہیرے۔۔۔ جواہرات۔۔۔ سونے چاندی کی بڑی بڑی اینٹیں۔۔۔ دیوی دیوتاؤں کی نایاب مورتیاں۔۔۔ رانی مہارانیوں کے سندر شریر سے اترے ہوئے نادر زیورات۔۔۔ قیمتی پتھر بازو بند۔۔۔ پکھراج کی ڈھیر ساری مالائیں۔۔۔ سونے کے تاج۔۔۔ جھلمل کرتے سکے۔۔۔ جگمگاتے ہوئے ہتھیار۔۔۔ اور راجوں مہاراجوں کے پاس ہونے والی وہ تمام انمول چیزیں ایک عام منش جن کے بارے میں سپنے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اتنی دھن دولت جسے ہم تم سارا جیون دونوں ہاتھوں سے لٹاتے رہیں تب بھی ختم نہ ہو۔"

"پھر۔۔۔ تم اس قدر سنجیدہ کیوں ہو۔۔۔؟" شرافت حسین نے بے چینی کا اظہار کیا۔ "ہمیں جلد از جلد اس خزانے کو حاصل کر کے یہاں سے نکل چلنے کی تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔۔۔"

"میں بھی اس وچار میں گم ہوں شرافت بھائی پرنتو ایک الجھن درمیان میں

لئی ہے۔۔۔"

"کیسی الجھن۔۔۔؟" شرافت حسین نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا ابھی تمہیں کچھ اور رکاوٹوں کو دور کرنا پڑے گا۔"

"بات رکاوٹوں کی نہیں۔۔۔ بلیدان دینے کی ہے۔" ننکا نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "ہم جس خزانے کے قریب پہنچ چکے ہیں وہ جیودھاری ہے۔۔۔ اسے حاصل کرنے کی خاطر ہمیں کچھ بھینٹ دینی پڑے گی۔۔۔"

"کس قسم کی بھینٹ۔۔۔؟" شرافت حسین نے مشتبہ نظروں سے ننکا کو گھورا۔

"جیون کی بھینٹ۔۔۔ اس کے بغیر ہم خزانے کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکیں گے۔"

ننکا بے حد سنجیدہ تھا۔

"ننکا۔۔۔ کہیں تم مجھ سے کوئی مذاق تو نہیں کر رہے۔۔۔؟" شرافت حسین نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید میرے من میں بھی یہی دھیان آتا۔۔۔ لیکن میں تم سے ٹھٹھول نہیں کر رہا ہوں۔" ننکا نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "یہ دیوتاؤں کی مرضی ہے کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کو خزانہ حاصل کرنے کے کارن اپنے جیون کی قربانی دینا ہو گی۔"

شرافت حسین اس طرح چونکے جیسے کسی زہریلے بچھو نے انہیں ڈنک مار دیا ہو۔ فوری طور پر ان کے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ ننکا کے دل میں بددیانتی آ گئی ہے۔ وہ خزانے کو تنہا ہڑپ کرنے کی خاطر انہیں درمیان سے ہٹانا چاہتا ہے۔

"اپنے من میں کھوٹ مت لاؤ شرافت بھائی۔" ننکا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم دیکھ چکے ہو کہ ننکا کن مہان شکتیوں کا مالک ہے اگر میں تمہیں راستے سے ہٹانا چاہتا تو یہاں تک اپنے ساتھ نہ لاتا۔ میرا ایک اشارہ ہی تمہارے لئے بہت ہوتا۔"

شرافت حسین کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ انہیں ننکا کی سنجیدگی میں بھی اس کی کمینگی نظر آ رہی تھی۔ شاید وہ ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلنے

کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا ہے ___؟" شرافت حسین نے دل کڑا کر کے پوچھا۔ "ہم میں سے کون قربانی پیش کرے گا اور کون خزانے کا مالک بنے گا۔"

"اگر میں فیصلہ کرنے کا ادھیکار تمہیں سونپ دوں تو تم کیا کرو گے ___؟" ننکا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں پتھروں کی مورتیوں اور بے جان بتوں کے مقابلے میں جیتے جاگتے انسانوں کو زیادہ ترجیح دوں گا۔"

"آگے کچھ نہ کہنا سرکار ___" ننکا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "میں دیوی دیوتاؤں کا اپمان برداشت نہیں کر سکتا ___ میں نے گنز ضرور کھایا ہے پرنتو بھوانی کی بھگتی بھی کی ہے ___ بھوانی جس نے مجھے شکتی دان کی ہے۔"

"پھر ___ ہمارے درمیان فیصلہ کون کرے گا ___؟" شرافت حسین نے ننکا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

"کیول ایک ہی طریقہ ہے ___" ننکا بولا۔ "ہم آپس میں بلوانوں کی طرح پنجہ لڑا لیں جو ہار جائے بھینٹ اسی کو دینی پڑے گی۔"

"اور اگر میں تمہاری یہ شرط ماننے سے انکار کر دوں تو ___"

"تو میں تمہیں روکوں گا نہیں ___" ننکا نے کھردرے لہجے میں کہا۔ "پہلے تم خزانے کو حاصل کرنے کے لئے زور لگا لو میں ایک طرف بیٹھ کر تماشہ دیکھوں گا ___ اس کے بعد میری باری ہو گی ___ یہ دیوتاؤں کی مرضی پر چھوڑ دو کہ وہ کس کی بھینٹ سویکار کرتے ہیں۔"

"ایک طریقہ اور بھی ممکن ہے ___" شرافت حسین نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "ہم خزانے کو چھوڑ کر واپس لوٹ جائیں ___"

"اور ننکا نے جو اتنے جتن کئے ہیں ان کا کیا ہو گا ___؟" ننکا نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہم نے خزانے کو برابر برابر دو حصوں میں بانٹنے کا معاہدہ کیا تھا اور قسمیں کھا لر ایک دوسرے سے وفادار رہنے کا عہد کیا تھا شرافت حسین نے سرد لہجے میں کہا۔ یا تو ہمیں اپنی بات ہر قیمت پر نبھانی چاہئے یا پھر خزانے کا خیال دل سے نکال دینا بہتر ہو گا۔"

"پیاسا کنویں کے پاس آ کر لوٹ جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ننکا نے تیزی سے لہا۔ "میں یہاں سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ پھر زانہ ہم دونوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم میرے ساتھ دھوکا کرو گے اس لئے کہ تم خبیث ہو۔ ذات ہو۔" شرافت حسین خود پر قابو نہ پا سکے۔ تو بے قابو ہو گئے۔ غصے سے تلملا کر دلے۔ "لیکن اگر میں خزانہ حاصل نہ کر سکا تو تمہیں بھی کامیاب نہیں ہونے دوں ا ___"

"کیوں مشکوری کرتے ہو سرکار۔" ننکا کی آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا رقص ری ہو گیا۔ مضحکہ[1] اڑاتے ہوئے بولا۔ "تم ___ اور میرا راستہ روکو گے ___ کیا جاگتے ں کوئی سپنا دیکھ رہے ہو ___؟"

شرافت حسین کا خون کھول اٹھا وہ آپے سے باہر ہو کر ننکا کی طرف لپکے لیکن ی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکے۔ ننکا نے اپنے کالے عمل سے انہیں باندھ دیا تھا ر دور کھڑا حقارت سے مسکرا رہا تھا۔ شرافت حسین کو یکلخت اپنی غلطی کا بڑی شدت ے احساس ہوا۔ وہ بھول گئے تھے کہ ننکا پراسرار شیطانی قوتوں کا مالک تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مہاراج ___؟" ننکا نے حقارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ گے بڑھو اور ننکا کے شریر کو لہولہان کر دو۔ تم تو چنار گڑھ کے بہت بڑے افسر ہو حکم دو تو سیوک خود اپنا سر اتار کر تمہارے قدموں میں رکھ دے ___ بولو سرکار کیا لہ کیا ہے تم نے اس کمینے اور بدذات کے لئے ___"

شرافت حسین نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن ان کی قوت گویائی بھی سلب ہو ر رہ گئی تھی۔ ننکا کچھ دیر مسکرا مسکرا کر شرافت حسین کی بے بسی کا مذاق اڑاتا رہا

پھر یکلخت سفاک انداز میں بولا۔

"تیار ہو جاؤ شرافت حسین۔۔۔ اب ننکا دیوتاؤں کے چرنوں میں تمہارے جیون کی بھینٹ دے کر خزانہ حاصل کرے گا۔"

شرافت حسین اپنی جگہ کسمسا کر رہ گئے۔ ننکا کے ہونٹ بدبدانے لگے۔ وہ کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ اس کی خوفناک آنکھیں شرافت حسین کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ شرافت حسین کا دل ڈوبنے لگا۔ آخری وقت میں خدا یاد آیا تو انہوں نے اپنے ہونٹ کاٹ لئے۔ ننکا نے اسی لمحے اپنا الٹا ہاتھ بلند کر کے شرافت حسین کی طرف جھٹکا۔ شرافت حسین موت کے تصور سے لرز اٹھے۔ انہیں یقین تھا کہ ننکا کی انگلیوں سے بجلیاں کڑکتی ہوئی نکلیں گی اور انہیں پل بھر میں جلا کر خاک کر دیں گی لیکن جو کچھ ہوا وہ شرافت حسین کے سوچنے کے برعکس تھا۔ ننکا ہاتھ جھٹکتے ہی اوندھے منہ زمین پر گرا تھا پھر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اچانک کسی گیند کی طرح اچھل کر گنیش دیوتا کی مورتی سے ٹکرا کر کراہتا ہوا دوبارہ فرش پر چاروں خانے چت گرا۔۔۔ شرافت حسین اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے لیکن اچانک انہیں بھی یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے انہیں کولی بھر کر اٹھا لیا ہو۔ انہوں نے چیخنا چاہا لیکن آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ پھر غنودگی کی لہر اتنی تیزی سے ان کے ذہن پر طاری ہوئی کہ انہیں کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔۔۔ ان کے ڈوبتے ذہن میں جو آخری آواز گونجی تھی وہ ننکا کی چیخ تھی۔۔۔!



ابوالقاسم کے تیور اس وقت بہت خطرناک نظر آ رہے تھے۔ شرافت حسین کو ان کی کوٹھی کی خواب گاہ میں لٹانے کے بعد اس نے بڑے غصے سے ایک سمت گھور کر دیکھا پھر اس نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کر کے دراز کرنا شروع کیا جو کمرے کی دیوار سے ہوا کی طرح گزرتا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ابوالقاسم کے چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ اس وقت وہ اپنے آپے میں نہیں تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا لیکن آنکھیں بدستور ایک ہی سمت میں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں۔ دو چار منٹ تک وہ اپنی جگہ کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا پھر اس کا ہاتھ سمٹ کر خوابگاہ میں واپس آ گیا تو اس کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ننکا کو نفرت سے گھورا جو اس کی مٹھی میں پھنسا خود کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔

ابو القاسم ایک ثانئے کے لئے اسے بڑی حقارت سے گھورتا رہا پھر اس نے ننکا کو فرش پر زور سے پٹخا اور شیشے کے ایک گلاس نما جار میں بند کر دیا۔ ننکا کی حالت اس وقت قابل رحم تھی۔ وہ گلاس نما جار میں بند ادھر ادھر اچھل رہا تھا۔ خود کو آزاد کرنے کی خاطر شیشے کی دیواروں پر دو ہتھڑ مار رہا تھا۔ چیخ چلا رہا تھا لیکن اس کی آوازیں جار کے اندر ہی گونج رہی تھیں باہر نہیں نکل رہی تھیں۔ ابوالقاسم ننکا کو دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے یکلخت چونک کر اطراف کا جائزہ لیا اور تیزی سے ہاتھ بلند کر کے کوٹھی کے گرد حصار کھینچنے لگا۔ اس وقت وہ اپنے اور ننکا کے درمیان کسی کی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔ حصار قائم کرنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ

درازکر کے شیشے کے جار پر پھیرا تو نکا کی چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"کسی کو دھوکے سے شکار کرنا مردانگی نہیں ہے۔" نکا نے چیخ کر کہا۔ "ہمت ہو تو کھل کر سامنے آ کر مقابلہ کرو۔ اس پردے کو درمیان سے ہٹا دو جو ہمارے درمیان پڑا ہوا ہے---"

"کیوں؟ کیا اب تیرے اندر اتنی شکتی بھی باقی نہیں رہی کہ تو ایک پردے کو راستے سے ہٹا سکے۔" ابو القاسم نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔ "تو نے تو طاقت کے حصول کی خاطر بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ دیوی دیوتاؤں کا آشیرواد حاصل کیا تھا۔ اب تیری وہ طاقت کیا ہوئی جس نے تجھے گھمنڈی بنا دیا تھا---"

"میں اب بھی مہان شکتیوں کا مالک ہوں۔" نکا ہذیانی انداز میں چیخا۔ "مجھے اس مرتبان سے باہر نکال میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"ابھی سے دم گھٹنے لگا---" ابو القاسم مسکرایا پھر مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔ "تو نے تو سانس روکنے کی بڑی لمبی چوڑی مشقیں کی تھیں کالی طاقتوں کو حاصل کرنے کی خاطر تو نے گند بھی کھائی تھی۔ مرگھٹ کی غلیظ مٹی میں گھنٹوں لوٹ لگایا کرتا تھا۔ مردہ کھوپڑیوں میں چاول ابال ابال کر کھاتا تھا۔ پتھر کی مورتیوں پر خوبصورت عورتوں کو بھینٹ چڑھاتا تھا۔ اب اتنا دم خم بھی نہیں رہا کہ شیشے کی ایک دیوار کو توڑ کر باہر آ سکے--- لعنت ہے تیری اوقات پر---"

"نکا کی شکتی کا تماشہ دیکھنا چاہتا ہے تو اسے آزاد کر کے دیکھ۔" نکا نے چلا کر کہا۔ "تو نے مجھے دھوکے سے قید کیا ہے---"

"اور تو اب تک کیا کرتا رہا تھا؟" ابوالقاسم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "چنار گڑھ کے لوگوں میں دہشت پھیلانے کی خاطر بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلتا رہا۔ اپنا منہ کالا کرنے کی خاطر تو بے بس عورتوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتا رہا اپنی ناپاک اور گندی قوت کے ذریعے کوری ہانڈی اڑا کر معصوم لوگوں کو اذیت ناک موت سے دوچار کرتا رہا۔ کیا وہ تیری مردانگی تھی---؟ کیا تو نے کبھی اپنی پلید قوتوں کو خود سے الگ کر کے کسی سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی---؟"

"تو کون ہے---؟" نکا نے شیشے کے جار پر قوت آزماتے ہوئے کہا۔ "میرا تیرا کیا بیر ہے تو مجھے پریشان کر رہا ہے---"

"تیرا اور شرافت حسین کا کیا بیر تھا جو تو نے اس غریب کی ہنستی کھیلتی زندگی کو جہنم میں دھکیل دیا۔" ابوالقاسم نے تلملا کر کہا۔ "اس معصوم بچے کا کیا قصور تھا جسے تو دوسرے علاقہ سے اغوا کر کے لایا تھا اور شرافت حسین کو اسے بھوکا پیاسا رکھ کر موت کے گھاٹ اتارنے پر مجبور کیا تھا---"

"چھپ کر لمبی چوڑی باتیں کرتا ہے--- نکا چیخا سامنے کیوں نہیں آتا۔"

"آج میں تیری یہ خواہش بھی پوری کئے دیتا ہوں۔" ابوالقاسم نے بڑی دبنگ آواز میں کہا پھر ہاتھ بڑھایا اور جار اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔

نکا نے نظریں گھما کر ابوالقاسم کو غور سے دیکھا اور اسے نگاہوں نگاہوں میں تولنے لگا۔ اپنی پراسرار کالی طاقتوں کے استعمال میں اس نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ شاید اس کے منتر کے بیروں یا پھر دیوی دیوتاؤں نے اسے اس حقیقت سے آگاہ کرا دیا تھا کہ وہ اس وقت کس مخلوق سے پنجہ لڑانے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

"کیا سوچ رہا ہے بدبخت--- میں تیری طرح دھوکے باز یا فریبی نہیں ہوں کہ جھوٹا وعدہ کروں۔" ابو القاسم نے سرد لہجے میں کہا۔ "تو نے اب تک جتنے کھیل تماشے اور اچھل کود سیکھا ہے سب کو باری باری آزما لے میں اپنی جگہ خاموش کھڑا دیکھتا رہوں گا کوئی جوابی کارروائی نہیں کروں گا۔ جب تو تھک کر بیٹھ جائے گا پھر میں تجھے بتاؤں گا کہ طاقت کسے کہتے ہیں۔"

"تیرے من میں کیا ہے---" نکا نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔ "کیوں میرے راستے میں آ رہا ہے---؟"

"میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ سیر پر سوا سیر بھی ہوتا ہے--- اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہ آئے اس کے ذہن سے اپنے قد آور ہونے کی غلط فہمی نہیں جاتی۔ آج تجھے بھی احساس ہو جائے گا کہ تو اب تک صرف گو کھاتا رہا ہے--- جھک مارتا رہا

ہے۔ زمین پر رینگنے والے حقیر کیڑوں کی پوجا کر کے اپنا وقت برباد کرتا رہا ہے۔۔۔"

ننکا نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہوں میں غور و فکر کے سائے منڈلا رہے تھے۔ اس نے اپنی تمام کالی قوتوں کو باری باری ذہن میں آزما کر دیکھا لیکن وہ ابوالقاسم کی گہرائی کے اندر نہ جھانک سکا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ گومگو کی کیفیت سے دوچار رہا پھر اس نے بڑے سوچ بچار کے بعد رادھیکا کی آتما کو یاد کیا تو ایک خوبصورت ناگن خوابگاہ میں نمودار ہو کر اس کے سامنے پھن کاڑھ کر فضا میں لہرانے لگی۔

ابوالقاسم نے ناگن کو دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی دلچسپ اور پسندیدہ تماشے کو دیکھنے کے لئے بے چین ہو۔

"رادھیکا۔۔۔" ننکا نے تن کے بجائے من کی زبان سے ناگن کو مخاطب کیا۔ "کیا تو اس سے اس کمرے میں میرے سوا کسی اور کو دیکھ رہی ہے؟"

"نہیں۔۔۔" ناگن نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں ہے۔"

"ایک بار پھر غور سے دیکھ۔۔۔" ننکا نے تلملا کر کہا۔ اس بار بھی اس نے ہونٹ ہلائے بغیر دل ہی دل میں رادھیکا سے کلام کیا تھا۔

"تمہیں کون نظر آ رہا ہے۔۔۔؟" رادھیکا نے زبان لپلپاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہی پراسرار طاقت جس کے بارے میں تو نے مجھے آگاہ کیا تھا۔۔۔"

ننکا کا جواب سن کر ناگن کی خوفناک نگاہیں حلقوں میں گردش کرنے لگیں۔ وہ زمین پر پھن گرا کر رینگنے لگی۔ اپنی چھٹی حس سے وہ کمرے میں کسی اور کی موجودگی کو محسوس کرنے کی کوشش کرتی رہی پھر سرسراتے ہوئے بولی۔

"مجھے اپنے اور تمہارے سوا یہاں اور کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا۔۔۔"

ننکا نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی نگاہوں میں اب الجھن نظر آ رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے اپنی نگاہیں ابوالقاسم کے چہرے پر جما دیں جو اپنی جگہ

اطمینان سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو مہان شکتی کے مالک۔۔۔" ابوالقاسم نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری جھولی میں تو ہزاروں جنتر منتر بھرے ہوئے ہیں کیا اس وقت کوئی تمہارے کام نہیں آ رہا۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمارا ٹکراؤ ہم دونوں کو تباہ کر دے گا۔" ننکا نے سنجیدگی سے جھوٹ بولا۔ "دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے پنجہ لڑانے کے بجائے ایک دوسرے کے راستے سے ہٹ جائیں۔"

"یہ تمہارے دیوتاؤں کی مرضی ہے لیکن میں کسی دیوتا کا پجاری نہیں ہوں اس لئے تمہارا راستہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"زیادہ لمبے سروں میں بات نہ کرو۔۔۔" ننکا نے پینترا بدلا۔ "مجھ سے ٹکرا کر تم خسارے میں رہو گے۔۔۔"

"مجھے تمہارے سلسلے میں خسارے کا سودا بھی منظور ہے۔۔۔" ابوالقاسم نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر وہ دیوار درمیان سے ہٹا دی جس نے ناگن کی نظروں کو اس تک نہیں پہنچنے دیا تھا۔

رکاوٹ دور ہوتے ہی ناگن تیزی سے حرکت میں آگئی۔ اس نے خطرناک انداز میں پھن کاڑھ کر ابوالقاسم کو دیکھا۔ ایک ثانئے تک خونخوار تیور سے بل کھاتی رہی پھر اس نے آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے کھسکنا شروع کر دیا۔ ننکا اس کی وحشت کو محسوس کر رہا تھا۔

"رادھیکا۔۔۔" اس نے دوبارہ ناگن کو مخاطب کیا۔ "تو مجھے ویاکل نظر آ رہی ہے۔۔۔ کوئی خاص کارن۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" ناگن نے زبان لپلپاتے ہوئے کہا۔ "میں نے اب اس شکتی کو دیکھ لیا ہے۔۔۔"

"جے بھوانی۔۔۔" ننکا نے خوشی کا نعرہ بلند کیا پھر رادھیکا سے بولا۔ "اب وہ سمے آگیا ہے جب تجھے میری آخری اچھا پوری کرنی ہوگی۔

"نہیں ــــ" ناگن تڑپ کر بولی۔ "تم مجھے رادھیکا کے روپ میں آنے پر مجبور نہ کرنا۔"

"نہیں کروں گا ــــ" نکا نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "اس سمے تیرا ناگن کا روپ ہی میرے کام آئے گا ــــ میری بات دھیان سے سن جو شکتی تجھے نظر آ گئی ہے اسے بھاگنے کا موقع مت دے۔ تیرا زہر پتھر کو بھی پانی کر سکتا ہے ــــ کیا تو میرا مطلب سمجھ رہی ہے ــــ"

"ہاں ــــ لیکن ــــ"

"رادھیکا ــــ" نکا گرج پڑا۔ "اگر تو نے میری آگیا کا پالن کرنے سے انکار کیا تو میں تیرے سندر شریر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔"

"کیسے مرد ہو تم جو ایک ناگن سے مدد کی بھیک مانگ رہے ہو۔" ابوالقاسم نے حقارت سے کہا تو نکا اس طرح اچھلا جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی اس کے من کی باتیں بھی سن سکتا ہے۔

ناگن بھی تیزی سے بل کھاتی ایک کونے میں جا کر دبک گئی۔

"آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہے نکا ــــ" ابوالقاسم نے بڑی سنجیدگی سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دل میں جو حسرتیں ہیں وہ پوری کر لو۔ اس کے بعد تمہیں نابدان میں رینگنے والے کسی حقیر کیڑے کی طرح مسل کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں گا۔"

جواب میں نکا نے تڑپ کر پہلا وار کیا۔ گھن گرج کی آوازوں کے ساتھ بجلیاں کڑکتی ہوئی ابوالقاسم کی جانب لپکیں لیکن اس سے ٹکرا کر پھول بن کر زمین پر بکھرنے لگیں۔ نکا نے دوسرا منتر آزمایا۔ اس بار متعدد ہڈیوں کے کھڑکھڑاتے ہوئے پنجر نمودار ہو کر ابوالقاسم کی طرف بڑھے لیکن وہ بھی باری باری ٹکرا کر کربناک انداز میں چیختے ہوئے دھواں بن کر غائب ہو گئے۔

نکا کی وحشت جنون میں بدلنے لگی۔ اس نے غصے میں اپنا بایاں پیر اٹھا کر زور سے زمین پر مارا تو سینکڑوں کی تعداد میں خطرناک سیاہ بچھو فرش سے ابل ابل کر

ابوالقاسم کو گھیرنے لگے لیکن جواب میں ابوالقاسم نے بچھوؤں پر تیز نظر ڈالی تو وہ پانی بن کر بہنے لگے۔ نکا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ناگن اپنی جگہ دم سادھے بیٹھی تھی۔ نکا نے پلٹ کر اس کی طرف غضبناک نظروں دیکھا۔

"رادھیکا اب تیری باری ہے۔" اس نے سفاک لہجے میں کہا۔ "تجھے میرے دشمن کو ڈسنا ہو گا تیرا زہر مجھے مکتی دلا سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ اس ناگن کا زہر پتھر کو بھی پانی کر سکتا ہے۔" ابوالقاسم نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "آج میں بھی تمہاری رادھیکا کے ڈسنے کا تماشہ دیکھوں گا۔"

نکا پلٹ کر کوئی حملہ کرنے کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ ابوالقاسم نے شیشے کا جار اٹھا کر نکا کے اوپر رکھ دیا۔ نکا نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کسی نادیدہ قوت نے اس کے قدم تھام رکھے تھے۔ وہ چکرا کر فرش پر گرا دوبارہ اٹھنے میں اس نے حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا لیکن اتنی دیر میں وہ شیشے کے جار میں بند ہو چکا تھا۔

"رادھیکا ــــ" ابو القاسم نے ناگن کو گھورتے ہوئے تحکمانہ انداز اختیار کیا۔ "میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ نکا کو زندگی کی قید سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے اس کے بعد تو آزاد ہو گی میں تجھے نہیں روکوں گا۔"

ناگن جو اپنی جگہ سہمی بیٹھی تھی تیزی سے رینگتے ہوئے شیشے کے جار کی طرف لپکی۔ جار کے قریب پہنچ کر اس نے پھن کاڑھ کر فضا میں بلند ہونا شروع کیا۔ اس کا انداز غضبناک تھا۔ نکا اندر سے چیخا۔

"رادھیکا ــــ اگر تو نے مجھے ڈسنے کی کوشش کی تو شیش ناگ کا سراپ تیری آتما کو کبھی چین نہ لینے دے گا۔"

ابوالقاسم کی تیز نظریں ناگن پر جمی ہوئی تھیں۔ ناگن غضبناک انداز میں اپنا پھن فضا میں لہرا رہی تھی۔ پھر اس نے اپنا سر پیچھے کی جانب کر کے تیزی سے لہرا کر شیشے کے جار پر منہ مارا تو وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ نکا کی آنکھوں میں خوف کے

سائے منڈلانے لگے۔ ناگن کی نظریں اب ننکا پر تھیں۔ اس نے ڈسنے کی خاطر اپنا سر دوبارہ پیچھے کیا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ ننکا پر وار کرتی فضا میں خوفناک دھماکے کی آواز گونجی۔ ایسا لگا تھا جیسے دو طاقتیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ ننکا اور ناگن دونوں اچانک نظروں سے اوجھل ہوئے تو ابوالقاسم نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا پھر ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"آپ نے میرا حصار توڑ کر اچھا نہیں کیا میرے محترم۔۔۔ دو موذی میرے ہاتھ سے نکل گئے لیکن میں انہیں چھوڑوں گا نہیں۔۔۔ کیا آپ نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اگر میں بروقت شرافت حسین کی مدد نہ کرتا تو وہ خبیث انہیں پتھر کے دیوتاؤں کے بھینٹ چڑھا کر خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔۔۔ آپ نے کہا تھا کہ مجھے روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔۔۔"

ابوالقاسم خلا میں ادھر ادھر دیکھ کر کچھ دیر تک باتیں کرتا رہا پھر وہ بھی اچانک نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔



شرافت حسین کی آنکھیں بند تھیں لیکن ذہن جاگ رہا تھا۔ غنودگی کا اثر بتدریج ختم ہو رہا تھا پھر انہیں یاد آگیا کہ وہ اور ننکا خزانے سے صرف بیس پچیس فٹ کے فاصلے پر تھے جب ننکا نے خزانے کو جیودھاری قرار دے کر دونوں میں سے کسی ایک کو دیوتاؤں کے لئے بھینٹ چڑھنے کا خیال ظاہر کیا تھا۔ شرافت حسین کے دل میں روز اول ہی سے ننکا کی طرف سے بدگمانی نے جڑ پکڑ رکھی تھی۔ بھینٹ والی بات سن کر انہوں نے یہی خیال کیا تھا کہ ننکا کسی طرح انہیں راستے سے ہٹا کر تنہا خزانے کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ بات تکرار سے تجاوز کر کے موت اور زندگی کی بازی تک جا پہنچی تھی۔ ننکا نے یکلخت نظریں بدل کر شرافت حسین کو اپنے جنتر منتر کا شکار کرنے کی کوشش کی تھی۔ شرافت حسین کے پاس سوائے خدا کو یاد کرنے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا پھر یکلخت کسی نادیدہ قوت نے انہیں پشت سے پوری طرح دبوچ کر فضا میں بلند کیا تھا اس کے بعد ان پر بے ہوشی کا غلبہ طاری ہو گیا تھا۔

ننکا سے ہونے والی تکرار کی ایک ایک بات شرافت حسین کو یاد آ رہی تھی۔ آنکھ کھولنے سے پیشتر وہ اس بات کا یقین کر لینا چاہتے تھے کہ وہ اس وقت ننکا کی قید میں نہیں ہیں۔ وہ اپنے ذہن کو ٹٹول رہے تھے کہ خادم کی آواز سن کر چونکے پھر ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت وہ خزانے کے قریب نہیں بلکہ اپنی خوابگاہ میں تھے اور ان کا سرکاری ملازم ہاتھ باندھے ان کے قریب کھڑا تھا۔

"تم۔۔۔" شرافت حسین نے کچھ کہنا چاہا لیکن فوراً ہی کسی خیال سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے سرکار۔" خادم نے ان کی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے دبی زبان میں دریافت کیا۔

"کیا میں نے تمہیں آواز دی تھی؟" شرافت حسین نے خادم کی بات کا جواب دینے کے بجائے صورتحال کو سمجھنے کی خاطر سوال کیا۔

"جی نہیں سرکار۔۔۔" خادم نے پلکیں جھپکاتے ہوئے قدرے دبی زبان میں کہا۔ اس کے لہجے میں صاف ظاہر تھا کہ وہ اس وقت کسی الجھن میں گرفتار ہے۔

"تم ابھی میری طبیعت کے بارے میں کیا معلوم کر رہے تھے۔۔۔؟" شرافت حسین نے خادم کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"وہ۔۔۔ بات دراصل یہ ہے سرکار کہ آپ مجھے گھر اور بستو کی ذمہ داری سونپ کر کہیں دورے پر گئے تھے۔۔۔ خادم نے دبی زبان میں ڈرتے ڈرتے کہا۔ "آپ کی واپسی جس طرح ہوئی اس نے مجھے پریشان کر دیا۔۔۔"

"کس طرح ہوئی میری واپسی۔۔۔؟" شرافت حسین نے دریافت کیا۔

"آپ کسی سواری پر نہیں آئے تھے سرکار۔۔۔ میرا مطلب یہ کہ بڑے پھاٹک کا قفل ابھی تک لگا ہوا ہے اس کی چابی میری جیب میں ہے اور۔۔۔"

"اور کیا۔۔۔" شرافت حسین نے خادم کی بوکھلاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"میں نے آپ کو گھر میں داخل ہوتے بھی نہیں دیکھا۔۔۔" خادم نے جلدی

سے کہا۔ "وہ--- وہ--- بستو نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ خوابگاہ میں موجود ہیں اور میں--- آپ کا خیال رکھوں۔"

"کیا مطلب---؟" شرافت حسین نے حالات کو پوری طرح سمجھنے کی خاطر خادم کو تیز نگاہوں سے گھورا۔ "کیا تم ڈیوٹی پر موجود نہیں تھے---؟"

"میں تو ایک لمحے کے لئے بھی دروازے سے دور نہیں ہوا تھا---" خادم نے پورے یقین سے کہا پھر کسی فوری خیال کے تحت بولا۔ "ہو سکتا ہے سرکار کہ گھڑی دو گھڑی کو آنکھ لگ گئی ہو--- لیکن--- آپ نے تو مجھے دیکھا ہو گا۔"

"آئندہ سے ڈیوٹی کے اوقات میں سونے کی غلطی نہ کرنا۔" شرافت حسین نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر پوچھا۔ "بستو کہاں ہے--؟"

"کہیں بہت جلدی میں باہر گیا ہے۔" خادم نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "میں نے پوچھا بھی تھا کہ کہاں جا رہا ہے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا---"

شرافت حسین کا ذہن اب پوری طرح بیدار تھا لیکن وہ اپنی خوابگاہ تک کس طرح واپس پہنچے یہ بات ان کے سمجھ میں نہ آ سکی۔ خادم کے بیان کے مطابق اس نے بھی شرافت حسین کو کوٹھی میں داخل ہوتے نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ تمام وقت دروازے پر موجود تھا--- کیا کسی نادیدہ قوت نے انہیں قلعہ کے خفیہ تہہ خانے سے نکال کر ان کی خوابگاہ تک پہنچایا تھا---؟ ننکا انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی خاطر خم ٹھونک چکا تھا۔ اس کی تمام تر توجہ شرافت حسین پر مرکوز تھیں--- کیا وہ بھی اس قوت کو نہیں دیکھ سکا جو اس کے شکار کو بچا لائی تھی---؟" شرافت حسین کے ذہن میں مختلف سوالات ابھر رہے تھے۔ خفیہ تہہ خانے میں خزانے کا سراغ پا لینے کے بعد بھی کوئی قوت ننکا کے آڑے آئی تھی--- خود ننکا نے بھی یہی کہا تھا کہ ایک پر اسرار قوت اس کا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ بہت جلد اس قوت کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو جائے گا مگر شاید ایسا نہیں ہو سکا تھا۔ اگر ننکا کی شیطانی اور کالی قوتوں نے اس کا ساتھ دیا ہوتا تو شرافت حسین اپنی خوابگاہ میں نہ ہوتے--- اس خیال سے انہیں جھرجھری آ گئی پھر انہیں یاد آیا کہ

غنودگی طاری ہوتے وقت ان کے کانوں میں جو آخری آواز گونجی تھی وہ ننکا کی چیخ کی تھی ننکا پر کیا گزری تھی یہ وہ نہیں دیکھ سکے تھے۔

"کیا پراسرار نادیدہ قوت نے ننکا کو زیر کر لیا ہو گا---؟" شرافت حسین کے ذہن میں یہ سوال بجلی بن کر کوندا۔ "کیا ننکا جیسی سخت جان اتنی آسانی سے مر سکتی ہے---؟"

"میرے لئے کیا حکم ہے سرکار---؟ چائے یا کافی تیار کراؤں آپ کے لئے---" خادم حسین کی آواز خوابگاہ میں گونجی تو شرافت حسین دوبارہ اس طرح چونکے جیسے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئے ہوں۔ ننکا کے تصور نے انہیں خوابگاہ میں خادم کی موجودگی سے یکسر بے نیاز کر دیا تھا۔

"نہیں---" مجھے اس وقت کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ تم اپنی ڈیوٹی دو--- کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میں آواز دے لوں گا---" شرافت حسین نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر خادم کے باہر جانے کے بعد ان کے ذہن میں دوبارہ اسی نادیدہ قوت کا خیال چکرانے لگا جس نے عین وقت پر انہیں ننکا کے ہاتھوں شکار ہونے سے بچا لیا تھا۔

"وہ قوت کس کی تھی---؟ اسے شرافت حسین سے کیا دلچسپی تھی---؟ ننکا سے کیا پرخاش تھی جو وہ اسے خزانے تک پہنچنے سے بار بار روکنا چاہتی تھی---؟ اور--- کیا یہ ممکن تھا کہ کوئی پراسرار قوت کسی جیتے جاگتے انسان کو کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا سکتی--- اس طرح کہ منزل تک پہنچنے کے راستے میں کسی کو کان و کان بھنک بھی نہ ملے---؟ جو کچھ ہو چکا تھا کیا وہ حقیقت تھی یا کوئی ہولناک خواب--- جس کی جزئیات اس قدر مربوط اور مدلل تھیں کہ ان پر شبہے کی گنجائش بھی ناممکن تھی---؟

شرافت حسین کا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ ننکا سے پہلی ملاقات سے لے کر خفیہ تہہ خانے تک پہنچنے تک کا ایک ایک لمحہ ان کے دماغ میں پوری طرح محفوظ تھا۔ وہ ان باتوں کو محض خواب سمجھ کر خود کو بہلا نہیں سکتے تھے۔ ہر منظر ان کے دل و دماغ کی کشادہ اسکرین پر واضح نظر آ رہا تھا۔ وہ اسے جھٹلا نہیں سکتے تھے لیکن کچھ

باتیں ایسی بھی تھیں جنہیں ان کا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔۔۔ ننکا کی کالی قوتوں کے چمتکار کے بارے میں انہوں نے دوسروں سے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ کچھ حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعات انہوں نے اپنی جاگتی آنکھوں سے بھی دیکھے تھے۔۔۔ ان تمام باتوں کو اگر شعبدہ بازی اور نظربندی کا نام دے کر فراموش بھی کر دیا جاتا تو یہ معمہ بدستور قائم رہتا کہ وہ خفیہ تہہ خانے سے اپنی خوابگاہ تک کس طرح پہنچے۔۔۔؟

چنار گڑھ کا وہ قلعہ جس میں مدفون خزانے اور اسے حاصل کرنے والے مختلف افراد کے بارے میں جو تفصیلات سرکاری ریکارڈ پر موجود تھیں ان پر من گھڑت طلسماتی کہانیوں کا لیبل لگا کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قلعہ میں عام لوگوں کے داخلے پر پابندی بھی اسی خزانے کی وجہ سے عائد کی گئی تھی۔ ننکا کا وجود بھی ایک زندہ حقیقت تھی جس کی گندی اور کالی طاقت کے بے شمار واقعات مشہور تھے۔ ان حیرت انگیز واقعات کے عینی شاہد اور مستند گواہ بھی موجود تھے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ بنسی مکرجی کی شخصیت بھی اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت تھی جس نے شرافت حسین کے چنار گڑھ جانے سے پیشتر ہی دبی دبی زبان میں پیش آنے والے خطروں کے بارے میں بہت کچھ کہا تھا۔ یہ بھی اقرار کیا تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے اگر ان کی زبان پر تالے نہ ڈال دیئے ہوتے تو وہ کھل کر ہر خطرے کی نشاندہی بھی کر سکتے تھے۔ انہوں نے شرافت حسین کو جو تین نصیحتیں کی تھیں ان میں سے ایک اشارہ مکمل طور پر ننکا کے ناپاک اور گندے وجود کی سمت تھا۔ بنسی مکرجی نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ "ایک بات دھیان سے سن لو۔۔۔ منش ہو یا جانور جو بھی گند کھانے کا عادی ہو اس کی چھایہ (پرچھائیں) سے بھی دور رہنا۔۔۔ اپنی خوشی کی خاطر کبھی دھرتی پر رینگنے والی کسی چیونٹی کو بھی جان بوجھ کر کشٹ نہ دینا۔۔۔ کسی کے جیون سے کھیلنا گھور پاپ ہے۔۔۔"

بنسی مکرجی کی نصیحتیں ذہن میں ابھریں تو شرافت حسین کو وہ معصوم بھی یاد آ گیا جس کو مار کر انہوں نے ننکا کے ایما پر اس کے دل کے خون سے روئی کی اچھی

خاصی مقدار رنگ لی تھی۔ خون آلود روئی کے خیال نے شرافت حسین کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں۔ خزانے کی تلاش کے دوران ننکا نے دبی زبان میں اس روئی کا بھی ذکر کیا تھا جو شرافت حسین کی تحویل میں تھی۔ کچھ سوچ کر وہ تیزی سے اٹھے۔ وہ اس خون آلود روئی کو ایک نظر دیکھ کر اس بات کا اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ کہیں ننکا نے اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعے اسے غائب تو نہیں کر دیا۔

صحن عبور کر کے وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتے اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں روئی کو کاٹھ کباڑ کے نیچے ایک ڈبے میں اس طرح چھپایا گیا تھا کہ کسی کا دھیان بھی ادھر نہ جا سکے۔ شرافت حسین نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے مطلوبہ ڈبے کو آہستہ سے کھولا تو ایک لمحہ کو ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ خون آلود روئی بدستور اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ مطلب صاف تھا کہ شیطانی قوتیں غالباً ابھی تک اسی نادیدہ طاقت سے الجھی ہوئی تھیں جس نے شرافت حسین کو اس کے چنگل سے بروقت نجات دلائی تھی۔ دوسری شکل میں ننکا اس روئی کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے منتر کے بیروں سے ضرور مدد لے لیتا۔

شرافت حسین خون آلود روئی کو ہاتھ میں لئے کچھ دیر سوچتے رہے پھر معاً ان کے ذہن میں اس روئی سے چراغ جلانے کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ ننکا نے انہیں باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ روئی کی بتی بنا کر چراغ روشن کرنے کی خاطر جس جنتر منتر کا جاپ ضروری ہے وہ اس کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم۔ اس جنتر منتر کو پڑھے بغیر اگر چراغ جلانے کی کوشش کی گئی تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہو گا۔ شرافت حسین کچھ دیر تک غور کرتے رہے پھر گزرے حالات کے پیش نظر انہیں اس بات کا یقین آ گیا کہ ننکا نے خون آلود روئی سے چراغ جلانے کے بارے میں جس بھیانک انجام کا ذکر کیا تھا وہ اس کے ذہن کی اختراع تھی۔ چالبازی اور مکاری تھی۔ وہ محض شرافت حسین کو خوفزدہ کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ ننکا کی غیر موجودگی میں اس روئی کا استعمال نہ کر سکیں۔

بچے کی پرچھائیں نے خزانے کے بارے میں جو کچھ معلومات فراہم کی تھیں وہ

حرف بحرف درست ثابت ہوئی تھیں۔ وہی پرچھائیں اب شرافت حسین کو بھی ننکا کے دل میں چھپے چور سے آگاہ کر سکتی تھی۔ اس طاقت کی نشاندہی کر سکتی تھی جس نے ان کی جان بچائی تھی اور وہ طریقے بھی بتا سکتی تھی جس سے شرافت حسین، ننکا کی طرف سے ہونے والی کسی انتقامی کارروائی سے خود کو محفوظ رکھ سکتے تھے۔

شرافت حسین کے ذہن میں جو خیالات ابھر رہے تھے انہوں نے ان کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی گردش اور تیز کر دی۔ خزانے کے صندوقوں کو دیکھنے کے بعد وہ ناکام واپس آ گئے تھے۔ یہ احساس ہی ان کے لئے بڑا افسوس ناک تھا لیکن مرحوم بچے کی روح انہیں دوبارہ کامیابی سے ہمکنار کرا سکتی تھی۔ ننکا نے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ اس روئی کو حاصل کرنے کا عمل ان کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ اگر ننکا کے اپنے اختیار میں سب کچھ ہوتا تو وہ شرافت حسین کو مدفون خزانے میں حصہ دار بنانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔

شرافت حسین کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اس سے پیشتر کہ ننکا اپنی خبیث طاقتوں کے ذریعے انہیں دوبارہ اپنے جال میں پھانستا وہ بچے کی روح سے مشورہ طلب کر کے ننکا کی شیطانی قوتوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فوری طور پر چراغ روشن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

خون آلود روئی کو لئے وہ تیزی سے اٹھ کر اسی کمرے میں آ گئے جہاں ننکا نے دو بار چراغ جلا کر بچے کی روح کو طلب کیا تھا۔ کمرے کو اندر سے بند کرنے کے بعد انہوں نے کھڑکی اور دروازوں کے پردے اس طرح کھینچ دیئے کہ روشنی کی ایک کرن بھی باہر نہ جا سکے۔ اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے مٹی کے دیئے میں سرسوں کا تیل ڈالا۔ خون آلود روئی کی بتی بنا کر دیئے میں سلیقے سے جمائی پھر دھڑکتے ہوئے دل سے چراغ کو روشن کر دیا اور اکڑوں بیٹھ کر پوری توجہ سے اس پر نظریں جما دیں۔

اس وقت رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ کمرے میں موت کا سناٹا اور ویرانی طاری تھی۔ چراغ کی لو جوں جوں تیز ہو رہی تھی شرافت حسین کی نبض کی رفتار بھی بڑھتی جا رہی تھی پھر یکلخت ان کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا مرحوم بچے کی روح

کا سایہ انہیں چراغ کی روشنی کے تاریک ہالے کے گرد بہت واضح طور پر گردش کرتا نظر آ رہا تھا۔ شرافت حسین کی نظریں بھی سائے کے ساتھ گردش کرنے لگیں۔ ایک لمحے تک کمرے میں مکمل خاموشی طاری رہی پھر بچے کی روح کی کرب میں ڈوبی آواز ابھری۔

"پانی — پانی —"

شرافت حسین کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے کے پیش نظر چمک اٹھیں۔

"میں تمہیں پانی دوں گا — تمہاری پیاس ہمیشہ کے لئے بجھا دوں گا لیکن اس سے پیشتر تمہیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ ننکا نامی شخص اس وقت کہاں ہے اور میرے بارے میں کیا منصوبے بنا رہا ہے —؟" شرافت حسین نے پرچھائیں پر نظر جمائے جمائے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے صحیح طور پر میری رہنمائی کر دی تو میں تمہیں ہمیشہ کے لئے آزاد کر دوں گا — یہ میرا وعدہ ہے —"

"تم کون ہو —؟" پرچھائیں سے ابھرنے والی مدھم آواز کمرے کے سناٹے میں گونجی۔

"میرا نام شرافت حسین ہے —"

"ننکا کون ہے —؟" بچے کی روح نے گردش کرتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

"وہ سفلی اور کالے علم کا ماہر ہے۔" شرافت حسین نے بڑی راز داری سے سرگوشی کی۔ "وہی تمہیں کہیں سے اٹھا کر لایا تھا۔ اسی نے تمہارے دل سے خون آلود روئی حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا — اسی نے اب میرے ساتھ بھی فریب کیا ہے — غداری کی ہے —"

"اور تم نے ننکا کے کہنے پر میرا خون کیا تھا —؟"

"ہاں — لیکن اب میں تمہیں پیٹ بھر کر پانی پلاؤں گا تاکہ تمہاری روح کو سکون آ جائے لیکن —"

"مجھے تمہیں ننکا کے بارے میں بتانا ہو گا کہ وہ اب تمہارے خلاف کیا منصوبے بنا رہا ہے —" پرچھائیں نے جملہ مکمل کیا تو شرافت نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔۔۔ تم میری رہنمائی کر دو تو میں تمہاری پیاس بجھا کر اپنی قید سے آزاد کر دوں گا۔"

اچانک سایہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شرافت حسین کی نگاہوں میں امیدوں کے دیئے ٹمٹمانے لگیں۔ ننکا نے چراغ روشن کرنے کے سلسلے میں جو ہولناک باتیں کی تھیں وہ محض بکواس تھیں۔ شرافت حسین کو یقین تھا کہ بچے کی روح ان کو اپنے مفید مشوروں سے ضرور نوازے گی۔ ان کے ذہن میں آئندہ کے لئے مختلف منصوبے گردش کر رہے تھے لیکن نگاہیں بدستور روشن ہالے پر مرکوز تھیں۔ بچے کی روح کی واپسی کے انتظار کا ایک ایک لمحہ بڑا صبر آزما تھا لیکن اس وقت شرافت حسین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب بچے کا سایہ دوبارہ نمودار ہو کر روشنی کے تاریک ہالے کے گرد گردش کرنے لگا۔۔۔

"کیا رہا۔۔۔" شرافت حسین نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ "نابکار اور بدذات ننکا میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔۔۔؟"

"میں ننکا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا۔۔۔ پانی۔۔۔ پانی۔۔۔" بچے کے سائے نے پانی کی تکرار شروع کر دی۔

"وہ نادیدہ طاقت کون تھی جس نے مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا۔۔۔؟"

شرافت حسین نے پہلو بدل کر پوچھا۔ سائے نے ننکا کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کر کے انہیں مایوس کیا تھا۔

"وہ قوت انسان کی نہیں۔۔۔ ایک جن کی ہے جو تمہارے آس پاس رہتا ہے۔۔۔ پانی۔۔۔ پانی۔۔۔ پانی۔۔۔"

"اس کا نام کیا ہے۔۔۔؟" شرافت حسین نے تیزی سے دریافت کیا جن کے نام پر وہ بری طرح چونکے تھے۔

"میں اس کا نام نہیں بتا سکتا۔۔۔ پانی۔۔۔ پانی۔۔۔"

"پانی تمہیں اسی صورت میں ملے گا جب تم میرے سوالات کے جواب دو گے۔۔۔" شرافت حسین نے اس بار قدرے سرد آواز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں تمہارے دل میں کیا ہے۔۔۔" بچے کی پرچھائیں نے بڑے دل شکستہ لہجے میں کہا۔ "ننکا کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے تم نے بھی اپنا ایمان خراب کر لیا۔۔۔ تم دوبارہ خزانے تک پہنچنا چاہتے ہو۔۔۔ تمہارے دل و دماغ میں بھی مکرو فریب نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ اپنے مطلب کی باتیں معلوم کر کے تم بھی چراغ کو پھونک مار کر بجھا دو گے۔۔۔ میری بے چین اور پیاسی روح تمہارے آس پاس بھٹکنے پر مجبور ہو گی۔۔۔ میں پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستا رہوں گا۔۔۔"

"جب تم یہ سب کچھ جانتے ہو تو پھر میرے سوالوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔" شرافت حسین کا لہجہ سفاک ہو گیا پھر وہ کچھ سوچ کر بولے۔ "تم بار بار میرے سامنے اپنے اصلی روپ میں آکر خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتے ہو۔۔۔؟"

"وہ میں نہیں وہی جن ہے جو صورتیں بدلنے پر قادر ہے۔۔۔" بچے کے سائے نے جواب دیا۔ "وہ تمہیں غلط راستوں پر قدم اٹھانے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن تم۔۔۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارا انجام کیا ہونے والا ہے۔۔۔"

شرافت حسین کو حیرت تھی کہ بچے کے سائے نے پانی کی تکرار کیوں بند کر دی تھی۔ "کیا واقعی ننکا بچے کی روح کو اپنے کسی جنتر منتر سے زبان کھولنے پر مجبور کر دیتا تھا؟" شرافت حسین نے سوچا پھر انہوں نے فوری طور پر یہی مناسب سمجھا کہ ہاتھ بڑھا کر چراغ گل کر دیں۔

"نہیں شرافت حسین تم چراغ بجھانے کی کوشش کرو گے تو جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔" بچے کی پرچھائیں نے بڑے زخمی لہجے میں کہا پھر اس سے پیشتر کہ شرافت حسین کوئی جواب دیتے کسی غیر مرئی قوت نے انہیں دھکا دے کر چراغ سے دور کر دیا۔ شرافت حسین کے اعصاب پر خون و دہشت طاری ہونے لگی۔ وہ اٹھنے کی خاطر پہلو بدل رہے تھے کہ یکلخت کمرے کی تمام روشنیاں خودبخود جلنے بجھنے لگیں۔ شرافت حسین کی حالت غیر ہونے لگیں۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پورے ماحول نے عجیب طلسمی رنگ اختیار کر لیا تھا۔

بتیاں چند لمحے جلتی بجھتی رہیں پھر روشن چراغ کی لو تیزی سے بھڑکنے لگی اس

کے بعد جو کچھ ہوا جو ناقابل یقین تھا۔ چراغ کی بھڑکتی لو نے شعلوں کا روپ اختیار کیا اور پل بھر میں خون آلود روئی اس کی لپیٹ میں آ کر جل کر راکھ ہو گئی پھر چراغ بجھ گیا اور شرافت حسین کے کانوں میں بچوں کے رونے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کمرے میں بے شمار بچے گلا پھاڑ کر رو رہے ہوں۔ ان کی کربناک آوازیں پورے کمرے میں گونجتی پھر رہی تھیں۔ کمرے میں گھپ اندھیرا طاری رہا پھر اچانک تمام بتیاں آپ ہی آپ روشن ہو گئیں۔ اس روشنی میں شرافت حسین کی نظروں نے جو منظر دیکھا وہ بڑا ہی ہولناک اور خوفزدہ کر دینے والا تھا۔ جس بچے کو انہوں نے بھوکا پیاسا رکھ کر موت کے گھاٹ اتارا تھا وہ اس وقت ان کے سامنے زندہ کھڑا تھا۔ لیکن ایسی دہشتناک حالت میں کہ شرافت حسین کو اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے بچے کو دیکھ رہے تھے۔

بچے کا سر اس کے جسم پر علیحدہ سے رکھا محسوس ہو رہا تھا۔ گلا کٹا نظر آ رہا تھا اور خون ابل ابل کر اس کے لاغر اور کمزور جسم کو سرخ کر رہا تھا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ خراشیں نظر آ رہی تھیں اور دل کے مقام کا حصہ اس طرح غائب تھا کہ اس سے آر پار دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کی جسمانی حالت بالکل اسی طرح کمزور اور ناتواں تھی جس طرح مرتے وقت شرافت حسین نے بہت قریب سے دیکھی تھی۔

"شرافت حسین۔۔۔" بچے کی نحیف آواز کمرے میں گونجی۔ "تم نے مجھے جس دل کی نعمت سے محروم کیا تھا وہ آج بھی ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے۔۔۔ یقین نہیں آ رہا تو نظریں گھما کر دیکھ لو۔۔۔"

بچے نے بڑی مشکل سے اپنا کمزور ہاتھ اٹھا کر ایک طرف اشارہ کیا۔ شرافت حسین نے نظریں گھما کر دیکھا تو دہشت کے مارے چیخ اٹھے۔ خون میں لتھڑا ہوا بچے کا دل گرد آلود فرش پر بڑی اذیت ناک حالت میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

"میں تمہاری لالچ اور ہوس کا شکار ہو چکا ہوں۔" بچے نے بڑی دردناک آواز میں کہا۔ "آج اپنا خون آلود زخمی دل سمیٹ کر تمہاری دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔۔۔ میں تمہیں کوئی بددعا نہیں دوں گا۔۔۔ میں اپنا اور تمہارا مقدمہ خدا کے

سپرد کرتا ہوں وہی بہتر انصاف کرے گا۔۔۔"

اچانک کمرے میں ہولناک آوازیں گونجنے لگیں۔ شرافت حسین کسی خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھنے پر مجبور تھے۔ روشنیوں نے ایک بار پھر حیرت انگیز طور پر جلنا بجھنا شروع کر دیا۔ بچہ کچھ دیر بڑی حسرت بھری نظروں سے شرافت حسین کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے آگے بڑھ کر اپنا دل زمین سے اٹھایا اور اچانک نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کمرے میں لاتعداد بچوں کے بلک بلک کر رونے کی اذیت ناک آوازیں ابھریں پھر گھپ اندھیرا چھا گیا۔

شرافت حسین نے خود کو سنبھال کر اٹھنا چاہا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جسم کی ساری قوتیں سلب ہو کر رہ گئی ہوں۔ بڑی مشکلوں سے وہ گھٹنوں کے بل تھوڑا سا اٹھ پائے لیکن دوسرے ہی لمحے اس طرح بے سدھ ہو کر فرش پر ڈھیر ہوئے جیسے زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہ گئی ہو۔۔۔!



بابا رحیم اپنے آستانے میں چٹائی پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ رات کا دو تہائی حصہ گزر چکا تھا لیکن ان کی پرنور نگاہوں میں دور دور تک نیند کا کوئی سراغ نہیں تھا۔ خلاف توقع وہ آج کچھ مضمحل اور آزردہ خاطر نظر آ رہے تھے۔ تسبیح کے دانوں پر کسی نہ کسی وظیفے کا ورد کرتے رہنا ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ اس وقت بھی وہ یاد الٰہی میں مصروف تھے لیکن ان کی نظریں بار بار دروازے کی سمت اٹھ رہی تھیں۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے انہیں کسی کی آمد کا انتظار ہو۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر اضطرابی کیفیت بھی نمایاں ہونے لگی۔ کبھی وہ آنکھ بند کر کے مراقبے کی حالت میں چلے جاتے اور دیر تک اپنی دنیا میں غرق رہتے کبھی اس حالت میں باہر نکل کر چاروں طرف دیکھنے لگتے پھر ایک سرد آہ بھر کر دوبارہ تسبیح کے دانوں پر خدا کی حمد و ثنا شروع کر دیتے۔ اس وقت بھی وہ خدا سے لو لگائے کسی وظیفے میں مصروف تھے جب اچانک ان کی گرفت تسبیح کے دانوں پر کمزور ہو گئی۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر دروازے کی سمت دیکھا پھر کچھ توقف کے بعد

قدرے اونچی آواز میں بولے۔ "آجاؤ اندر ---- مجھے تمہارا ہی انتظار تھا ----"

بابا رحیم کا جملہ ختم ہوتے ہی ابوالقاسم تیز تیز قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور جھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔ بابا رحیم اسے شفقت اور محبت بھری نظروں سے دیکھتے رہے پھر ابوالقاسم کو اشارے سے قریب بلاتے ہوئے بڑی نرمی سے بولے۔

"میں نے تمہاری آواز سن لی تھی ---- میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے شاکی ہو۔ میں نے تمہارے معاملات میں دخل اندازی نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کچھ مصلحتیں ایسی تھیں جنہوں نے مجھے مجبور کر دیا ----"

"آپ کو شاید اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ میں شرافت حسین کو کن خطرناک حالات سے نکال کر لایا تھا۔" ابوالقاسم نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ "آپ نے میرا حصار توڑ کر ---- دو موذیوں کو فرار کا راستہ فراہم کر دیا۔"

"مجھے اندازہ ہے میرے عزیز کہ تم نے شرافت حسین کی بروقت مدد نہ کی ہوتی تو اس کی بد نصیبی کا سلسلہ اور طویل ہو جاتا ----"

"طویل نہیں میرے محترم ----" ابوالقاسم نے بل کھا کر کہا۔ "وہ خبیث شرافت حسین کو دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا کر ہمیشہ کے لئے ان کا قصہ پاک کر دیتا اور خزانے پر بلا شرکت غیرے قابض ہو جاتا ----"

"نادانی کی بات کر رہے ہو۔" بابا رحیم نے بدستور نرم گفتاری سے کام لیا۔ "موت اور زندگی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے ---- حادثات اور واقعات تو محض ایک بہانہ ہوتے ہیں۔ ہوتا وہی ہے جو لوح محفوظ پر رقم ہوتا ہے ---- رہا خزانے کا معاملہ تو تم نہیں سمجھ سکو گے کہ اس میں بھی خدا کی بہت ساری مصلحتیں پوشیدہ ہوں گی۔

"اور آپ ان سے واقف ہیں ----؟" ابوالقاسم نے چیختے ہوئے انداز میں سوال کیا تو بابا رحیم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا انہوں نے ابوالقاسم کو گھور کر خشمگیں نظروں سے دیکھا پھر ہونٹ چباتے ہوئے بولے۔

"تمہاری سرشت میں آگ بھری ہے اس لئے تمہارے سوچنے کا انداز بھی

طفلانہ ہے۔ خدا کی مصلحتیں بندہ نہیں سمجھ سکتا اور تم شاید اس وقت یہ بھول گئے ہو کہ میں بھی خدا کا ایک حقیر بندہ ہوں جسے خود اپنے بارے میں یہ علم نہیں کہ اس کی عاقبت میں کیا لکھا ہے ----؟"

"کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ خزانے میں بھی خدا کی مصلحتیں پوشیدہ ہوں گی ----"

"ذہن کو ٹھنڈا رکھ کر سوچنے کی عادت ڈالو عزیز ----" بابا رحیم نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ "آزمائش کے طریقے بے شمار ہوتے ہیں وہ جس کا امتحان لیتا ہے اسے کسی آزمائش سے دوچار کر دیتا ہے ---- اپنی مثال لے لو خدا نے تمہیں اتنی قوت دی ہے کہ تم ہوا بن کر فاصلوں پر قدرت حاصل کر لو لیکن یہ بھی تمہاری آزمائش کا ایک طریقہ ہے ---- تم نے شرافت حسین کو گرفتار بلا ہونے سے بچایا یہ فرض کا ایک حصہ تھا۔ اگر تم دیدہ دانستہ ایک کلمہ گو مسلمان کو اذیت کے عالم میں چھوڑ دیتے تو روز قیامت تم سے اس کی باز پرس بھی ہو سکتی تھی اس لئے کہ ایک بندہ کا دوسرے بندے پر جو حق ہوتا ہے اسی کو حقوق العباد کہتے ہیں۔"

"میں آپ سے کوئی درس لینے نہیں آیا ----" ابوالقاسم نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔ "صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے میرا قائم کردہ حصار کیوں توڑا تھا ----؟"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ تم نکا اور اس گندی ناگن کے ناپاک خون سے اپنے ہاتھ سرخ کرو۔" بابا رحیم نے دبی زبان میں جواب دیا لیکن چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ انہیں ابوالقاسم کا انداز تخاطب پسند نہیں آیا تھا۔

"گویا آپ میرے مقابلے میں ان دونوں کی مدد کرنا چاہتے تھے ----؟"

"زبان کو بے لگام مت ہونے دو ابوالقاسم ---- لفظوں کا الٹ پھیر بھی اصلیت کو مسخ کر دیتا ہے ----"

"اصلیت کیا ہے ----؟" ابوالقاسم نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اصلیت یہ ہے میرے عزیز کہ ابھی تمہارے ذہن میں پختگی نہیں آئی۔" بابا

رحیم نے اس بار ابو القاسم کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ”دور اندیشی یہی ہے کہ بندہ اپنا فرض ادا کرتا رہے اور فیصلے خدا پر چھوڑ دے۔۔۔ اسی میں سکون اور عافیت ہے۔“

”کیا ننکا کے فرار ہو جانے کے بعد شرافت حسین کا سکون برقرار رہ سکے گا؟“ ابو القاسم نے قدرے جھلا کر پوچھا۔

”ابوالقاسم۔۔۔“ بابا رحیم کے اندر جلال کی کیفیت عود کر آئی۔ ”تم نے دو بار ننکا کو ہاتھ دراز کر کے کسی کھلونے کی مانند مٹھی میں دبوچ لیا تھا۔۔۔ کیا تیسری بار بھی تم ایسا کر سکتے ہو۔۔۔؟“

جواب میں ابوالقاسم کے ہونٹوں پر یگانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے جواب دینے کے بجائے اپنا سیدھا ہاتھ اٹھا کر دراز کرنا شروع کر دیا۔ اس کی نظریں بابا رحیم کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چہرے کے تاثرات اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ اسے اپنی کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ بابا رحیم کی انگلیاں تیزی سے تسبیح کے دانوں پر گردش کرنے لگیں۔

ابوالقاسم فخر سے سینہ تانے مسکراتا رہا لیکن اس کی مسکراہٹ زیادہ دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ اس کا ہاتھ سمٹ کر واپس اپنے مقام پر آیا تو اس کی آنکھوں میں الجھن پیدا ہو گئی۔ اس کے ہاتھ میں ننکا کے بجائے پتھر کا ایک ٹکڑا نظر آ رہا تھا۔ ابوالقاسم نے جھلا کر پتھر کو ایک طرف پھینکا پھر بابا رحیم کو وضاحت طلب نظروں سے گھورنے لگا۔

”میں نے تم سے کہا تھا میرے عزیز کہ اپنی ذات کے دوسرے وجود پر دھیان دو۔“ بابا رحیم نے نرم لہجے میں کہا۔ ”تمہارا وہی رنگ زیادہ خوبصورت اور نمایاں تھا۔۔۔“

”ننکا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔۔۔؟“ اس بار ابو القاسم کے لہجے میں پہلا جیسا کروفر نہیں تھا۔ ”کیا اس کا ناپاک وجود پتھر میں تبدیل ہو گیا ہے۔۔۔؟“

”کچھ بھی ممکن ہے۔ اس کے راز۔۔۔ وہی جانے۔“ بابا رحیم نے مبہم انداز

میں جواب دیا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولے۔ ”لالچ اور ہوس انسان کو کسی کروٹ سکون و اطمینان کا سانس نہیں لینے دیتی۔۔۔ تم نے شرافت حسین کو ننکا کے چنگل سے نجات دلائی تھی مگر قدرت نے اس بدنصیب کو دوسرے عذاب میں مبتلا کر دیا۔۔۔ اس کے رنگ بھی نرالے ہیں۔“

”کیا ہوا شرافت حسین کو۔۔۔؟“ ابو القاسم نے چونک کر پوچھا۔

”خون ناحق کبھی رائیگاں نہیں جاتا میرے عزیز۔۔۔ کسی نہ کسی صورت میں رنگ ضرور دکھاتا ہے۔“ بابا رحیم نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ ”بندہ بڑا مجبور اور لاچار ہے۔۔۔ صرف دعا کر سکتا ہے گڑگڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ کر سکتا ہے لیکن توبہ کے دروازے بھی بند ہو جائیں تو۔۔۔“ بابا رحیم نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔ جھرجھری لے کر خاموش ہو گئے۔ ان کی پرنور آنکھوں کے گوشے نمناک ہونے لگے تھے۔

”کیا بات ہے میرے محترم۔۔۔؟“ ابو القاسم نے کسمسا کر دریافت کیا۔ ”آپ اس قدر ملول اور پریشان کیوں ہو گئے۔۔۔؟“

”اب پچھتاوے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔“ بابا رحیم نے چھت کی جانب بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھا پھر آنکھیں بند کر کے مراقبے کی حالت میں چلے گئے۔ ابو القاسم کسی فوری خیال کے تحت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

بابا رحیم ٹھوڑی سینے سے ٹکائے بڑی دیر تک استغراق کی کیفیتوں سے دوچار رہے۔ ان کی آنکھوں میں بے چینی، اضطراب اور تاسف کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ تھکے تھکے انداز میں انہوں نے ٹیک لگانے کا ارادہ کیا تو ابو القاسم پر نظر پڑی جو دوبارہ نمودار ہو کر ان کے سامنے دوزانو بیٹھا ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ بابا رحیم نے اس کو غور سے دیکھا پھر دبی زبان میں بولے۔

”کہاں کی سیر کر آئے میرے عزیز۔۔۔؟“

”میں معذرت خواہ ہوں میرے محترم۔۔۔“ ابو القاسم نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ”میں نے آپ کو سمجھنے میں جلد بازی کی تھی۔“

"اب کیا ارادہ ہے۔۔۔؟"

"اب میں نے حلقہ بگوش ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔" ابو القاسم کے لہجے میں عاجزی اور انکساری تھی۔ "آپ میرا ہاتھ تھام لیں مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔۔۔"

"سب سے بڑا رہنما وہ ہے جو ہر ہر قدم پر اپنے بندوں کو صحیح اور غلط کے اشارے واضح طور پر دیتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہماری چشم بصیرت اس کے اشاروں کو سمجھ نہیں پاتی۔۔۔" بابا رحیم نے ابو القاسم کی آنکھوں کی گہرائی میں بہت دور تک جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے حق میں صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کروں گا لیکن میری ایک نصیحت کبھی فراموش نہ کرنا۔۔۔ تمہارے اندر جو جسمانی اور روحانی طاقت ہے وہ بھی اسی کی ودیعت کی ہوئی ہے اس طاقت کے زعم میں کبھی بہکنے کی غلطی نہ کرنا۔۔۔ وہ سرکشی پسند نہیں کرتا۔"

"میں آپ کی نصیحت اور ہدایت پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہوں لیکن میری بھی ایک درخواست ہے۔۔۔؟"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"آپ اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اس نے آپ کی دعاؤں میں تاثیر بخشی ہے کیا آپ۔۔۔"

"نہیں ابو القاسم نہیں۔ مجھے گنہگار مت کرو۔" بابا رحیم نے ساری جان سے کپکپا کر سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اس کی رضا کے آگے سر جھکائے رکھو وہ اپنے کاموں میں مداخلت پسند نہیں کرتا۔۔۔"

پھر اس سے پیشتر کہ ابو القاسم کوئی اور سوال کرتا بابا رحیم نے آنکھیں بند کر کے ٹھوڑی سینے پر ٹکا لی۔ تسبیح کے دانوں پر ان کی انگلیوں کی گردش دوبارہ جاری ہو گئی۔ ابو القاسم با ادب بیٹھا بابا رحیم کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتا رہا جن کی آنکھیں رہ رہ کر چھلک رہی تھیں اور آنسو کے قطرے رخسار سے ڈھلک ڈھلک کر ان کے دامن میں جذب ہو رہے تھے۔



شرافت حسین کو دوبارہ ہوش آیا تو گزری ہوئی باتیں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں۔ پھر انہیں مقتول بچے کے آخری جملے یاد آئے تو وہ ہڑبڑا کر اٹھے۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ اس وقت اپنی خوابگاہ میں اپنے بستر پر تھے۔ بستو ان کے قریب کھڑا تھا۔

"تم۔۔۔" بستو کو دیکھ کر ان کے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ ان کا دل پوری شدت سے دھڑکنے لگا۔ وہ بستو کو خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ مقتول بچے کی روح نے نادیدہ قوت کے سلسلے میں یہی کہا تھا کہ وہ انسان نہیں ایک جن ہے جو شرافت حسین کے آس پاس رہتا ہے۔ شرافت حسین کو بستو پر اسی جن کا شبہ ہو رہا تھا۔

"آپ کچھ نہ سوچیں انکل۔۔۔" بستو نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "آپ میرے محسن ہیں اس لئے ہر حال میں آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔"

"مجھے۔۔۔ میری خوابگاہ میں کون لایا تھا۔" شرافت حسین نے ہچکچاتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں لایا تھا۔۔۔" بستو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم۔۔۔تم۔۔۔" شرافت حسین بستو سے اس کی اصلیت کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے لیکن خادم کے آ جانے کی وجہ سے وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکے۔

"آپ کے نام کا تار ہے جناب۔" خادم نے اپنے ہاتھ میں دبا ہوا بادامی رنگ کا لفافہ شرافت حسین کے قریب رکھا اور الٹے قدموں باہر نکل گیا۔ شرافت حسین نے دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ چاک کر کے اندر سے برآمد ہونے والا مضمون پڑھا تو ان کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا۔۔۔ الہ آباد سے ان کے والد نے ببلو کی موت کی اطلاع دی تھی اور فوراً آنے کی تاکید کی تھی۔

بچے کی موت کی اطلاع نے شرافت حسین کے پورے وجود کو لرزہ بر اندام کر دیا۔ ان کے کانوں میں مقتول بچے کی روح کی آواز صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگی۔۔۔ "کل تم نے ایک معصوم بچے کو اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر بے دردی سے

قتل کیا تھا تو تمہیں انجام کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کہ وہ تمہاری اولاد نہیں تھی۔۔۔ لیکن جب تمہارے اعمال کی سزا تمہاری اولاد کو ملے گی تو کرب سے بلبلاؤ گے۔۔۔"

شرافت حسین نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ بستو خاموش کھڑا ان کی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور شرافت حسین نے دیوانوں کی طرح تڑپ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"اخلاق حسین بول رہا ہوں۔ دوسری جانب سے شرافت حسین کے والد کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔" تمہیں ببلو کی موت کا تار مل چکا ہو گا۔ اس وقت میں تمہیں ایک اور اندوہناک اطلاع دینے پر مجبور ہوں۔۔۔ تمہاری دلہن ببلو کے صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اس کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ پہلی گاڑی سے پہنچو سب کو تمہارا انتظار ہے۔۔۔"

شرافت حسین نے بچے کے بعد بیوی کی موت کی خبر سنی تو جیسے ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ان کی پلکوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ خاموشی سے دل تھام کر اٹھے اور جلدی جلدی اپنا سامان باندھنے لگے۔ بستو خاموشی سے ان کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ اس وقت دوپہر کے گیارہ بجے تھے اور چنار گڑھ سے الہ آباد جانے کے لئے انہیں پانچ بجے گاڑی پکڑنی تھی۔

دفتر کے عملے کو حالات کا علم ہوا تو ایک ایک کر کے سب ہی تعزیت کے لئے آنے لگے۔ شرافت حسین خاموش بیٹھے ان کے اظہار افسوس کے جملوں کو سنتے رہے جو ان کے درد کا درماں نہیں بن سکتے تھے۔ عاصم بیگ نے ٹرین کی سیٹ بک کرا کے اس کی اطلاع شرافت حسین کو کر دی۔ ایک گھنٹے تک خوابگاہ میں دفتر کے عملے کا ہجوم رہا پھر شرافت حسین نے سب کو رخصت کر دیا۔ صرف بستو رہ گیا جو بدستور خاموش کھڑا قدرت کی بے آواز لاٹھی کا کرشمہ دیکھ رہا تھا۔

"بستو۔۔۔" شرافت حسین نے بڑی مشکلوں سے خود پر قابو پاتے ہوئے دل گرفتہ آواز میں کہا۔ "تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا میں اس کے لئے تمہارا شکر

گزار ہوں بدقسمتی میری تھی کہ میں تمہیں پہچان نہیں سکا۔"

"قدرت کو شاید یہی منظور تھا۔۔۔" بستو نے دبی زبان میں کہا پھر بسورتا ہوا خوابگاہ سے باہر چلا گیا۔ شرافت حسین نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک بار پھر بیوی اور بچے کو یاد کر کے سسکنے لگے۔

وقت کی ایک ہی کروٹ نے انہیں پوری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ آہستہ آہستہ ان کے غم میں دیوانگی کی کیفیت شامل ہونے لگی۔ کبھی وہ سر کے بال نوچنے لگتے اور کبھی دل پر گھونسے مارنے لگتے۔ اسی کیفیت کے دوران اچانک انہیں ننکا کا خیال آیا جس نے انہیں معصوم بچے کے قتل کے خطرناک عمل پر اکسایا تھا۔ ان کی بربادی کی داستان وہیں سے شروع ہوئی تھی۔

ننکا کے خیال نے شرافت حسین کی وحشتوں میں اور اضافہ کر دیا۔ کچھ دیر تک وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے رہے پھر انہوں نے خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کاغذ اور قلم سنبھال کر ننکا کی ناپاک اور نجس شخصیت کے بارے میں اپنی معلومات کو تفصیل سے لکھنے بیٹھ گئے۔ کوئی نادیدہ قوت انہیں اس بات پر آمادہ کر رہی تھی کہ وہ ننکا کی پراسرار شخصیت کو تحصیل کے لوگوں پر تحریری طور پر بے نقاب کر دیں تاکہ اس کا مناسب تدارک ہو سکے اور وہ تحصیل والوں کے لئے مزید کسی پریشانی کا باعث نہ بن سکے۔

خوابگاہ کے سارے کھڑکی اور دروازے اندر سے بند تھے۔ وقت کم تھا اور معاملہ تفصیل طلب چنانچہ شرافت حسین پورے انہماک اور توجہ سے اپنے مشاہدوں کو قلم بند کر رہے تھے۔ ننکا کے خلاف تمام باتیں تحریر میں لانے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اگر شرافت حسین بھی اس کے کسی گندے عمل کا شکار ہو جاتے تو ننکا کے خلاف باقاعدہ قانونی چارہ جوئی ہو سکتی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک وہ مسلسل لکھتے رہے پھر انہوں نے کاغذات سمیٹ کر ایک لفافے میں بند کئے اور اسے کسی محفوظ جگہ پر رکھنے کے بارے میں غور کر ہی رہے تھے کہ اچانک خوابگاہ کے دروازے کے روشندان کا شیشہ ایک چھناکے کی آواز سے

ٹوٹا اور فرش پر گر کر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ شرافت حسین شیشہ ٹوٹنے کی آواز سن کر یوں اچھلے جیسے کسی ناگن نے اچانک انہیں ڈس لیا ہو۔ انہوں نے تیزی سے پلٹ کر خوفزدہ نظروں سے روشندان کی طرف دیکھا پھر اس کوری ہانڈی کو دیکھ کر خوف سے چیخنے لگے۔ جو عین ان کے سامنے فضا میں معلق تیزی سے چکرا رہی تھی۔ شرافت حسین کو اچانک ننکا کی سفلی قوتوں کا خیال آیا تو خوف کی سرد لہر ان کے وجود میں بڑی تیزی سے سرایت کر گئی۔ موت کا تصور ان کے ذہن میں ابھرا تو وہ پاگلوں کی طرح اٹھ کر دروازے کی جانب لپکے لیکن فضا میں چکراتی ہوئی کوری مٹی کی ہانڈی برق رفتاری سے ان سے ٹکرائی اور ٹوٹ کر بکھر گئی۔ شرافت حسین نے ہانڈی سے ٹکرانے کے بعد بڑی دہشت ناک آواز میں ایک آخری چیخ ماری پھر اس طرح چکرا کر گرے کہ دوبارہ کبھی نہ اٹھ سکے۔



اسی شام تحصیل میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل گئی کہ شرافت حسین بھی ننکا کی سفلی، گندی قوتوں کا شکار ہو گئے۔ لوگوں کو ان کی اچانک موت کی اطلاع ملی تو کوٹھی کے سامنے ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ جو لوگ موقع واردات تک پہنچے خوف اور دہشت کے مارے ان کی گھگھی بندھ گئی۔ جو منظر ان کی نظروں نے دیکھا وہ اس قدر ہولناک تھا کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکے۔ پھر پولیس نے لوگوں کو کمرے سے باہر نکالنے کے بعد تفتیش شروع کر دی۔

شرافت حسین کی لاش عجیب و غریب حالت میں پائی گئی۔ صرف ان کا چہرہ جو خون سے تربتر تھا اپنی اصلی حالت میں پایا گیا۔ باقی جسم پر کہیں گوشت کا وجود بھی نہیں مل سکا۔ کمرے سے ناقابل برداشت تعفن کے بھبکے پھوٹ رہے تھے۔ لاش کے قریب ہی کوری مٹی کی ہانڈی اور روشندان کے شیشے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ دفتر کے عملے کے افراد کا بیان تھا کہ انہوں نے صرف ڈھائی تین گھنٹے پہلے شرافت حسین کو جیتے جاگتے دیکھا تھا اور ان سے دوبدو گفتگو بھی کی تھی۔

شرافت حسین کی ہولناک موت میں بھی وہی ساری گندی علامتیں موجود تھیں

جو ننکا کی نجس اور ناپاک شخصیت سے منسوب کی جانے والی پراسرار اموات میں پہلے بھی دیکھی جا چکی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ شرافت حسین کا چہرہ اس حالت میں تھا کہ ان کو شناخت کیا جا سکتا۔ دوسرے حادثوں میں جسم کی ہڈیوں کے صرف ڈھانچے ہی ملے تھے۔ خوابگاہ میں شرافت حسین کی مسخ شدہ لاش کے علاوہ تمام چیزیں اپنی اپنی جگہ موجود پائی گئی تھیں۔

شرافت حسین کو اسلامی دستور کے مطابق نہلا دھلا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ جنازے میں تحصیل میں بسنے والوں کی بڑی تعداد کے علاوہ بستو بھی ابو القاسم کی شکل میں موجود تھا۔

اسی رات چنار گڑھ کے لاتعداد افراد نے مشتعل ہو کر ننکا کی رہائش گاہ کو گھیرے میں لے کر پوری طرح نذر آتش کر دیا۔ پولیس اور ہجوم میں موجود لوگوں نے جلی ہوئی راکھ میں ننکا کے ناپاک وجود کو تلاش کرنے کی بتیری کوشش کی لیکن اس کی ہڈیوں کا بھی کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ننکا چونکہ شیطانی قوتوں کا مالک تھا اس لئے اسے لوگوں کے ارادے کا علم پہلے سے ہو گیا اور وہ قبل از وقت فرار ہو گیا ـــــ لیکن شرافت حسین کو اس نے کوری ہانڈی کا شکار کیوں کیا تھا ـــــ؟ اس راز کو کوئی نہ جان سکا ـــــ اس لئے کہ وہ لفافہ جو مرنے سے پیشتر شرافت حسین کے ہاتھ میں تھا وہ بھی پراسرار طور پر غائب ہو چکا تھا۔

ننکا کی تلاش ایک عرصے تک جاری رہی لیکن جس روز شرافت حسین کی پراسرار موت واقع ہوئی تھی اس کے بعد سے وہ تحصیل میں دوبارہ کبھی نظر نہیں آیا۔

شرافت حسین کی قبر آج بھی چنار گڑھ میں اسی جگہ موجود ہے جہاں انہیں دفنایا گیا تھا۔ تحصیل کے بزرگ افراد ہر سال اس قبر کی مرمت ضرور کرواتے ہیں۔ اس لئے کہ جس رات شرافت حسین فوت ہوئے تھے ہر سال اسی رات ان کی قبر کا تعویذ ایک بھیانک آواز کے ساتھ پھٹ جاتا ہے ـــــ!!

